

ایک سنسنی خیز اور پوچھ بچاؤسی ناول

انگوٹھی کے سرکار

بھائی محمد اکرام، محمد سجاد بھٹی

— ختم —
اختر حسین

— تعارف —
جمیس ہیڈ لے چیز

اس ترجمہ کے حقوق اشاعت دارمی طور پر بحق
کئیسی بکڈپو لکھنؤ
محفوظ ہیں

انتساب
عصمت کے نام
انتخاب

قیمت
پچھ دو پیسہ

نیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ

۲۵۵۵۹ آفس
۲۵۲۲۲ ٹیلیفون {رائٹ}

ناشر عزیز الرحمن (ہار اڈل اگست ۱۹۵۵ء) پرنٹر۔ نظامی پریس

منازش

اجانک فینل گری نیند سے چونک اٹھا۔ غالباً یہ اس کی بھٹی جس
تھی جس نے خطرے کا احساس دلا کہا سے بیدار کر دیا تھا۔ اس نے تکیے
سے سر اٹھا پا اور سنبھلے گا۔ چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا اور شور —
اس کی ٹھہری ہوئی کشتی سے لہروں کے ٹکرانے کی آواز، اس کے قریب
سوئی ہوئی می می کی سانسوں کی گونج اور چھت پر بارش کے تیز قطرہوں کی
آواز —

لہروں کے ہاتھوں سے کشتی ہلکے ہلکے جھکولے رہی تھی۔
یہ سب قدرتی شور تھا۔ پھر وہ کون سی آواز تھی جس نے اس کی نیند
اجاٹ کر دی تھی ؟

پچھلے ایک ماہ سے اجانک وہ دلچسپ لینے والی موت کے خوف کے
سایے میں جی رہا تھا۔ اس کی نظر نہ آنے والی حس اب بہت تیز ہو گئی
تھی۔ اسے خطرہ بہت قریب محسوس ہو رہا تھا۔
اس نے آہستہ سے اپنے بستر کے نیچے ٹولا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھری

انگوٹھی کے مشکلم

۴

اُنی جو عام طور پر پولیس والے استعمال کرتے ہیں۔ اس چھڑی کے سرے پر تانگی
کی زنجیر کا ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ایک خون ناک ہتھیار
کا کام دے سکتی تھی۔

اس نے دھیرے سے کبیل اپنے جسم سے ہٹایا اور اتنی آہستگی سے اٹھ کر
کھڑا ہوا کہ اس کے پہلو میں کوئی ہلکی عورت کو احساس نہ ہو سکا۔
وہ ہمیشہ اپنے کپڑے بستر کے قریب رکھ کر سوتا تھا۔ اندھیرے میں
اٹھ کر تیزی سے کپڑے پہنا بہت عرصہ ہی تھا۔ جب موت کے سایے قریب
ہی لہر رہے ہوں۔

اس نے تیلون اور جوتے پہنے اور چھڑی پکڑے ہوئے خاموشی سے دروازے
تک آیا۔ بغیر آواز پیدا کیے ہوئے دروازہ چند لمحوں کو لا اور باہر اندھیرے میں
دیکھنے لگا۔ بارش زوردار آواز سے ہو رہی تھی۔ بظاہر اس کے علاوہ اور کوئی
آواز نہ تھی۔ مگر فینل کو یقین تھا کہ باہر ضرور کوئی خطرہ ہے۔ اس کے ہونکے
دو ٹکڑے کھڑے ہونے لگے تھے۔

اس نے دروازہ اندھا کیا۔ کیمین کے باہر ڈیک نظر آ رہا تھا۔ بائیں
طرف لندن کے ویسٹ اینڈ کے حصے کی روشنی بارش کے پانی میں سے چھن
چھن کر آ رہی تھی۔ وہ کان لگا کر سننے لگا۔ اس کا ذہن خطرہ، خطرہ، چرخ زبا
تھا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا اور کیمین کے باہر رینگ آیا۔ بارش اس کے نیچے
خاندان اور پیٹھ پر گرنے لگی۔

وہ رینگتا ہوا ڈیک کے سرے تک پہنچا اور پھر خونخوار اعاز میں ہونٹ
بھینچ لیے۔

کوئی پچاس فٹ کی دودی پہا یک چھلنی کشتی آہستہ آہستہ اُس کی

انگوٹھی کی شکل

انکو بھی بے سہارا
 طوف چلی آرہی تھی۔ اس میں چار آدمی تھے، جن کے سواہر شلنے وہ تو ہم بدلتی
 میں صاف دیکھ سکتا تھا۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پنوار تھی جس سے وہ کشتی
 نوخاموشی سے کہے رہا تھا۔

فینس ڈیک کے سرے تک پہنچ کر رک گیا۔ اس نے اپنی لکڑی مضبوطی سے پکڑی اور انتظار کرنے لگا۔

فیمل بہادر نہیں تھا۔ وہ چتے کی طرح تھا جو موقع ملنے پر کھاگ نکلتا ہے۔ مگر حیب راؤ فرار بند ہو جائے تو بے حد خطرناک ہو جاتا ہے۔ فیمل بھی ایسا ہی تھا۔ خطرے کا احساس ہوتے ہی کھاگ نکلنے والا، مگر گھر جانے پر انتہائی بے جگری اور سفاکی سے اپنا بچاؤ کرنے والا۔۔۔۔۔

وہ خاموشی سے بیٹھا ہوا کشتی کو تریب آتے دیکھتا رہا۔ آنے والے جانتے تھے کہ ان کا شکار خطرناک ہے۔ لہذا وہ ہر ممکن احتیاط برت رہے تھے۔ دہلیز آواز کیے اس کے کیمین میں داخل ہو گیا ہے جانوروں سے اس کے جسم کو چھید کر رکھ دینا چاہتے تھے۔

کشتی آہستہ سے ڈیک کے قریب آ گئی۔ سب سے آگے بیٹھے ہوئے آدمی نے
چھلانگ لگائی اور فینل کی کشتی پر کود گیا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا دیا اور دوسرے
آدمی کو اوپر آنے میں مدد دینے لگا۔ اُسی دن فینل نے وار کیا۔

سائیکل کی زنجیر بھری قوت سے پہلے آدمی کے چہرے پر پڑی۔ وہ زور سے چیخا،
’لو کھڑایا‘ پھر پانی میں گر پڑا۔

دوسرا جاتو یہ فینل کی طرت جھپٹا۔ زرخیر اس کی گردن پر لگی۔ سرنے سنبھلنے کی کوشش کی مگر وہ بھی پانی میں جا پڑا۔

فصل آڑ میں ہو گیا۔ اب وہ کشتی میں پہلے دو آدمیوں کو دیکھ سکتا تھا۔ مگر

وہ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کے ہونٹوں پہ ایک سفاک سی سلاہٹ تھی۔
دونوں ذرا دیر کے لیے ٹھپکے، پھر وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا تھی، اس
نے ہتھوڑا چلائی شروع کر دی اور کشتی کو دھڑکا دیا۔ دوسرے نے پانی میں
گرے ہوئے سانپوں کو نکالنے کی کوشش شروع کی۔

فینل سانس روکے لیٹا ہوا، بغیر دیکھتا رہا۔ مادھائے ہوئے دونوں
آدی اویہ کھینچ لیے گئے اور ہتھوڑا چلانے والا تہی سے کشتی بڑھانے لگا۔ جب
کشتی لٹروں سے اوجھل ہو گئی تب فینل اپنی جگہ سے اٹھا، اس نے زنجیر کے
سرے سے خون پونچھا۔ اس کے کپڑے پانی سے شرابود ہو گئے تھے۔ اس نے
سوچا ہو سکتا ہے وہ لوگ واپس آئیں اور اب کی بار اس کی قسمت اس طرح
اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ لہذا اسے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔
وہ کہیں میں داخل ہوا اور وہ کشتی کا سوچا اکھ کر دیا۔ بہتر پر سوئی ہوئی
حالت بڑھ کر جاگ اٹھی۔

”کہا بات ہے لیو؟“ اس نے پوچھا۔
فینل نے کوئی جواب دیے بغیر اپنی بھیگی ہوئی پتلون آٹاری اور ہاتھ دم
میں چلا گیا۔ وہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ گرم پانی کی پونچھار نے اسے کافی
تکین دی۔

می می کام میں آئی۔ اس کی آنکھوں میں خنک کا خمیر تھا۔ اس نے پھر
پوچھا۔ ”کیا ہوا لیو۔ بتاؤ نا۔“

فینل خاموشی سے نہاتا رہا۔ پھر اس نے شاور بند کیا اور باہر نکل
آیا۔ می می اس کے پیچھے تھی۔ اب اس کے چہرے پر خون کے آثار تھے۔
”مجھے ایک قمیص دو“ فینل نے اپنا جسم خشک کرتے ہوئے عرض کر رکھا۔

انگوٹھ کے قینچاں

”یہ سب کیا ہوتا ہے۔ کچھ تو کہو۔ عورت لہلی۔“
 فینل اُسے ہٹا کر دوسرے کمرے میں گیا اور ایک الماری میں سے کپڑے نکال کر پہننے لگا۔ مای کمرے کے دروازے میں کھڑی اُسے گھور رہی تھی۔
 ”تم کچھ کہتے کیوں نہیں؟ اس نے تقریباً پچھ کر کہا۔“
 فینل نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور منہ بنایا۔ وہ اب تک اس کے لیے مفید ثابت ہوئی تھی۔ اس نے فینل کو اپنی بوسہ کشی میں چار ہفتے تک پناہ دی تھی۔ اس کے دشمنوں کو اس پناہ گاہ کا پتہ چار ہفتوں کے بعد لگا تھا۔ مگلوب ... اب دقت آگیا تھا کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ چند گھنٹوں کے بعد وہ یہ بھی بھول جائے گا کہ کبھی اس عورت سے تعلق بھی تھا۔
 ”جاؤ۔ سو جاؤ۔“ اُس نے کہا ”میں جا رہا ہوں۔“
 عورت کا چہرہ اتر گیا ”جا رہے ہو؟ کہاں۔ اور کہاں؟“
 فینل نے ایک سگریٹ سٹکایا۔ ہٹانے کے بعد اس کی توانائی لوٹ آئی تھی اور وہ خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے پھر سے تیار ہو گیا تھا۔ مگر یہ عورت اسے پریشان کر سکتی تھی۔ وہ اسے آسانی سے جانے نہیں دے گی۔ اس نے فینل کو پناہ ہی اس لیے دی تھی کہ فینل اس کی جنسی بواہوسی کی تسکین لے سکتا تھا۔
 ”جاؤ۔ سو جاؤ، ورنہ تمہیں سردی لگ جائے گی۔ میں ذرا فون کرنا چاہتا ہوں۔“

وہ کچھ گئی وہ جھوٹ لہل رہا ہے۔ اس نے فینل کا بازو پکڑ لیا۔
 ”تم مجھے جھوڑ کر نہیں جھانک سکتے۔ میں نے تمہارے لیے اتنا سب کیا ہے۔“
 فینل لٹکتی کر کے اس کمرے میں آیا جہاں فون رکھا تھا۔ اس نے کسی کے

نہر ٹائل کے ارد دوسری طرف بچنے والی گھنٹی کی آواز سننے لگا۔ اس وقت پہلے چار بجے تھے

بڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے جواب ملا۔

”کون کم بخت ہے؟“

”جیری! میں لیو ہوں؟“

”ارد گلاڈ۔ میں سو رہا تھا۔“

”تمہارے لیے بیس پاؤنڈ کا انعام ہے۔ اپنی کارے کر بیس منٹ کے

اندراختہ مجھے کراؤن روڈ پر لے کر آؤ۔ ایک منٹ کی بھی تاخیر نہ ہو۔“

”تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔ ذرا وقت تو دیکھو۔ اور یہ بارش.... میں

نہیں آؤں گا۔“

”بیس پاؤنڈ۔ بیس منٹ۔ فینل نے ایک۔ ایک لفظ پر زور دیتے

ہوئے کہا۔

دوسری طرف ذرا دیر خاموشی رہی۔ فینل اس کی بھاری سانسوں کی

آواز سن رہا تھا۔ آخر جیری کی لاکھی فطرت غالب آئی۔

”ابھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“

یہی قریب ہی کھڑی سن رہی تھی۔ جیسے ہی فینل نے دیکھا اس

نے بھراس کا بازو پکڑ لیا۔

”میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔“

فینل اس کا ہاتھ جھٹک کر میز کے قریب آیا اور اس کی دھڑکیوں سے

اپنی ضروریات کی اشیا نکالیں۔ ایک رینڈ، نو تھو پرش، گنگھا، سگریٹ کا

پیکٹ.... یہ چیزیں اس نے اپنی جیکٹ کی جیبوں میں بھر لیں۔

الگوٹھی کے شہسکار

۹

”میں نے تمہارے لیے کیا کیا کیا ہے؟“ می می جھلاتی: ”میرے بغیر تم

نافقوں سے مر جاتے۔ احسان فراموش! ذلیل!“

فینل جنٹل کی طرف بڑھا جس کے ادھر مٹی کا ایک برتن رکھا تھا جیسے

مٹی اس نے اُسے ہاتھ لگایا، می می اس کی طرف بھٹی۔

”اسے ہاتھ ست لگاؤ۔“

”ذرا مہر کر دی می۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں

واپس کر دوں گا۔“

می می نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر مارا اور دوسرے سے برتن پھینکا جا رہا۔

فینل نے برتن چھوڑ دیا اور ایک زوردار گھونسنہ می می کے پیڑھے پر رسید کیا۔

وہ برا کھڑائی ہوئی کئی قدم پیچھے ہٹی اور فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ برتن فرش پر گر کر

ٹوٹ گیا۔ اور اس میں اگلے ہوئے ٹوٹ اور سکے چاروں طرف پھیل گئے۔

فینل نے سکتے چھوڑ کر دس دس پاؤنڈ کے ٹونوں کی گڈی جیب میں رکھ لی۔

اس نے بے ہوش عورت کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اپنی چھتری اٹھائی اور باہر آ گیا۔

اس عورت کے ساتھ گزرے ہوئے ایک ماہ کی یاد اس نے فوراً اپنے ذہن سے

محو کر دی۔

باہر بارش ابھی نعد شدہ سے ہو رہی تھی۔ فینل چند لمبے کھڑا اندھیرے میں

گھومتا رہا۔ پھر آگے بڑھا۔ اندھیرے میں کیس سے بھی اس پر وار ہو سکتا تھا۔

مگر اسے یہ رسک تو لینا ہی تھا۔ اس نے اپنی چھتری نہ ہولی سے پکڑی اور کنارے

کی طرف بڑھنے لگا۔

اگر جبری وقت پر نہ آیا تو بڑی مشکل ہوگی۔ اس نے سوچا۔ اس کے دشمن

آدھے گھنٹے میں عدے کر دو بارہ آئیں گے۔ صرف آدھا گھنٹہ آزادی کا لہ تھا۔

گھوٹلے گھوٹلے

۱۰۔ مگر جیری ٹھیک وقت پر بتائی ہوئی جگہ پہنچ گیا۔ فیمل نے اس کا اودھادہ
کھولا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔

”واپس تمہارے گھر۔ جیری!“

”کیا؟ جیری حیرت اور خوف سے بولا۔ ”آخر معاملہ کیا ہے؟“
فیمل نے جیری کی گھونٹ کالی پکڑی ”جلو“ اس نے تیزی سے کہا۔
جیری نے اس کے منہ سے ہمارے برائے ایک نظر ڈالی پھر بغیر کچھ کہے کاربوٹ نے
لگا۔

دن منٹ بعد وہ جیری کے بھوٹے سے تنگ اور عابس کمرے میں تھے،
جس کی پھت سے مدھم مدھم روشنی کا ایک لمب لٹک رہا تھا۔
جیری نے شراب کی بوتل نکالی اور دو گلاس تیار کیے۔ پھر اپنے گلاس میں
سے ایک گھونٹ لیتے ہوئے فیمل کی طرف پُر تشویش نگاہوں سے دیکھنے
لگا۔

جیری گھوٹلے کے ایک دلال کا کلرک تھا۔ معروف قیدیوں اور مجرموں کی
مدد کر کے تھوڑے پیسے ادا کما لیتا تھا۔ فیمل اور وہ جیل میں ملے تھے۔ فیمل
جو ری مع تشدد کے الزام میں موقوف تھا اور جیری جیلی لٹ چلنے کی سزا
بھگت رہا تھا۔ جیل سے چھوٹنے پر بھی وہ ملنے رہے تھے۔ جیری کو معلوم
ہوا تھا کہ فیمل نے مشہور بد معاش مودونی کے پانچ آدمیوں کو پکڑوا دیا تھا
تب سے مودونی کے شکاری کتے اس کی تلاش میں تھے۔ اگر مودونی کو معلوم
ہو جائے کہ فیمل اس کے گھر میں ہی تو جیری کا بدن چاقوؤں سے پھید دیا
جائے گا۔ مگر میں پاؤنڈ کا لالچ جیری کے لیے بہت زیادہ تھا۔
فیمل نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی اور دس دس پاؤنڈ کے نوٹ

جیری کے سامنے ڈال دیے۔

”سنبھالو“ اس نے کہا۔ ”میں دو دن تک یہاں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔“
جیری کی آنکھیں خوں سے پھیل گئیں۔ ”میں تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتا۔“
اگر انہیں معلوم ہو گیا تو مجھے پھینڈ لیں گے۔“
”میں اسی وقت تمہارے سینے میں چاقو تار مکتا ہوں۔“ فیصل نے سر
لہجے میں کہا۔

جیری نے اپنا گال کھلایا۔ شاید سودا کی کوپتہ نہ چلے اور فیصل یوں بھی اس
کے لیے اتنا ہی خطرناک تھا جتنا سودا۔
”ٹھیک ہے۔“ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ ”مگر صرت بعد اس
سے زیادہ نہیں۔“

”دو دن بعد میں ملک سے باہر چلا جاؤں گا۔“ مجھے ایک مہم پر جان لیا۔
شاید میں واپس ہی نہ آؤں۔“ فیصل نے اپنی شراب ختم کی اور چوٹے اندر جیری
کے گز سے بستر پر لیٹ گیا۔ ”تم فرش پر سو جاؤ۔ روشنی بند کر دینا۔“
”ضرور۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔“ جیری نے تلخی سے کہا اور روشنی گل کر دی۔

۲

اس واقعے سے ایک ہفتہ قبل،
گیری ایڈورڈ نے لندن کے ایک مشہور عدالت کے ٹریڈ لیگن میں
”اشتہار دیکھا تھا۔“

”ضرورت ہے ایک تجربہ کار ہیمل کا پٹریا ملٹ کی، مین مینوں
کی ایک غیر معمولی مہم کے لیے۔ معقول سے زیادہ معاوضہ دیا جائے
گا۔ اپنی تصویر کے ساتھ تفصیلات اس پتے پر بھیجیں۔“

بکس نمبر ۱۲۱۲ - لندن - ۴

اس نے اشتہار کئی بار پڑھا اور غور کیا۔ اس میں دو الفاظ ایسے بہت پسند آئے تھے 'غیر معمولی' اور 'معتوں سے زیادہ'۔ اسے کسی غیر معمولی کام کی تلاش تھی اور معتوں سے زیادہ مدد پے کی اشد ضرورت۔ لہذا اپنی محبوبہ لونی سے کہے بغیر اس نے اس پتے پر خط لکھا 'اپنے ماضی کے متعلق جتنے جھوٹ گواہ سکتا تھا اڑھے اور تصویر کے ہمراہ پوسٹ کر دیا۔

ایک ہفتہ گزرنے پر بھی کوئی جواب نہ آیا تو اس نے امید چھوڑ دی اور آج صبح پھر کافی پیئے ہوئے ڈبلی ٹیلیگراف میں 'ضرورت ہے' کے کالم دیکھ رہا تھا۔

گہری انتہی سال کا دماغ اور دھیر آدمی تھا۔ بیوری آنکھیں اور ٹھانڈے نک لگنے سے گہرے لالہ بال جنس مخالف کے لیے اس کی شخصیت کافی پرکشش تھی۔

اسے جلوہ ہی کچھ کرنا پڑے گا، اس نے سوچا۔ اس کے پاس صرف ایک سو تیس پاؤنڈ بچے تھے جو تیزی سے ختم ہونے لگے تھے۔ اگر اس نے چند دنوں میں آمدنی کی کوئی صورت نہ نکالی تو لونی سے مدد مانگنی پڑے گی جو وہ نہیں چاہتا تھا۔

لونی سے اس کی ملاقات ایک موٹر بوس پر ہوئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔ ساتھ میں شراب پی تھی۔ پھر گہری نے تجویز پیش کی تھی کہ ساحل پر پہنچنے سے پہلے کیوں نہ وہ ایک کیمپ میں بند ہو کر ایک دوسرے کو کھانے کی کوشش کریں۔ لونی اس راہ طاعت و عادت پر بہت خوش ہوئی تھی۔ دھڑلے کیمپ میں اتھا انت گزارا تھا۔ پھر جب وہ ساحل پر پہنچے اور لڑکیوں میں بیٹھے

کی طرف جارہے تھے، ٹوٹی نے اپنے متعلق بتایا۔ وہ بائیس سال کی تھی اور دلکش خدو خال اور خوبصورت جسم کی مالک تھی۔ وہ ایک کامیاب ماڈل تھی اور اچھا خاصا کامیابی تھی۔ اس کے پاس دو کمروں والا ایک فلیٹ بھی تھا۔
”اگر تمہارے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں تو کیوں نہ میرے فلیٹ میں آجاؤ؟“ اس نے گہری سے کہا۔

گہری کے پاس اس وقت دو سو لاکھ پاؤنڈ تھے، جو اس نے اپنے فرانسیسی بیلی کا پٹر کو بیچنے کے بعد کمائے تھے۔ وہ خود ایک سستی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں بیٹھ کر آئندہ گزارے کی کوئی صورت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بغیر ہچکچاہٹ کے ٹوٹی کا آفر قبول کر لیا۔

اب وہ عین ہفتوں سے ٹوٹی کے ساتھ رہ رہا تھا۔ اس دوران میں اس کا سرمایہ ختم ہونے لگا تھا۔ ادھر ادھر کی کوئی صورت نہ دیکھنے پر اسے نشوونما ہو چکی تھی۔

ٹوٹی اس صورت حال کو خالق سمجھتی تھی۔

”کیوں فکر کرتے ہو؟ جہاں مرد؟“ اس نے پچھنی شام اس کی گود میں بیٹھ کر کہا تھا ”میرے پاس کافی پیسہ ہے۔ مجھے صرف تمہاری ہوا ملنی چاہیئے۔۔۔۔۔“

گہری نے کافی ختم کی ادھر کھڑکی کے پاس جا کر پر خیال انداز میں باہر دیکھنے لگا۔

داخلی دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اس نے مڑ کے دیکھا۔ پوسٹ مین نے لیٹر بکس میں ڈاک ڈالی تھی۔ ٹوٹی کو روکنا نہ اپنے ملاحوں کی طرف سے کئی خطوط ملتے تھے۔ گہری پھر روز اس امید پر ڈاک دیکھتا تھا کہ شاید

اس کے بے کوئی خط ہو۔

اس نے لاکر جس میں سے ہتھوڑا خط نکالے۔ چوہ لٹنی کے نام تھے اور

ایک اس کے نام۔

اس نے بے مہری سے نفاذ حاکم کیا۔

سرنائے پر لکھا تھا،

• رائیل ٹاؤن ہسٹل۔ لندن •

اور مضمون یہ تھا :-

• کیا جناب گیری ایڈورڈ اوپر لکھے ہوئے پتے پر گیارہ فروری

کو صبح ساڑھے گیارہ بجے تشریف لائے کی زحمت کریں گے بلکہ ایم

سٹر آر موٹارک کا نام لیجے گا۔

(حوالہ اشتہار پر اسے پائیلٹ)

اتنے شہر ہسٹل کا پتہ، خط و نفاذ کا قیمتی کاغذ اور یہ نام۔ ہر چیز سے

دلت چمکتی تھی۔ گیری نے سوچا وہ مزدور بن جائے گا۔

اس نے لٹنی کو اس کے متعلق بتایا۔ مگر اس نے کوئی دلچسپی نہ لی۔ دھوکہ

گیری کے جسم کی دیوانی تھی۔

گیارہ بجے اس نے نہاد ہو کر اپنا سب سے بہترین سوٹ پہنا اور آئیے

کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھا۔

• کیوں کیا گتا ہوں • اس نے لٹنی سے پوچھا جو آرام کریں، چڑی

کافی پی رہی تھی۔ اس کا جسم لباس سے یکسر بے خاں تھا۔

• بے حوصہ۔ بہت نردمانک • لٹنی نے سسکی لی۔

گیری نے اس کی کریں ہاتھ لال کر کے اسے اٹھا لیا ہتھ اندر کے جسم کے کیسے

بہرا برنگل آیا۔

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ رائٹ ٹاؤن ہوٹل کے بال پور ٹرسٹ سے سٹر
آرموشاک کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ بال پور ٹرسٹ نے فون اٹھا کر گفتگو کی
پہلو ۱۰۰ دسویں منزل - نمبر ۱۰۰

ایک تیز رفتار لفٹ گیری کو دسویں منزل تک لے گئی۔ لفٹ پہنچا نہ صرف
ستائیس نمبر کے کمرے تک رہنمائی کی بلکہ رشک دے کر اس کے لیے دروازہ
کھولا اور ادب سے جھک کر رخصت ہو گیا۔

گیری ایک کٹادہ کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں ایک لڑکی ایک میز کے چھ
بیٹھی تھی۔ میز پر تین فون رکھے تھے۔ ایک آئی. بی. ایم ٹائپ رائٹر، ایک انٹر
کم اور ایک ٹیپ ریکارڈر۔

ہر طرف پیسہ ہی پیسہ برساتا ہے۔ گیری نے سوچا۔
مگر اس لڑکی کو دیکھ کر اسے عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ کافی خوبصورت
اور جدید طرز کا سیاہ فزاک پہنے تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر وہ نکھار اور
روشن بینش تھی جو عام طور پر جوان لڑکیوں میں ہوتی ہے۔ وہ ہنس کی طرح
بے جان اور جذبات سے عاری چہرہ تھا کسی روپوش کی طرح۔
"سٹرائیڈ ڈڈ" اس نے کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ میں ہی ہوں۔ گیری نے ہنس میں جان ڈالنے کے لیے اپنی
منہوں مسکراہٹ اس پر بکھیری۔ مگر لڑکی پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس نے
انٹرکم کا بٹن دبایا اور پھر "سٹرائیڈ ڈڈ" آئے ہیں جناب۔"

انٹرکم پر ہونے والے رنگ کا بلب روشن ہوا اور کچھ گہرا۔ گیری نے سوچا سٹر
شاہک غالباً آواز لگانے کو نقشہ اوقات سمجھتے ہیں۔ وہ صوفے پر لیٹا کر

کام نکالتے ہیں۔ خوب !!

نڑکی اٹھی، ایک دروازے کے قریب جا کر اسے کھولا اور ایک طرف ہٹ گئی۔

گیرمی نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔ پھر کوئی جواب نہ پا کر اندر داخل ہو گیا۔

اندرونی کمرہ بہت لمبا چوڑا اور عالی شان فرنیچر سے آراستہ تھا۔ فرش پر قیمتی قالین اور دیواروں پر دنیا کی مشہور چینٹنگ کے نمونے تھے۔ ایک بڑی سی میز کے چھپے ایک پستہ قد اور فربہ اندام آدمی بیٹھا تھا۔ اُس کے ہونٹوں میں سگار تھا اور موٹے موٹے ہاتھ میز پر رکھے تھے جن میں پیسے کی انگوٹھیاں جک رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں نیزا اور چکیلی تھیں۔ چہرے سے لگتا تھا وہ بھی مسکراتا نہ ہوگا۔ وہ مصری یا مراقصی معلوم ہوتا تھا۔

یعنی دیر میں گیرمی دروازے سے اس کی میز تک پہنچا اس شخص نے اپنی نیزا اور گھورتی ہوئی نگاہوں سے گیرمی کے سوا پا کا جائزہ لیا اور گیرمی کو لگا گویا اس کی نگاہیں اس کے دل و دماغ میں اتر گئی ہوں اور اس آدمی نے چند لمحوں میں گیرمی کے متعلق وہ سب کچھ جان لیا ہو جو وہ خود اپنے بارے میں جانتا تھا۔ یہ سوچ کر گیرمی کسی قدر نروس ہو گیا۔

”بیٹھ جاؤ، بستر ایلوڈ“ اس نے بھاری آواز میں کہا۔

گیرمی بیٹھ گیا۔ اسے لگا کہ وہ اس موٹے آدمی کے لیے بالکل موزوں

نہیں ہے اور ابھی باہر نکال دیا جائے گا۔

شالک نے سگار کا ایک گہرا کش لیا اور میز پر رکھا ہوا ایک کاغذ اٹھایا۔ گیرمی نے دیکھا وہ اُس کی درخواست تھی۔

”آپ جیلی کا پٹر کے ہائیلٹ ہیں سٹریڈورڈ!“
 ”جی ہاں“ گبری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”آپ کا اشتہار دیکھ کر
 میں سمجھا شاید.....“

شالک نے بے صبری سے ہاتھ ہلایا ”یہ سب کہو اس جو اپنے متعلق تم
 نے کہیں ہے اس سے لگتا ہے تم خدائی دنیا کے بادشاہ ہو“
 ”کیا مطلب؟“ گبری نے چونک کر پوچھا۔

شالک نے سگار کی راکھ جھٹکی اور آگے جھک کر کہنا شروع کیا۔
 ”تمہارا نام گبری ایڈورڈ ہے۔ پچاس تین سال۔ تم امریکہ میں اوہیو
 کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ تمہارا باپ ایک پٹرول پمپ چلاتا تھا۔ تم
 نے وکین میں اپنے باپ کے ساتھ کام کیا اور موٹر کاروں کے متعلق خاصی
 معلومات حاصل کیں۔ پھر تمہیں ہوا بازی سیکھنے کا موقع ملا۔ تم ٹیکساس
 میں ایک تاجر کے ذاتی سوائی جہاز کے ہائیلٹ مقرر ہوئے۔ پھر تم نے
 اسمگلنگ بھی شروع کر دی۔ شروع شروع میں تم کانیاب رسے۔ پھر ایک
 خطی کی بنا پر فرانس میں پکڑ لیے گئے اور تین سال جیل میں گزارنے پڑے۔
 سزا کاٹنے کے بعد تمہیں فرانس سے جلا وطن کر دیا گیا۔ لہذا اب تم یہاں
 موجود ہو“ شالک نے سگار کا کش لیا اور کہا ”نہ کہنا میری معلومات
 کتنی صحیح ہیں“

گبری زود سے ہنسا ”ایک ایک لفظ صحیح ہے“ وہ اٹھ کھڑا ہوا ”غیر
 میں نے کوشش کی تھی۔ مگر کانیاب نہ ہوا۔ اب تمہارا مزید دست خالی
 نہ کروں گا“

شالک نے ہاتھ ہلا کر نئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

انگوٹھی کے شکار

۱۸

”بیٹھ جاؤ مجھے تمہارے جیسے ہی آدمی کی ضرورت ہو۔ کیا تم مجھے

لپٹا ہوا لی لائنس رکھا سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں؟ گبری نے جیب سے لائنس نکال کر منبر پر ڈال دیا۔

شالک نے لائنس کا معائنہ کیا۔ پھر اسے گبری کی طرف بڑھا دیا۔

”مسٹر ایڈورڈ! کہا میں یقین کر سکتا ہوں کہ تم ایک ایسا کام کرنے پر راضی ہو گے جو مکمل ایمان دارانہ نہیں ہے، مگر مواضع بہت مشکل ہو؟

گبری مسکرایا ”میں مزید وضاحت چاہتا ہوں۔ مکمل ایمان دارانہ

نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟“

”شکل اور کسی حد تک غیر قانونی۔ مگر پولیس اس میں بالکل دخل

نہیں دے گی۔ اور مواضع بہت زیادہ ہے۔“

”اور زیادہ واضح کیجئے۔“

”تین ہزار ڈالر فی ہفتہ کے حساب سے تین ہفتوں کے لیے تمہاری

خدمات درکار ہیں۔ انہیں نو ہزار ڈالر ملیں گے۔ کام تھوڑا خطرناک ہو،

مگر یقین دلاتا ہوں کہ معاملہ پولیس تک نہیں پہنچے گا۔“

گبری بدھا ہو کر بیٹھ گیا ”نو ہزار ڈالر!!“

”خطرہ کس قسم کا ہوگا؟ اگر پولیس نہیں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”مخالفت۔ شالک نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا ”مگر زندگی

مخالفت سے بھرپور ہے۔ ہے نا مسٹر ایڈورڈ؟“

”مجھے کیا کرنا ہوگا؟“

”یہ تمہیں آج رات کے نو بجے بتایا جائے گا۔ تم اس کام میں

تہما نہیں ہو۔ فی الحال میں صرف یہ سنا چاہتا ہوں کہ تم نو ہزار

ٹالر کے لیے تین چھتے کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟

• میں تیار ہوں • گیری نے بغیر ہچکچاہٹ کے کہا۔

• بہتر ہے • شالک نے سر ہلایا • آج رات کے نو بجے یہاں

آؤ تاکہ میں تمہیں ٹیم کے دوسرے افراد سے ملاؤں اور مہم کی تفصیلات

سے آگاہ کر سکوں •

گیری اٹھ کھڑا ہوا۔

• اللہ براؤ کرم اس کے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔ یہ اتھالی راننگ

کا معاملہ ہے • شالک نے مزید کہا۔

• بہتر ہے • میں کسی سے نہ کہوں گا • گیری نے وعدہ کیا۔ اب باہر

نکل آیا۔ باہر بیٹھی ہوئی پتھر کی موت نے اس کے لیے دروازہ کھولا مگر

اب کی بار اس پر گیری کو صکرائے کی فرصت نہ تھی۔

نو ہزار ڈالر !!!

لڑکی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر اپنی مینر کی طرف پلٹ

آئی۔ چند لمبے خاموشی سے بیٹھی رہی۔ پھر جب اندر سے کوئی آواز

نہ آئی تو اس نے اپنی مینر کی دروازہ کھولی اور اس میں رکھے ہوئے خفیہ

ٹیمپ ریکارڈر کا سوچ آف کر دیا جس میں گیری اور شالک کی گفتگو

لفظاً بلفظ ریکارڈ ہوئی تھی۔

(۳)

رات کے ٹھیک نو بجے اسی شینی لڑکی نے گیری کے لیے دروازہ

کھولا۔ گیری نے اس کی مینر پر رکھی ہوئی نیم پلیٹ سے جانا کہ اس کا نام

نٹالی ٹارمن تھا۔

نشاٹک اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ البتہ دو آدمی کرسیوں پر بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ انہوں نے گہری کو خود سے دیکھا۔ گہری نے بھی گہری پر جھپٹتے ہوئے ان کا جائزہ لیا۔

ان میں ایک بہت قد اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اسے دیکھ کر گہری کو مارہ ہار کی غلوں میں کام کرنے والے ایک ہیرود کا خیال آیا۔ اس کے منٹ نیلے مگر بھاری جبر استغلی کی خمازی کرتا تھا۔ اس کی خراڑتیس کے قریب ہوگی۔

دوسرا شخص تقریباً گہری ہی کی عمر کا ہوگا۔ موزوں قد و قامت اور اوسط جسم رکھتا تھا۔ جلد کی رنگت سے لگتا تھا اس کا زیادہ وقت دھوپ میں گزرا ہے۔ اس کی باریک مونچھیں تھیں۔ گہری نے اسے پہلی ہی نظر سے پسند کیا۔ جب کہ دوسرے کی شباہت اس کو ناگوار گزری تھی۔ جیسے ہی وہ کرسی پر بیٹھا، دوسری طرف کا دروازہ کھلا اور نشاٹک اندر داخل ہوا۔

”نو آپ حضرات آگئے؟“ اس نے کرسی پر بیٹھ کر سگار سلٹایا اور باری باری منیوں کی طرف دیکھا۔

”میں آپ لوگوں کا تعارف کروا دوں“ اس نے کہنا شروع کیا ”یہ مسٹر گہری ایڈووڈ ہیں۔ آپ پہلی کا پٹر کے پائیلٹ ہیں اور کاروں کے بھی اکہرٹ ہیں۔ انہوں نے اسمگلنگ کے الزام میں فرانس کی ایک جیل میں تین سال گزارے ہیں“

بانی دونوں مردوں نے چونک کر گہری کی طرف دیکھا۔ گہری نے ہر دو بانی تیز نظروں سے انہیں گھورا۔

شالک نے دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کیا جو گہری کو اچھا لگاتا تھا۔
 ”یہ سٹرکھنڈی جو تیرے جو بائبرگ سے اس میٹنگ میں شرکت
 کرنے آئے ہیں۔ سٹر جو نرا فریقہ کے جنگلی کے چپے چپے سے واقف ہیں۔
 خاص طور پر جنوبی افریقہ کے۔ انھوں نے بھی بد نصیبی سے افریقہ کی ایک
 جیل میں چند سال گزارے ہیں۔“
 جو نر نے جھٹ کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ
 تھی۔

”اور یہ ہیں سٹر لیو فیملی“ شالک نے پسندیدہ مضبوط آدمی کی طرف
 اشارہ کیا ”نچو ریاں لوٹنے کے ماہر۔ اس فن میں نہ صرف ان کے ساتھی
 بلکہ بوسیس بھی ان کا لوہا مانتی ہے۔ آپ نے بھی کئی سال جیل میں کاٹے
 ہیں؟“ شالک رکا پھر تینوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا ”تو حضرات آپ
 تینوں میں کم از کم ایک خصوصیت شامل رہی؟“
 تینوں کچھ نہ بولے۔

شالک نے میز کی دراز کھولی اور ایک لفافہ نکالا۔
 ”اب ہم بزنس کی طرف آتے ہیں“ اس نے لفافے میں سے ایک تصویر
 نکالی اور ان کی طرف بڑھا دی۔ فیملی نے حیرت سے دیکھا کہ وہ ایک مرد
 کی انگوٹھی کی تصویر تھی۔ اس نے شالک کو جنبش دی اور تصویر گہری کی
 طرف بڑھا دی۔ گہری نے اُسے دیکھا اور جو نر کو تھما دی۔

”یہ ایک انگوٹھی کا ڈیزائن ہے جس کو سیرر بورغیا نے تیار کیا تھا۔
 شالک نے کہا ”میرا خیال ہے آپ لوگوں نے لودغیا کا نام نہ سنا ہوگا؟“
 ”لودغیا؟ وہ تو نہیں جو لوگوں کو نہر دے کر ہلاک کیا کرتا تھا۔ فیملی

ہاں۔ اس کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنے زہول کے باعث بہت سے لوگوں کی ہلاکت کا باعث بنا۔ یہ انگوٹھی جو ہم دیکھ رہے ہیں اس کا ڈیزائن اسی نے تیار کیا تھا اور سو لکھوں صدی کے آغاز میں ایک نامعلوم سار نے یہ انگوٹھی بنائی تھی۔ بظاہر بے ضرر نظر آنے والی یہ انگوٹھی دراصل ایک خطرناک متھیار ہے۔ میریوں کے وہ مہیاں تھوٹی سی خلا ہے جس میں زہر بھرا جاتا تھا۔ اس خلا سے ایک بہت باریک سولی نکلی ہوئی ہے۔ جب بورغیا کسی کو ناک کرنا چاہتا تو وہ انگوٹھی کا رخ اس طرح رکھتا کہ ہاتھ ملائے وقت سولی کی ٹکی سی خراش دشمن کے ہاتھ کو لگے۔ اور یہی خراش چند گھنٹوں بعد ہاتھ ملانے والے کی موت کا باعث ہوتی تھی۔ اس انگوٹھی کا سب سے پہلا شکار وہ بنا رکھا جس نے اسے بنایا تھا۔

یہ انگوٹھی کئی صدیوں تک گم رہی۔ پھر ایک بڑے آدمی کے مرنے کے بعد اس کے نادرات میں سے برآمد ہوئی۔ ایک ماہر نے اسے پہچانا اور بہت کم قیمت میں خرید کر میرے پاس لایا۔ شاک نے سگار کی راکھ جھٹکی۔ "میں نادرات بھی خریدنا ہوں اور انھیں بھاری قیمت پر شائقین کے ہاتھ پہناتا ہوں۔ چنانچہ یہ انگوٹھی بھی میں نے اپنے ایک سوکل کے ہاتھ ہی جس نے بورغیا کے تمام لوازمات جمع کیے ہیں۔ مگر چھ ماہ بعد یہ انگوٹھی چوری ہو گئی۔ میں نے بڑی مشکل سے پتہ لگایا ہے کہ کئی سال یہ انگوٹھی ایک ایسے شخص کے پاس ہے جس نے دنیا بھر سے نہایت اعلیٰ اور قدیم نادرات جمع کیے ہیں۔ میرے دوستوں! میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس انگوٹھی کو واپس لا دو۔"

شاک خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر فینیل نے پہلو

بول کر کہا : تمہارا مطلب ہے ہم اسے چرا کر لائیں ؟
 شالک نے اُسے ناگوار سے دیکھا۔

”ہو سکتا ہے ایک لحاظ سے یہ کہا جاسکے۔ مگر میں بتا چکا ہوں کہ میں
 شخص کے پاس نی الحال یہ انگلوٹھی ہے اس نے خود اسے چرایا ہے۔ لہذا اگر تم اسے
 اس کے پاس سے واپس لے لو تو اسے کوئی شکایت نہ ہونی چاہیے، نہ ہی وہ پولیس
 تک معاملہ پہنچا سکتا ہے۔“

”انگلوٹھی کی قیمت کیا ہوگی؟“ فینل نے پوچھا۔

”تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہیے۔ اس کی قیمت وہی لوگ جانتے ہیں
 جو اس قسم کی اشیاء کے شائق ہیں۔“ شالک نے ایک لمحہ رک کر پھر کہا : ”اب میں
 تمہیں اس شخص کے بارے میں بتانا ہوں جس کے قبضے میں فی الوقت یہ انگلوٹھی
 ہے۔ وہ بے انتہا امیر ہے اور اسے دنیا کے بہترین عجائب جمع کرنے کا بہت شوق
 ہے۔ اس کے پاس ایسے ماہر ہیں جو اس کے لیے دنیا بھر سے پرانی اور قیمتی چیزیں
 جراتے رہتے ہیں۔ انھوں نے ٹرے ٹرے عجائب خانوں میں چوریاں کی ہیں۔ یہاں
 تک کہ لوہے کے جہیز میں بھی ا ل لہذا اس آدمی کے پاس دنیا کا سب سے بہترین
 پرائیوٹ عجائب خانہ ہے۔“

گہری جواب تک خاموش تھا لہذا : ”اور یہ عجائب خانہ کہاں ہے؟“
 ”ڈی اکینس برگ کی پہاڑیوں میں۔ یا سٹولینڈ اور شمال کی سرحدوں پر۔“
 کینہڈی جونز چونک اٹھا : ”کیوں یہ شخص میکس کالینبرگ کو نہیں؟“

شالک نے سگارد کاش لیا : ”کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”جنوبی افریقہ میں رہنے والا کون ہوگا جو اسے نہ جانتا ہو؟“
 ”لو پھر کہیں نہ تم من دونوں حضرات کو اس کے متعلق بتاؤ۔“

کہا اسی کے پاس انگوٹھی ہے؟

شاہک نے اثبات میں سر ہلایا۔

لیکن جو تیرنے سگریٹ سٹاک کر ایک طویل کش لیا اور دھواں اڑاتا ہوا ہوا

۸ میں وہی جانتا ہوں جو اس کے متعلق مشہور ہے۔ کالینبرگ کا باپ ایک

جرمن رنیرچی تھا۔ کسی طرح اس کے ہاتھ جو ہاتسبرگ کی ایک سونے کی کان لگ

گئی۔ اس نے کروڑوں روپے کا سونا پیدا کیا۔ اس نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک

مقامی لڑکی سے شادی کی کہ دولت کا وارث پیدا ہو۔ ان کی شادی

سے ایک لڑکا پیدا ہوا، میکس کالینبرگ، مگر اس کی پیدائش بڑی پراسرار تھی بڑے

کوہنن ڈاکٹر اور نرس نے دیکھا تھا۔ اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اُٹتی رہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا بچہ جالوز کی شکل کا تھا۔ بہر حال کوئی اسے نہ دیکھ سکا۔ کچھ دنوں

بعد پورے گا کالینبرگ ایک حادثے میں مارا گیا۔ اس کی بیوی نے جو ہاتسبرگ چھوڑ دیا

اور ڈراکینس برگ کی پہاڑیوں میں مکان بنا کر رہنے لگی۔ اس نے اپنے بچے کو سب

سے چھپائے رکھا۔ بیس سال ہوئے وہ عودت جو مرنے۔ اب میکس کالینبرگ

اس جگہ رہتا ہے۔ وہ اب بھی تارک الدنیا ہے۔ اس نے اپنے باپ کی دولت

میں بہت اضافہ کیا اور اپنے گھر کو ایک عالی شان محل میں تبدیل کر دیا۔ اس

کے مکان کے آس پاس ایک تقریباً سو مربع میل کی زمین پر اس کا بھتیجہ اپنے بچے کے

پاس کئی انفریجی زولو لوگر ہیں جو اس کی زمین پر پہرہ دیتے ہیں اور شکایتیں اٹھاتے ہیں

اور دوسرے لوگوں کو اس طرف جانے سے روکتے ہیں۔ جہاں تک میں نے سنا ہے اس

کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہاتھی کو چوہے کے غبرے

میں پکڑنا۔

جو تر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کوئی کھڑکی دھلا۔ پھر فینیل نے سکوت توڑا

”کیا یہ صحیح ہے؟“

شالک نے شالوں کو جنبش دی۔ ”بہت جلد تک۔ مگر میں نے پہلے ہی
کہا تھا یہ سہم آسان نہ ہوگی۔ میں تم لوگوں کو بہت زیادہ معاذ خدا دے رہا ہوں۔
کالینبرگ کے مکان تک پہنچنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ میں نے بہت سی
معلومات جمع کی ہیں جو تم لوگوں کے کام آئیں گی۔“

”بہت خوب۔“ فیصل طنز پر انداز میں بولا۔ ”اگر ہم اس کی اراضی تک پہنچ
بھی گئے تو اس کے گھر میں داخل ہونے کی کیا صورت ہوگی؟“

”مسٹر جوترنے ایک خاص بات بیان بتائی۔“ شالک نے کہا۔ ”وہ یہ کہ
لو کالینبرگ اپا جج ہے مگر خوبصورت لڑکیاں اس کی سب سے بڑی کمزوری ہیں۔
شالک آگے بھٹکا اور پراہمیت انداز سے کہنے لگا۔ ”ہر قلعے کی مضبوطی میں کہیں نہ
کیس خالی ضرور ہوتی ہے بشرطیکہ تم اسے تلاش کر سکو۔ میرے پاس ایک صورت
ہے جو تمہیں کالینبرگ کے مکان کے اندر پہنچائے گی۔ اگر وہ نہ پہنچا سکی تو کوئی نہ
پہنچا سکے گا۔“

اس نے میز کے پاؤں پر لگا ہوا ایک ٹبن دہایا۔
جندبھوں کے لقون کے بعد شالک کی پشت پر ایک دروازہ کھلا اور ایک
بے حد خوبصورت اور دلکش لڑکی جو ان قینوں میں سے کسی نے تصور میں
بھی نہ دیکھی ہوگی، اندر داخل ہوئی۔ اور پُر وقار انداز سے چلتی ہوئی شالک
کی میز کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

تعارف اور فرار

پنچ (۱) پنچ

دس سال پہلے آرموشالک ایک معمولی انسان تھا۔ ایک دن اس نے سفر کے ایک اخبار میں اس طرح کا اشتہار دیا کہ وہ ہر وہ کام کر سکتا ہے جس میں مشکلات درپیش ہوں۔ اس اشتہار کا صرف ایک جواب آیا تھا مگر کافی سے زیادہ ثابت ہوا۔ اس کا موکل ایک عرب شہزادہ تھا جسے امریکن آئل کمپنی اور ایک دشمن عرب ریاست کے درمیان ہونے والے معاہدے کے متعلق کچھ معلومات درکار تھیں۔ شالک نے وہ معلومات بہم پہنچائیں اسے دس ہزار ڈالر فیس ملی۔ ساتھ ہی اس عرب شہزادے نے اپنے حلقے میں یہ بات مشہور کر دی کہ شالک ہر طرح کی مصیبت کا حل تلاش کر سکتا ہے۔ ایک سال بعد شالک لندن آگیا۔ اس نے چند دولت مند موکل بنائے جن کے لیے طرح طرح کے کام کرتا تھا۔ اس کی فیس میں اضافہ ہوتا چلا گیا، مگر وہ ہمیشہ اپنے موکل کو خوش کر دیتا تھا۔ اس کے موکلوں میں بینکس اس کے تیل کے تاجروں چار عرب شہزادے، دو بڑے اہم دولت مند امریکن عیسائی، ایک یونانی جہاز راں کمپنی کا مالک اور بہت سے انگریز، فرانسیسی اور جرمن صنعت کار شامل تھے۔

وہ ہمیشہ کہا کرتا: ”کوئی چیز ناممکن نہیں اگر محدود مدت اور دماغ برسر کار لائے جائیں۔“ پھر وہ اپنے موکل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا: ”آپ مدت فراہم کیجئے اور میں دماغ!“

وہ ترقی کرتا گیا۔ پہلے اس نے سوچا اپنے لیے مستقل کام کرنے والے آدمی

رکھ لے۔ پھر خیال آیا اس طرح بہت سارے ہیہ تو اچھے ہائے میں صوبہ ہوگا۔
اور ضروری نہیں اس کے آدمی ہر وقت مصروف ہی رہیں۔ لہذا اس نے فیصلہ
کیا کہ ہر کام کے لیے مناسب آدمی وقت بہت تلاش کیے جائیں۔ اور کام ہو جانے
پر انھیں جواب دے دیا جائے۔ اس نے لندن کی ایک برنامہ پرائیویٹ سروس
رساں کمپنی سے رابطہ رکھا تھا جو نہ صرف ایسے موقعوں پر اسے مناسب آدمی فراہم
کرتی تھی بلکہ ان کے متعلق مکمل معلومات بھی حاصل کرتی تھی۔ اسی کمپنی کی مدد سے
یونیٹل، گیری ایڈمز ڈاٹ کام کنفیڈی جو نر کا انتخاب موجودہ مسم کے لیے عمل میں آیا تھا۔
• شاگل کے مستقل اسٹاف میں صرف دو افراد تھے۔ شالی نارمن جو اس کی
اسسٹنٹ تھی اور جارج شمیلورن جو اس کا سکرٹری اور متعدد خاص تھا۔
مگر جیسے جیسے شاگل ترقی کرتا گیا اس کی 'مہمات' زیادہ خطرناک ہوتی
گئیں۔ اور اسے احساس ہونے لگا کہ اسے ایک عورت کی بھی ضرورت ہے۔
ایک عورت جو مستقل طور پر اس کے لیے کام کرے اور خوبصورت ہونے کے
ساتھ ساتھ ذہین اور چالاک بھی ہو۔ ایسی عورت کئی مردوں پر بھاری ہوتی
ہے۔ ماضی میں اس نے چند عورتیں کرایے پر حاصل کی تھیں مگر ان کی صلاحیتوں
سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔ لہذا اپنے بزنس کے لیے ایک مستقل عورت کی
تلاش کا خیال اس کے ذہن میں بڑھ کر پڑا گیا۔

ایک دن اس کی ایک ادھامی مگر دولت مند موکل نے اسے لڑکھو سے
لکھا کہ شاگل ڈنمارک جا کر اس کے لیے چیتے کی کھال کا کوٹ خرید لائے۔
شاگل کے لیے وہ موکل بہت اہم تھی اور اس سودے میں اسے معقول
معادعہ ملنے کی توقع تھی۔ لہذا فوراً اس نے ڈنمارک جانا منظور کر لیا۔
وہ ڈنمارک کے دارالحکومت میں سب سے عالی شان ہوٹل میں مقیم تھے

ہوا۔ یہیں پر اس بات کا انتظام تھا کہ جانوروں کی کھالوں کا سودا گراہی
ماڈل لڑکیوں کو مختلف قسم کی کھالوں کے کوٹ پہنا کر اپنے گاہکوں کے سامنے
پیش کرتا تھا۔

- شالک کھانا کھاتے ہوئے کوئلوں کا نظارہ کر رہا تھا کہ اچانک ایک کوٹ
کے بجائے اس کے پختے والی پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ اذرا نقد، ریشمیں
زلفیں، عمر پچیس یا پچیس سال۔ موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی آنکھیں مچھوٹا
سادہ باز، تیلے تیلے ہونٹ اور بہت پرکشش جسم.... شالک نے اتنی
• حسین اور دلکش لڑکی آج تک نہیں دیکھی تھی۔

اس نے فوراً کوٹ کے سودا گر لارسن کو اشارہ کیا اور کہا
"میں وہ چہتے کی کھال کا کوٹ لوں گا۔ اسے سنر ریان کے لیے پارسل
کر دو؟ پھر ذرا رک کر دینا منت کیا؟" وہ لڑکی کون ہے جو کوٹ پہنے لگی ہے؟
لارسن مسکرایا "کوٹ ہی کی طرح خوبصورت ہے۔ کیوں؟ وہ لارا
ڈیسمنڈ ہے، ایک امریکی ماڈل جو کبھی کبھار یہاں بھی آ جاتی ہیں۔ میرے
چہتے کی کھال کے کوٹ صرف اسی کے جسم پر بچنے ہیں؟"

شالک نے جیب سے اپنا کارڈ نکالا اور اسے دیتے ہوئے کہا "کیا تم
اسے میرا کارڈ دے کر یہ کہہ سکو گے کہ اگر اسے مستقل نوکری کی ضرورت ہو تو
میں اس کے کام آ سکتا ہوں۔ اسے بتا دو میں کون ہوں؟"

لارسن شالک سے ابھی طرح واقف تھا۔ اُسے یقین تھا کہ شالک کی
اس لڑکی سے دلچسپی محض کاغذ باری ہوگی۔ اس نے لارا ایک شالک کا
پیغام بھیجا دیا۔

اسی شام لاوانے اسے فون کیا۔ شالک نے اسے رات کے کھانے کی

دھوت دی اور کھانا کھاتے ہوئے مطلب کی بات پھیر دی۔

”مس ڈیسمنڈ! مجھے اپنے کام کے لیے ایک عورت کی ضرورت ہے۔ میرا بزنس نسا اسپتال قسم کا ہے۔ میں بڑے بڑے رئیسوں، نوابوں اور مشہور آدمیوں کے لیے کام کرتا ہوں۔ میرا مقولہ ہے کہ کوئی شے ناممکن نہیں اگر معقول روپیہ اور دماغ استعمال کیے جائیں؟ وہ ذرا دیر کا پھر سمجھنے لگا۔ میرا کام بڑی حد تک آسان ہو جائے گا اگر تم جیسی خوبصورت لڑکی مستقل طور پر میرے لیے کام کرے۔ میں یہ واضح کر دوں کہ تمہیں کبھی کبھار خطرناک مرحلے بھی سرانجام دینے پڑیں گے، مگر ہمیشہ قانون کی حدود میں رہ کر۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں تھا۔ میں بہت معقول تنخواہ دوں گا۔ تمہارے لیے رانا، مادہ جوئل میں کرے مخصوص کر دیے جائیں گے جن کا کرایہ میں دوں گا۔ اور مس ڈیسمنڈ! میں تمہیں یہ بھی یقین دلا دوں کہ ہمارا تعلق صرف کام و بار کی حد تک ہوگا؟“

لارا تھوڑی دیر خاموشی سے کھاتی رہی پھر بولی۔ ”آپ نے، کیسے فرض کر لیا کہ میں آپ کے بزنس کے لیے کارآمد ثابت ہوں گی۔ شرٹالک؟“

”میرا دل کہتا ہے تم یہی لڑکی ہو جس کی مجھے تلاش تھی۔“

”اور یہ معقول تنخواہ جو آپ فرما رہے ہیں وہ کتنی ہوگی؟“

”پہلے تم مجھے اپنے متعلق بتاؤ تاکہ مجھے تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ لگانے میں آسانی ہو۔“

لارا مسکرائی۔ مسکراہٹ نے اس کے حسن میں اور اضافہ کر دیا۔

”جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میں خوبصورت ہوں، میں ذہین بھی ہوں، جس کا اندازہ آپ کو بعد میں ہوگا۔ فریخ، اٹالین اور اسپینی اچھی طرح

ہوں سکتی ہوں۔ ہر من بھی ٹھوڑی بہت جانتی ہوں۔ میرا باپ ایک بڑے
اصطبل کا نگراں تھا۔ لہذا میری پیدائش ہی گھوڑے کی پیٹھ پر ہوئی تھی۔ اس
کے علاوہ میں برت پر اسکیٹنگ کر سکتی ہوں، ہر طرح کی کشتیاں اور موٹر بوٹ
چلا سکتی ہوں۔ کاروں کی دھڑ میں حصہ لے چکی ہوں اور ہر قسم کی کار کے متعلق
معلومات رکھتی ہوں۔ میں مردوں کو فوراً پہچان لیتی ہوں کہ کون کیا چاہتا ہے۔
مجھے جنسیات سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔ اگر ضرورت پڑے تو مردوں کو خوش
کر سکتی ہوں۔ فی الحال ایک ماڈل کی حیثیت سے اپنی روزی کھاتی ہوں۔
مگر مجھے روپے سے پیار ہے اور جتنا مل سکے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔
”پسنول وغیرہ چلانا جانتی ہو؟“

”کیا اس کی ضرورت ہوگی؟“

”چونکہ تم دوسرے فنون میں ماہر ہو، تمہیں اسلحہ کے استعمال سے بھی
واقف ہونا چاہیئے اور ساتھ ہی اپنی حفاظت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔
غیر اس کا انتظام میں کر لوں گا۔“

ٹھوڑی دیر خاموشی رہی جس کے دوران وٹھر نے آکر لیٹس تبدیل کیں
اور شالک کے سامنے بہت پُرانی اور اتنی ہی مہنگی شراب رکھی جب وٹھر
چلا گیا تو لارڈ نے اپنی چھری اٹھائی اور مسلم بیچ کا ایک ٹکڑا کاٹی ہوئی بولی
”اب آپ کی باری ہے۔“

”میری باری کہیں چیز کی؟“

”میری خواہ کے بارے میں۔ جس نے اپنے متعلق تمام بار اب

آپ قیمت لگائیے۔“

شالک کو اس کی صاف گوئی پسند آئی۔

انگوٹھ کی شیکان

۳

”مس ڈیسمنڈ! اگر تم میرے احکامات کی پابند رہو اور سال کے گیارہ ماہ صرت میرے لیے کام کرو۔ باقی ایک ماہ بھٹی کا بھوگا، قومیں تم کو دس ہزار ڈالر سالانہ اور تمہارے کچے ہوئے کا صوں میں نفع کا ایک فی صد دینے کو تیار ہوں۔ اندازاً انھیں پچیس ہزار ڈالر سالانہ کی آمدنی ہوگی و لارڈ نے قیمتی شراب کے ایک دو گھونٹ لیے۔ چند الفاظ اس کی تفریق میں کئے، پھر کھانے میں مشغول ہو گئی۔“

”بولو کیا کستی ہو؟“ شالک نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔
 ”نہیں۔ مجھے منظور نہیں۔ لارڈ سر بلا کر بولی: اگر کسی رئیس کی داشتہ بن کر دیوں تو مجھے اس سے دوگنی آمدنی ہو سکتی ہے۔ آپ مجھے سال کے گیارہ ماہ اپنا پابند رکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں مسٹر شالک۔ مجھے آپ کی لگائی ہوئی قیمت منظور نہیں۔“

شالک نے سوچا اگر وہ منظور کر لیتی تو اسے مایوسی ہوتی۔

”بہتر ہے۔ تم اپنی شرائط بیان کرو۔“

”پچاس ہزار ڈالر سالانہ اور جو آمدنی میری وجہ سے ہو اس کا پانچ فی صد کمیشن۔ لارڈ نے بلا توقف کہا۔“

شالک نے سر ہلایا۔ ”مجھے ایس اور تلاش کرنا پڑے گی۔“

”مجھے بھی کہیں اور دیکھنا پڑے گا۔“ لارڈ پر دانی سے بولی۔

مگر شالک سمجھتا تھا یہی عورت اس کے معیار پر پوری اترتی ہی، لہذا اس نے سودا کرنا شروع کیا اور ڈنر کے اختتام تک دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ لارڈ کو پچاس ہزار ڈالر اور پانچ فی صد کمیشن ملے گا۔

سودا ملے ہوئے پر شالک اسے لندن لے آیا اور اپنے ہوٹل میں ایک

سوئٹ اس کے لیے مخصوص کیا اور اس کے لیے کچھ ماہرین مقرر کیے جو اسلامی بازی اور جوڑو کی تربیت دینے لگے۔ لارا نے اس میں بھی اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور بہت جلد تربیت دینے والوں کو یقین دلایا کہ وہ ہر نازک موقع پر اپنا دفاع خود کر سکتی ہے۔

پھر وہ مہذبہ عمل میں آگئی۔ جلد ہی شالک کو اطمینان ہو گیا کہ اس کا انتخاب غلط نہیں تھا۔ لارا نے اس کے لیے دو بڑے کام بہت فوری طور پر سر انجام دیے۔ دو نور بھالوں میں لارا کو ان مردوں کے ساتھ شب باندھی کرنی پڑی تھی جو مطلوبہ معلومات سمیٹا کر سکتے تھے۔ لارا نے ہر حال اپنا کام خوش اسلوبی سے سر انجام دیا۔ شالک نے تفصیل نہیں پوچھی۔ اسے اپنے کام سے غرض تھی خواہ وہ کسی طرح سے بھی ہو۔ اب وہ چھ ماہ سے کام کر رہی تھی اور خود اس کا کمیشن سالانہ آمدنی سے زیادہ ہو چکا تھا۔

شالک نے اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر اسے اجازت دی کہ وہ سوئڈ لینڈ جا کر چند روز آرام کرے۔ مگر اس کے جانے ہی بعد دنیا دہلی انگوٹھی کا معاملہ آن پڑا۔ شالک نے تار دے کر اسے بلوایا۔ وہ فوراً واپس آئی سوئڈ لینڈ کی کھلی فضا اور دھوپ نے اس کے حسن میں مزید دلکشی پیدا کر دی تھی۔

شالک نے اسے نور خیا کی انگوٹھی کے متعلق بتایا۔
"نالا اچھی جڑ ہے" اس نے مزید کہا "تم وہاں جانا پسند کر دگی

میں نے جن تین مردوں کو تمہارے ساتھ جانے کے لیے منتخب کیا ہے وہ اپنے اپنے کام کے ماہر ہیں۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مگر میں تمہیں آگاہ

انگوٹھی کے شکاں

۲۱۳

کردوں کہ کام خطرے سے خالی نہیں۔ کالینبرگ بہت خطرناک آدمی ہے۔
لارائے لا پرواہی سے شالوں کو جنبش دی " بہت سے مرد خطرناک
ہوتے ہیں۔ مگر بہت سی عورتیں بھی....."

— (۲) —

اس وقت شالک کے آفس میں لارا کو آتے ہوئے ایک کرنٹنوں مرد کھڑے
ہوئے۔ شالک نے تعارف کرایا اور لارا نے تینوں کو خور سے دیکھا۔ اُن میں
کینیڈی جو نر اور گیری ایڈورڈ اسٹے پہلی نظر میں پسند آئے۔ مگر سوائفل کے
مشقی اس نے اٹھانہ لگا یا کہ یہ شخص دوسرا بہت ہو سکتا ہے اور کھا خوب جلد
یا بدیر اس سے دودھ باتھ کرنے پڑیں۔

شالک نے لارا کے لیے ایک کرسی کھینچی اور وہ سب بیٹھ گئے۔ شالک نے
بولنا شروع کیا :-

"مس ڈیسمنڈ تمہارے ساتھ سفر کریں گی۔ تم لوگ منگل کو یہاں جو ایئر
کے لیے روانہ ہو گے۔ میں نے تمہارے لیے وہاں کے صبح سے مشہور ہوٹل رزرو کرے
تک کمرہ دیے ہیں۔ تم لوگ وہاں اتنی دیر ٹھہرو گے جتنی دیر جو نر کو مزید سفر
کی تیاری میں لگے گی۔ ایک ہیلی کاپٹر بھی انتظام کیا گیا ہے جسے مشر ایڈورڈ اور
مس ڈیسمنڈ استعمال کریں گے۔ جس کالینبرگ کے طویل و عریض مکان کے متعلق
معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ مگر وہ معتبر نہیں۔ لہذا مس ڈیسمنڈ کے بے ضروری
جو کچھ وہ اندر جا کر ان معلومات کی تصدیق کریں۔ یہ معلومات اس لئے ہیں
کہ کالینبرگ کا عجیب خاص مکان کے کس حصے میں ہے اور حفاظتی اقدامات اس
قسم کے ہیں؟ مس ڈیسمنڈ ایک فوٹو گرافری حیثیت سے چاہیں گی۔ اور امریکہ کے
ایک مشہور میگزین کے لیے افواج کے جنگی حالات کی تصاویر منیچے کا ہمارا کریں گی۔

ہیں۔ انہیں دیکھ کر تم لگانہ لگا سکو گے کہ تجوریاں کس طرح فٹ کی گئی ہیں اور دستر
مخافتی اندازات کیسے ہیں؟ شالک نے اپنے بیگ میں سے ایک لفافہ نکال کر فینل
کی طرف پڑھایا۔ "اسے دیکھو اور پھر تک مجھے اس کے متعلق بتاؤ۔"
"او۔ کے۔" کہہ کر فینل نے لفافہ اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔

شالک گیری کی طرف بھڑا۔
"سٹرائیڈرڈ! میں نے ڈرگینس روگ کی پہاڑیوں اور کالینہرگ کی اداہنی
کے نقشے حاصل کیے ہیں۔" اس نے دوسرا لفافہ میز پر رکھا۔ "تم انہیں دیکھ کر ایسی جگہ
کاش کرو جہاں ہیلی کاپٹر لینڈ میں سٹریچرز کو آسانی ہو۔"
گیری نے سر ہٹاتے ہوئے لفافہ اٹھایا۔
شالک اب جونز سے مخاطب ہوا:-

"تمہارا کام سب کے لیے مغربی ضروریات اور ٹرانسپورٹ فراہم کرنا ہے۔
تم اور سٹریچرز کا ریسہ اپنا بدل جو ڈوگے۔ جب کہ مس ڈیسمنڈ اور سٹریچری، سنی کا پٹر
سے پرانا کر رہا ہے۔ اخراجات کی پرہیز کی جائے۔ راستہ بہت دشوار گزار ہے۔
لہذا ہر ممکن تکلیف اور مصیبت کے تعادل کے لیے تمہیں تیار رہنا چاہیے۔ کالینہرگ
کو اراہنی تک پہنچنے کا راستہ ان دلوں بارش کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف دہ رہتا
ہے۔ تمہیں ان افویقی حبشیوں کا بھی خیال رکھنا پڑے گا جو ان اہران کی سرانی
کرتے رہتے ہیں۔ یہ حبشی زولو کہلاتے ہیں۔ تم خود جنگلوں کے کثرت ہو کر
مجھے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"
"میں سب اقدام کر رہا ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے اب ہم پھر کو پھر ملیں گے۔ تب تک ساری تفسیلات طے
ہو جائیں گی۔ کسی کو کچھ پوچھنا ہے؟"

فیصل آگے کو بھٹکا۔

• کچھ روپیہ ایڈوانس مل جائے تو کیسی رہے۔ ہم لوگوں کو تو ہزار ٹالہ پٹنے
 دلائے ہیں لہذا کیوں نہ غصا اٹھو دے دیا جائے ؟
 شالک سقاوت سے سُکرایا • مجھے تم سے اسی کی توقع تھی • اس نے
 میری دراز سے چار لفافے نکالے۔ ایک لارا کو دیا۔ باقی میری پھیلا دیئے • ان
 میں تین تین ہزار ڈالر کے سفری چیک۔ ہیں۔ جب تم لوگ واپس آؤ گے تو باقی رقم
 ادا کی جائے گی۔ اب ہم یہاں کی سیج کو سناٹے تو بچے بیٹھیں گے •
 لا لا اسی دکان سے کی عورت ٹرگنی جو صرے آتی تھی۔ گیری اور گانڈھرت
 بھری نگاہوں سے اسے جانا دیکھتے رہے۔ پھر وہ بھی جانے کے لیے اُٹھے۔
 " ستر فیصل ! " شالک نے آواز دی۔

فیصل نے مڑ کر دیکھا۔

• میں تم سے دو ایک ہائیں اور کتنا چاہتا ہوں جن کے لیے ان دونوں
 اشیاء کا دست معاوضہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا •
 فیصل نے خالوں کو جھنسن دی، وہ یہ بیٹھ گیا۔ شالک نے ہاتھ دونوں کی
 طرف دیکھ کر ہاتھ بلایا اور وہ باہر چلے گئے۔

شالک نے ڈبے میں سے ایک سگار نکالا، اس کا گوشہ توڑ کر اُسے جلایا
 اس نے زین کش بیٹھ • اس دوران میں وہ فیصل کو بخور دیکھتا رہا تھا۔

• بہتہ ہو گا ستر فیصل ! " اس نے گنا شروع کیا " کہ میں تم سے صاف
 صاف منگوا کر دوں۔ تمہارے دونوں ساتھی گڑ گڑ میں رہ کر آئے ہیں بھرپور
 مدد کی ضرورت ہے۔ تمہارا بھائی جیسا کہ تمہارے بھائی جیسا کہ تمہارے بھائی جیسا کہ
 دور منہاں ہو گا۔ میں نے اس نام کے لیے تمہیں صرف اس لیے چنا ہے کہ

انگوٹھی کے نشان

۳۷

تمہاری تجویزی توڑنے کی مہارت کو بروئے کار لاسکوں۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہیں
تمہارے بیگ گراؤنڈ سے واقف نہیں ہوں۔ تم اس وقت چپستے پھر رہے ہو
اور ملک سے باہر بھاگنے کی فکر میں ہو۔ تم نے اپنے گردہ کے پانچ سانبھوں کو ہلکا
دے کر گرفتار کروا دیا تھا نا کہ تمہاری سزا میں تخفیف ہو سکے۔ لہذا گردہ کا بیڑ
میرا دنی اب تمہارے خون کا پیا سا ہے۔ پچھلی بات تم پر حملہ بھی کیا گیا تھا جو
انعام رہا۔ ہو سکتا ہے دوسرا حملہ ناکام نہ رہے؟

شالک نے رک کر فیمل کی طرف دیکھا جو اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور
اس کی آنکھیں جھپک رہی تھیں۔ اس نے بھر گنا خیر دے کیا۔

”اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں اپنے لیے کام کرنے والوں کے متعلق قتل
معلومات رکھتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین بے رحمانہ قتل کرنے کے سلسلے
میں بائنگ کانگ، استنبول اور ناہروا کی پولیس تھری ملائی ہیں ہے بلکہ انٹرنیشنل
تمہارے پیچھے ہے۔ میرے پاس ان جرائم کا پورا ثبوت موجود ہے جس پر انٹرنیشنل
تھریس ملٹوں میں بکڑ سکتی ہے۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو مسٹر فیمل؟“
فیمل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو میرا نبھاں تھا ہم مل کر کام کر رہے ہیں؟“
”ہم مل کر کام کر رہے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری جان بچاؤں“

نہیں دے سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دو باتوں کا خاص ذور ہو۔ اولیات
رکتو۔ شالک نے اپنا منگوا اس کے سامنے ہلایا۔ ”ایک تو یہ کہ تیرا لائیوٹ
کو باطل نہیں چھوڑے گا۔ تم نے ابھی جیسی ہی اسے دیکھا تھا تمہارے گمہ
دماغ میں اس کے متعلقہ فیملیات آنا شروع ہو گئے تھے۔ تم بہ سوچنے لگے
ہو گے کہ انٹرنیشنل میں کس جہاز کی پیچھے تم اس کے ساتھ جانا چاہتے ہو؟“

انگوٹھوں کے شکاں

۳۸

کر سکو گے۔ یاد رکھو اگر تم نے اس کے ساتھ مذا بھی بدسلوکی کی تو انٹرپول میری
معلومات سے فائدہ اٹھائے گی۔

فیصل نے زبردستی مسکراتے کی کوشش کی۔

”تم اس وقت حکم کا اکر لے رہے ہو۔ چلو دھو دباؤ اسے اپنی ماں
کی جگہ سمجھوں گا؟“

شالک نے نہ بنایا۔

”اگر تم بڑا زانا لوں کہوں کہ مجھے تمہاری ماں سے ہم دیا ہے؟“

فیصل زور سے ہنسا

”نہیں اس سے کوئی ہم دیا نہ ہونا چاہیے۔ وہ اپنے گروہ کی سب سے مشہور
ادب خاطر جو رہتی۔ اگر افسوس کرنا ہے تو میرے پاس کے لیے کرو جس نے میری سب سے
جیل جانے پر اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ ڈالا تھا؟“

”مجھے تمہاری فیملی ہسٹری سے کوئی سروکار نہیں۔ شالک نے خشک لہجے میں
کہا۔ ”میری دوسری ہدایت یہ ہے کہ مجھے وہ انگوٹھی چاہیے۔ یہ مہم آسان
نہیں مگر میں نہیں سمجھتا کہ تم جیسا تجربہ کار اور بے جگر آدمی بھی اس میں
ناکام رہے۔ اگر تم ناکام رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنی معلومات انٹرپول تک نہ
ہینچا دوں۔ لہذا یاد رکھو میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔“

فیصل خوشخوار لہجہ میں مسکرایا

”میں وہ کراہتی انگوٹھی ضرور نہیں لا دوں گا۔ اس نے کہا۔ لیکن اگر
میری اتنی ہی اہمیت ہے تو کہوں نہ مجھے کچھ زیادہ مواد ضرور دیا چلنے؟
”اس پر وہ جواب میں خود کردوں گا۔ جب تم کامیاب ٹوٹو گے۔ اب تم جیسا
سکتے ہو۔“

گلوٹھی کے شکار

۴۰

”میں محتاط رہوں گا۔ اتھا اب میں چنوں۔ اب پر کو عاتات ہوگی۔“

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

گھری نے ٹونی کے انتظار میں رب روم میں بیٹھے بیٹھے کئی پرگ چڑھا دیں اور اب اسے ہلکا ہلکا نشہ ہونے لگا تھا۔ ساتھی جب اسے ٹونی پر غصہ آنے لگا تھا تب ہی وہ اپنا سب سے بہترین لباس پہنے تمام تر وہلاٹوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی۔

”اتنی دیر؟“ گھری نے لہجے میں بولا۔ ”میں بھوک سے مرا ہوا ہوں۔“

”کیوں کیسی نکلتی ہوں؟ ٹونی اس کے خستے کی پردا کیے بغیر مسکراتی ہوئی

ہوئی۔“

گھری نے ابھی ابھی لاوا کر دیکھا تھا۔ اس کے مقابلے میں ٹونی کا حسن پھیکا اور مصنوعی لگ رہا تھا۔ پھر بھی اس نے ٹونی کا دل رکھنے کے لیے کہا:

”بے جرمین نکلتی جو۔“

دونوں ڈائیننگ ہال میں گئے۔

”تو نہیں وہ کام مل گیا؟“ ٹونی نے بیٹھے ہوئے پوچھا۔

”نہ ملتا تو میں یہاں کیوں آتا؟“ گھری نے ویٹر کو بلا کر سب سے قیمتی کھانے

اور شراب کا آرڈر دیا۔

”لگتا ہے تمہیں مخروں کا خزانہ ملنے والا ہے؟“ ٹونی نے حیرت سے اس کی

پوچھتے ہوئے کہا۔ ”جس طرح وہ آرڈر منے دیا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے؟“

”نہیں مجھے پچھلے قاعدوں کا خزانہ مل رہا ہے؟“ گھری نے ہنسنے لگی

اور تھڑھاکر اس کی ران پر پھیرا۔ ٹونی نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

فوری دیر بعد دھڑکنے والی دھڑکنے نے ہنسنے لگا دیا۔

انگوٹھی کے شکار

۱۷

وہ تھوڑی دیر خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر لونی نے پوچھا۔ "اب بتاؤ کس قسم کا کام تھیں اسے؟"

"بہت آسان۔ بلکہ تفصیلاً اوقات سمجھ لو۔ مجھے مثال جانا ہے اور چونکہ نیم حجازیہ سے اتنی ہی نااہل ہو جتنا کہ میں۔ لہذا انھیں بتا دوں کہ مثال جنوبی افریقہ میں ہے۔ وہاں میں ایک امریکن عورت کو ہیلی کاپٹر میں ادھر ادھرے جالوں کا اور وہ جنگلوں کی تعداد دے گی۔"

"نہ کسی عورت کو اپنے ساتھ افریقہ کے جنگلوں میں لے جاؤ گے؟ لونی نے چونک کر پوچھا۔"

"ہاں کیا کیا جائے۔ کام ہی ٹھہرا۔ گہری نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا مگر حیرت کے۔ مہر چونکہ نہیں۔ وہ کوئی سینٹا لیس سال کی موٹی اور بھاری خال ہے۔ صحت سے دس بچوں کی نانی ہے۔"

لونی خاموشی سے کھانے میں مشغول ہو گئی۔ گہری اس کے چہرے کے اشارت سمجھ گیا کہ اس کا بھوٹ بکرا گیا ہے۔ اس نے دل ہی دل میں خود کو ایک گندی سی گالی دی۔ اب کیا کروں؟ اس نے سوچا۔

"کیا سوچ رہی ہو ڈارلنگ؟" اس نے کچھ دیر بعد لونی کو مخاطب کیا۔

"کچھ نہیں۔ یہ تو بتاؤ اس موٹی اور بھاری خالہ کو لے جانے کا معاوضہ ہمیں کتنا ملے گا؟"

"تین ہزار ڈالر۔"

"یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اور تم تین ہفتوں کے لیے جاؤ گے؟"

"ہاں۔"

لونی پھر چپ ہو گئی۔ گہری کو اس کی خاموشی سے ابھن رہے تھے۔

انگوٹھی کے شکار

۴۲

اس نے ایک دوہار اُسے مخاطب کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ خاموش ہی رہی اور اسے بڑھانے والے انداز میں شراب کا گھونٹ لے کر ہنسنے لگی۔

جھٹکی۔

”تم نے میری شادی برباد کر دی۔“
”کیا سچ ہے؟“ لڑکی نے گلاس ہنسنے ہوئے کہا۔ ”میں سوچتی تھی مجھے ایسے مرد کیوں ملتے ہیں جو مجھ سے بھوٹ بولیں۔ میں ان سے بد بولنے لگی ہوں؟“

”اور وہ لڑکیاں جو میرا بھوٹ بولیں، مجھے بھی بہت بول لگتی ہیں۔“ گہری نے سرد لہجے میں کہا۔

”یہ جوتی کچھ بات۔“ چوہا بگڑ کر چل کر سوئی۔
گہری نے بل ادا کیا اور دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر کی طرف چلے۔ ماسٹریس نے لڑکی کو پوچھا۔

”یہ تو کراؤنر لڑکی بہت خوبصورت ہے۔“ مجھ سے بھوٹ۔“ یوٹیو گہری۔
”کوہے نا؟“

”ہاں وہ بہت خوبصورت ہے۔“ گہری نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
”لڑکی کا چہرہ اناں ہو گیا۔“

”کیا تم واپس آؤ گے؟“ اس نے ادا میں پوچھا۔
گہری کے سامنے لا مارا کا حسین چہرہ اور خوبصورت جسم آگیا۔
”نہیں ابھی نہیں کہہ سکتا۔ آخر کار اس نے کہا۔“

”مجھے خنک ہے تم نے اس بار تو بچ بڑا۔“ لڑکی اس کے قریب کھسک آئی۔

”مجھے پیار کرو۔“

فینل نے ٹیکسی ڈرائیو کو اس موڈ کا پتہ بتایا جس پر جبری کا گندہ سامان تھا۔ جب ٹیکسی اس کے گھر کے سامنے سے گزری تو فینل نے کھڑکی سے باہر دیکھا کہ کئی مشتبہ چیز نظر آئی۔ اس نے روڑے کے اختتام پر ٹیکسی روکوائی اور گراہیہ ادا کر کے جبری کے گھر کی طرف من پڑا۔

وہ عمارت کے داخلی دروازے تک پہنچا۔ جبری کا فلیٹ پہلی منزل پر تھا۔ زینوں پر دھم دھم دھن کی گھنٹی بج رہی تھی۔ جیسے ہی فینل نے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا اس کی چھٹیوں نے خطرے کی گھنٹی بجائی۔ وہ جھپکچھپکایا۔ پھر اوپر چڑھنے کے بجائے زینوں کے نیچے لگے ہوئے ٹیل فون بوتھ میں داخل ہو کر جبری کے نمبر ڈال کر کئے۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی رہی۔ ناممکن تھا کہ جبری اس سردی اور بارش میں باہر گیا ہوگا۔ اس وقت ساڑھے دس بجے تھے۔ پھر باطلہ سوئے اور جلد اٹھنے کا عادی تھا۔

فینل نے ریسورڈ رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ اس کے اوزار جبری کے کمرے میں تھے۔ اور یہ اوزار سال کی مہم کے لیے بہت ضروری تھے۔ اس نے اپنی جبری کے فلیٹ کی سمیت میں چھپا دیا تھا کہ کسی کی نظر نہ پڑ سکتی تھی خود جبری جو ان سے ناواقف تھا۔ اگر کوئی اس پر تشدد بھی کرتا تو وہ ان کا پتہ نہ بتا سکتا تھا۔ اچانک فینل کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ اس نے ریسورڈ اٹھا کر ۹۹۹ ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے پولیس ہیڈ کوارٹر نے جواب دیا۔

”ہاں ۲۳۳ مار جس روڈ، کچھ گواٹر معلوم ہوتی ہے۔ پہلی منزل فلیٹ نمبر ۱۳۔ شاید کسی کا قتل ہو گیا ہے جو فینل نے یہ آرکر ریسورڈ رکھ دیا۔ پھر وہ باہر نکل آیا۔ تیزی سے سڑک پار کی اسباب تارک کی گلی کے مذکورہ

اندھیرے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔

پولیس کی دو گاڑیاں تیزی سے آئیں اور جبری کے تھلیٹ والی عمارت کے سامنے رک گئیں۔ ان میں سے چار پولیس والے اترے اور تیز قدموں سے اندر چلے گئے۔

فینل اوپر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جبری کے کمرے میں روشنی نظر آنے لگی۔ فینل انتظار کرنا رہا۔ سردی کے مارے اب وہ لاپسے لگا تھا۔ کوئی مینٹ منٹ بعد فینل پولیس والے باہر آئے۔ ان کے آگے دو مضبوط جسم کے آدمی چل رہے تھے جن کے ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ انھیں دھکے دے کر گاڑی میں بٹھایا گیا اور دونوں گاڑیاں چلی گئیں۔ پھر تھا پولیس والا دہر رہ گیا تھا۔

جبری کا کیا حشر ہوا ہو گا؟

وہ زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اپنے اذکار لینے تھے۔

اس نے جیب سے دوداں نکالا اور اسے چہرے پر اس طرح بانڈھا کہ اس کے خدو خال اس میں چھپ کر رہ گئے۔ پھر وہ سڑک پار کر کے عمارت میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ زینے طے کرنے لگا۔ جبری کے کمرے کے قریب پہنچ کر اسے آہستہ سے سبھاٹک کر دیکھا۔ دروازہ کھولا تھا۔

سامنے کی دیوار خون سے بھری ہوئی تھی۔ سیاہی جبرن کی لاش پر بھج رہی تھی۔ اس کی پیٹھ دیوار سے کی طرف تھی۔

فینل نے منہ بنایا۔ آخر خرب جبری اس پر قربان ہو گیا۔ وہ دکان میں دیے پاؤں اندر داخل ہوا اور سپاہی کے سر پر پہنچ گیا۔ سپاہی کو اچانک اس کی سرحد کی احساس ہوا اور اس نے مڑنا چاہا مگر فینل نے دونوں ہاتھوں

انگوٹھی کے شکاں

۲۵

کی انگلیاں ہانڈہ کر اس کی گردن پر وار کیا۔ سپاہی بغیر آواز نکالے جبری کا خون میں تسخت لاش پر ڈھیر ہو گیا۔

فیصل بھاگتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ چھلکی پر میز پر چڑھ کر حجت تک پہنچا۔ اپنے اوزار کا تھیلہ نکالا۔ وہ تیزی سے اس کے کپڑے جھٹکا۔ داخلی دروازے پر ٹک کر ادا عمرادھر دیکھا۔ وہ سہمے بیس کی نگاہی تھی۔ اس نے تیزی سے سڑک پار کی ایداد جبری گلی میں گھس گیا۔ اسی وقت ایک دیوہنس اور دو پولیس کی کاریں آکر دروازے پر رکیں۔

فیصل نے ایک طویل سانس لی۔ وہ بال بال بچا تھا۔ پھر وہ گلی درگی چلتا ہوا بہت دور ایک بڑی سڑک پر نکلا۔ ایک ٹیکسی رکائی ادا مائل مار ہوٹل چلنے کو کہا۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ شاگ کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر تاخیر کے بعد دروازہ کھلا۔ شاگ کا سر پڑی اور متعدد جارج بڑا ہڈن کمرے سے گھور رہا تھا۔ اسے فیصل کے متعلق سب کچھ معلوم تھا۔ اس وقت فیصل کو دیکھ کر وہ ہلکچلایا، پھر اسے اخذ آنے کو کہا۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے ناگواری کے انداز میں پوچھا۔ مسٹر شاگ باہر گئے بھٹے ہیں؟

”جیہ فدی طور پر ملک سے باہر لکھنا ہے۔ فیصل نے پیشانی کا پسینہ ہونچے ہوئے کہا۔ جو لوگ میرے پیچھے گئے ہیں انہوں نے میرے ٹھکانے کا پتہ لگا لیا اور میرے دوست کو ملو ڈالا۔ اب وہاں پولیس موجود ہے۔ میری انگلیوں کے نشانات ملدے گھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور پولیس فوراً پتہ لگائے گی کہ وہاں تھا“

شریہون بہت ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہمدردی انگوٹھی والی
مسم کے لیے فیمل کا درد بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اس نے فیمل سے یہی انتظار کرنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔

فیمل کو تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کی واپسی کا انتظار کرنا پڑا۔

”نیچے ایک کار کڑی ہے۔“ شریہون نے اپنے مخصوص بیجے میں کہا۔ وہ تجھیں لے
آئے گی۔ وہاں سے تم، جوانی جہاز کے ذریعے لاؤ گے، عافیت کے جہاز سے دوسری کد
تھیں۔ اس کے علاوہ سیٹھ کی ایک پہنچا دے گی۔ تم اس چوٹی میں اس وقت تک
ٹھہر دے گی جب تک کہ جو بالبرگ جانے کے انتظامات مکمل نہیں ہو جاتے۔ جو بالبرگ
لاٹک نہیں پیرس کے عجیبی لڑکے بننا چاہتے گا۔ پھر اس نے سوسہری سے انکار کیا
”خانا یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے اخراجات تمہاری فیس میں سے اٹھائے جائیں گے۔“
”کون کتنا ہے سوسہ؟“ فیمل نے نیز آواز میں کہا

”ہر نیچری زکرو“ شریہون پر مسکون آواز میں بولا۔ ”مٹا لک کو معلوم ہوگا تو“

”بہت ناراض ہوں گے“ اس نے فیمل کو ایک کاغذ دیا۔ ”اس پر تمام ہدایات لکھی ہیں
پامپورٹ تو تمہارے پاس ہوگا؟“

”جہنم میں جاؤ“ فیمل نے غرا لے ہوئے کہا اور اس کے ہاتھ سے کاغذ پھین کر باہر

کی طرف بھاگا۔

جند منٹ میں وہ ایک سیاہ کتے میں بیٹھا لیڈ کی طرف رواں تھا۔

دھوکا اور انجام

— — — — —

گہری اند اس کے ساتھیوں کو بھست کرنے کے دس منٹ بعد شاٹک اپنے خائن سے

نئی کزنٹالی کے کمرے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا اور
کانڈے پر ہاتھ رکھتا تھا۔

ٹٹال نے نظر پھاٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

ٹٹال کی نگاہوں میں ٹٹال نامی ایک کارآمد مشین کی طرح تھی۔ کارآمد
تجربہ کار۔ وہ اس کے پاس تین سال سے کام کر رہی تھی۔ ٹٹال نے اس کا انتظام
محض اس کی صلاحیتوں کی بنا پر کیا تھا۔ ٹٹال فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی ماہر
تھی اور معاشیات میں اعلیٰ ڈگری رکھتی تھی۔ بظاہر اپنے کام کے علاوہ اسے دنیا میں
اور کسی شے سے دلچسپی نہ تھی۔ اپنے لباس اور دکھلاؤ سے بھی وہ بے حد خشک نظر
آتی تھی۔ ٹٹال جو خوبصورت اور پرکشش لڑکیوں کا دل تار تار کرتی تھی، اسے روکنا
تھی تو کرتا تھا جو اس کے دفتری کاموں کے لیے بہت اہم تھی۔ اس سے گفتگو کرتے
وقت ٹٹال بہت کم اس کے حیرے پر نگاہیں ڈالتا تھا

میں دو روز کے لیے باہر جا رہا ہوں میں نارمن! ٹٹال نے اس سے کہا۔
بستر ہو گا تم کل صبح ایک گھنٹے کے لیے اگر مزدوری کام دیجو۔ پھر آرام کر سکتی ہو۔
پیر کے دن نو بجے صبح مجھے پھر اپنے ملازمینوں سے ملنا ہے۔
یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

دوسری صبح ٹٹال اپنے معمول کے مطابق آئی، ڈاک دیکھی اور چند دوسرے
کامزات دیکھ رہی تھی کہ جامع شریعتوں کے کمرے میں داخل ہوا۔
ٹٹال اور وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ جس دن ٹٹال نے ٹٹال کی
ملازمت قبول کی تھی اسی دن شریعتوں نے اس کے ساتھ دست درازت کی ایک پیشکش
کی تھی۔ جواب میں ٹٹال نے اس تردد کا تھپڑ رسید کیا تھا کہ شریعتوں کی ناک سے خون
پینے لگا تھا۔ تب سے گوشت دونوں ساتھ کام کرتے تھے مگر اندر ہی اندر ایک دوسرے

سے نفرت کرتے تھے۔

• کیا تھا ما کام ختم ہو گیا۔ شریجن نے نہ لپٹا۔ اگر ہو گیا تو جاسکتی ہو؟
• میں تھوڑی دیر میں چلی جاؤں گی۔ مثالی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔
• شریجن نے سر ہلایا اور اُسے قرآن لفظوں سے دیکھتا ہوا شاؤک کے آفس
میں چلا گیا۔

• مثالی چند لمحے پہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اس نے اندر فون کا ڈیال گھومنے کی آواز
سنی۔ شریجن سنی فون کر رہا تھا۔ مثالی نے میز کی دراز میں سے اپنا بیگ نکالا
پھر دراز میں سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر اور ٹیپ کی تین رٹیں نکالیں
اور اپنے بیگ ڈال کر چل دی تھیں۔ جگ بند کر دیا۔ اندر کے کمرے پر شریجن کے
باغیر کمرے کی آواز آئی۔ ڈکھی۔ مثالی اٹھی اور وہ فون سے کان لگا کر سنتے گئی۔
• میں یہاں ہاگل اکیلا ہوں بے بی! شریجن نے کہا۔ رہا تھا۔ تم جا کھینکے
آ سکتی ہو۔ دو دن تک کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ خوب مزہ آئے گا۔

• مثالی نے حقارت سے غصہ نہ کر کے، اپنا کوٹ پہنا اور بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔
اس نے ٹیکسی لی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

پچھلی رات وہ تھیک طیر پر سونے لگی تھی۔ رات بھر کوٹ میں بدلتے ہوئے سوجن
رہی تھی کہ سائیک کو دھوکا دے یا نہیں۔ اس وقت بھورے راتے بھر بھی خیال
اس کے ذہن میں تھا اور اپنے فیسٹ پہنچنے تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکی تھی
• اپنے آڈیٹ ڈائنگ روم میں داخل ہوئی اور کوٹ اتار کر آرام کر لی
چھڑ گئی۔ کافی دیر اسی طرح بٹری رہی۔ وہ جانتی تھی اُسے یہ کرنا ہی ہے اور اس
خیال پر اس کا ضمیر اُسے ملاصت کر رہا تھا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ صبح کے گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ آج سنبھلا

دن تھا۔ اور امید نہیں تھی کہ مطلوبہ شخص اس وقت اپنے بینک میں ملے گا اس نے سوچا اگر بریٹ بینک میں موجود نہ ہوا تو وہ اسے اس بات کی علامت سمجھ لی کہ اسے وہ نہ کرنا چاہیے جس کے لیے بعد میں وہ شاید زنگ بھر خود کو توفیق کرتی رہے گی۔

اس نے فون اٹھایا، ذمہ دار کی، پھر کسی کے نمبر ڈائل کیے۔
 دوسری طرف سے آواز آئی، "نیشنل بینک آف نیٹال"
 "کیا میں سٹر جارجس بریٹ سے گفتگو کر سکتی ہوں؟"
 "آپ کون ہیں؟"

"مس تارمن..... سٹر بریٹ مجھے جانتے ہیں۔"
 "ذاتوقف کیجئے۔"

ایک مختصر سے وقفے کے بعد آواز آئی
 "مس تارمن! بڑی خوشی ہوئی آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ مزاج خریف؟"
 "تالی، بھکپائی، پھر کا بچی ہوئی آواز میں بولی، "میں آپ سے فوری طور پر
 ملنا چاہتی ہوں۔ ایک ضروری معاملہ ہے۔"

"بڑی خوشی ہے۔ ہمارا شریف نے آئیے۔ میں ایک گھنٹے تک موجود ہوں گا۔"
 "تالی بذیاتی آواز میں بولی، "نہیں۔ یہاں میرے فلیٹ پر۔ ۳۵ اے جارج
 سٹریٹ۔ آدھے گھنٹے میں۔" وہ چلائی اور ریسپورڈر کے کمرے پر گر گئی۔ اس کا
 جسم کانپ رہا تھا۔ پھر وہ زور زور سے سسکیاں لے کر رونے لگی۔ کافی دیر تک
 روتی رہی۔ پھر اس کے آنسو خشک چھ گئے۔ اس نے اٹھ کر منہ دعو یا اور اپنا میکاپ
 درست کیا۔ پھر واپس ڈسٹنگ روم میں آکر خراب کی بوتل نکالی جس پر ڈانکے لیے
 رکھا کرتی تھی۔ اس نے ایک بڑا سا پیگ گلاس میں انڈیلا اور لیٹر سوڈا ملائے

پڑھا گئی۔

پھر کرسی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔
ہر ملحق سنت بعد دو واڑے کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز سن کر پہلے اس کا چہرہ
سرخ ہوا پھر پیلا پڑ گیا۔ بھر بھرت کر کے اٹھی اور دروازہ کھولا۔
چارلس برنیٹ، ٹینسل بینک آف ٹائل کا چیرمین ایک طویل قامت اور
بھاری بھر کم آدمی تھا۔ رکھ رکھاؤ سے ایک ہاں اور ذی عزت بزنس میں
معلوم ہوتا تھا۔

اس نے غصے لڑکی کی طرف دیکھا اور اپنی ناپسندیدگی چھپانے کی
کوشش کی۔

نٹالی نے خود پر غلو پانے کی کوشش کی۔ شراب نے اس کے اعصاب کو
کافی تقویت پہنچائی تھی۔

• بیٹھ جائے مسٹر برنیٹ! " اس نے کہا " میں آپ کا وقت ضائع
نہیں کروں گی۔ میرے پاس کالینبرگ کے متعلق وہ معلومات نہیں ہیں سے آپ کو
دیجیسی ہوگی۔"

• برنیٹ نے ایک طویل سانس لی۔ تو گویا میری محنت بار آور ثابت ہوئی
اُس نے سوچا۔

— ۲ —

برنیٹ جس بینک کا چیرمین تھا، اس کا مالک سیکس کالینبرگ تھا۔ کوئی
بار وہ اپنے کالینبرگ نے اسے ایک مختصر سا کیمل بھیجا تھا :

میک ٹفس آرموشالک کی حرکات و سکنات کے متعلق معلومات رکھو
کے۔

برنٹ شالک کو جانتا تھا۔ مگر اس کے کاروباری محو فیات سے متاثر تھا۔ اس نے سوچا نہ جانے کالینبرگ کو کس قسم کی معلومات درکار ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا پڑے گا۔ مگر یہ تو کرنا ہی تھا جب کالینبرگ کوئی چیز چاہتا تو اس کی تحویل کرنی ہی پڑتی، خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات درپیش ہوں یا اخراجات ہوں۔

اتفاق سے اس تار کے دو دن بعد ہی شالک نے ایک کاک ٹیل پارٹی دی، جس میں برنٹ بھی مدعو تھا۔ یہیں اس نے ٹالی نارمن کو دیکھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس لڑکی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ اس کے پیچھے پھر لے لگا اور اس سے اچھی خاصی دوستی پیدا کر لی۔ باتوں باتوں میں اس نے... اندازہ لگا لیا کہ ٹالی کی زندگی بہت تنہا اور دیران ہے اور وہ جنسی طور پر بھی ناامودہ تھی۔ ن۔

اس نے آخری بار کہا: "مس نارمن! اگر کبھی آپ اپنی موجودہ ملازمت سے دل برداشتہ ہو جائیں اور کسی بہتر کام کی ضرورت محسوس کریں تو مجھے فرائموش نہ کیجیے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ سے چلا گیا۔ یہاں پہلے پہل اپنے خیال نے ہلکتی رہی۔ اپنے گھر آکر برنٹ نے سمجھنا شروع کیا کہ اب کس طرح غلطی کا شکار کے خلاف جاسوس کا کہنے پر آمادہ کیا جائے گا۔

Department ...
No ...
Checked ...

اسے خیال آیا کہ ٹالی کی طرح چھائی ہوئی برنی رونی اس بات کی علامات ہیں کہ اسے گھر دسیاہ حلقے، چہرے پر چھائی ہوئی برنی رونی اس بات کی علامات ہیں کہ اسے جہانی سکون میسر نہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے لیے کوئی مرد تلاش کیا جائے جو اس کی بھرپور تسکین دے سکے۔

برنیٹ نے اپنے ایک دست نام پرکس کو فون کیا جو سی۔ آئی
ڈی کا انسپکٹر تھا۔

”پرکس! مجھے ایک آوارہ اور ادبаш نوجوان کی ضرورت ہے جو
میرے لیے ایک خاص کام کر سکے۔ ایک پچیس پچیس سال کا مرد جو دیکھنے میں
کافی پرکشش ہو لیکن ساتھ ہی بے رحم اور سنگ دل بھی اسے سادہ منا چھا
دیا جائے گا۔“

”میں سوچ کر بتاؤں گا جناب!۔“

پرکس نے دوپہر کے تین بجے اسے فون کیا۔

”میں نے آپ کے لیے مطلوب آدمی تلاش کر لیا ہے جناب!۔ اس نے تمام

دی۔ اس کا نام ڈارز جیکسن ہے۔ عمر پچیس سال۔ دیکھنے میں عجیب۔

ایک گھٹیا سے ہوٹل میں گیتار بجاتا ہے، اسے ہر وقت پیسوں کی کمی رہتی ہے۔

چھوٹی موٹی چوریوں کے الزام میں دو ایک بار جیل بھی ہو آیا ہے۔“

برنیٹ ہچکچایا۔

”یہ ذرا مشکل کام ہے پرکس۔ کہیں وہ مجھے بعد میں بلیک میل

نہ کرے۔“

”نہیں نہیں جناب۔ آپ بے فکر رہیے۔ میں اسے اتنی طرح سے ڈال

کر سکتا ہوں۔“

”بہتر ہے۔ اسے پانچ بجے میرے پاس بھیج دو۔“

”بھیج دوں گا جناب۔“

”اور پرکس میں تمہارے اکاؤنٹ میں اپنی طرف سے دس پانڈ بھیج

کھاؤں ہوں۔“

”اس مہربانی کا شکریہ جناب! ایسے میں خادم ہوں؟“
برنیٹ نے سلسلہ کلام منقطع کر دیا۔

ڈاڑھ جیکسن پانچ بج کر دس منٹ پر اس کے آفس میں پہنچا۔ برنیٹ نے اسے اپنی ہی تقریریں ناپسند کیا۔ جیکسن ادباًش الفاظ میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے شوخ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ بال شالوں پر لہرا رہے تھے۔ اس کے گلے میں ایک سستی سی زنجیر تھی، جس میں جھولی سی گھنٹی لگی تھی، جو ہر حرکت کے ساتھ بج رہی تھی۔

برنیٹ کا جی چاہا وہ اس بدتمیز بچی کو ٹھوکر مار کر نکال دے۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ یہی آدمی اس کے کام کا ہے۔

”تمہارے لیے ایک خاص کام ہے مسٹر جیکسن؟“ اس نے کہا۔ ”غور سے سنو...“ اس نے کہنا شروع کیا۔ ڈاڑھ سننا رہا۔ جب برنیٹ نے اپنی بات ختم کی تو وہ بولا:

”تمہارا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ مرضی پھنسانی ہے۔ جب ایک بار پھنس گئی تو دوسری بار پھر تیسری باں...“ برنیٹ نے سر ہلا۔ ڈاڑھ پھر بولا: ”پھر تم چاہتے ہو میں اسے لٹکیں دینے کی قیمت وصول کروں اور اس کو بچوڑ کر کنکال کر دوں؟“

”ہاں۔ میں ہی چاہتا ہوں“ برنیٹ نے کہا۔

”اس کام کے تم مجھے سو پاؤنڈ دو گے۔ اور مجھے اس سے ملے وہ بھی

میرا۔ کیوں؟“

برنیٹ نے سر ہلایا۔

ڈاڑھ چھت کی طرف دیکھ کر زور سے ہنسا۔

”کیا قیامت ہے۔ تم مجھ سے ایسے کام کراتے ہو اور لوگ مجھے اُمارہ

کہتے ہیں۔“

”تم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟“ برینٹ نے سخت لہجے

میں کہا۔

”کیوں نہیں۔ میرا کیا بگڑتا ہے۔ مگر اس میں پولیس تو کہیں نہیں
آئے گی؟“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

برینٹ نے کاغذ پر لکھ کر مثالی کاپتہ اُسے دیا۔

”میں فوری ایکشن چاہتا ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”اس سے جتنار دھیرہ

ایٹھہ سکتے ہو۔“ انٹرو میں چاہتا ہوں وہ گردن تک قرض میں ڈوب جائے۔“

”کچھ دھیرہ ابھی دینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں بالکل تلاش

مورم ہوں۔“

”کام ہو جانے کے بعد۔“ برینٹ نے تیز آواز میں کہا اور ہاتھ ہٹا کر اُسے

جانے کا اشارہ کیا۔

— — —

جنوری کی انتہائی سرد مات کو مثالی نارمن نے دیکھا کہ اس کی کار کا ایک

پہیہ ٹنکچر ہو گیا ہے۔ وہ وہیں کھڑی سردی میں کانپتی رہی۔ اس دن مات

کافی چاچکی تھی اور آس پاس کوئی نہ تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

ڈاز نے اس کی کار کی ہوائ نکال دی تھی اور اب وہ سے کھڑا اس کی پریشانی

دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ قریب آیا۔

”کہا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟“

شالی اچھل پڑی۔ اس نے ڈاکر کی طرف دیکھا اور اس کا دوران خون تیز ہو گیا۔ یہ کیفیت اس پر اس وقت طاری ہو چلا کرتی تھی جب وہ صحت مند مردوں کو اپنے قریب دیکھتی تھی۔

”مم... میری کار پنچر ہو گئی ہے...“ وہ ہسکلاتی ہوئی بولی۔
 ”میں ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں۔ آپ کار میں بیٹھ جائیے۔ ان کتنی سوکڑے زحمت دیکھنے میں بیٹھیں گے لوں گی؟“

”ارے ابھی ہو جائے گا۔ ایک منٹ میں۔“
 وہ کار میں جا کر بیٹھ گئی اور اسے دیکھنے لگی۔ ڈاکر نے ٹری پھرتی سے کار کا پیسہ بدلا اور پتلون کی پشت پر ہاتھ پونچھتا ہوا اس کے قریب آیا۔
 ”بیٹھنے دو گیا۔ اب آپ جا سکتی ہیں۔“

شالی نے خور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی کڑکی پر ٹھیک ہوا اسے گھور رہا تھا۔ شالی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔
 ”کہا میں آپ کو کیسے پہنچا دوں؟“ وہ مسکراتے کی کوشش کرتی ہوئی اس سے بولی۔

”کہا آپ ٹائٹس برج کی طرف جا رہی ہیں۔ ڈاکر کو معلوم تھا وہ وہی رہتی ہے۔“

”جی ہاں! میں جہاں اسٹریٹ جاؤں گی؟“
 ”مجھے دہاں اتار دیجیے گا۔ ڈاکر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ دونوں کے شانے ٹکرائے اور شالی کو لگا گویا بجلی کا کرنٹ اس کے بدن میں دوڑ گیا ہو۔ اس نے کار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ سڑک سے کانپ رہا تھا۔“

”آپ کو بہت سردی لگ رہی ہے۔ لیٹے میں ڈرائیو کرنا ہوں۔“
 نشانی نے خاموشی سے چابی اسے تھما دی۔ وہ کار سے اُترا اور گھوم کر دروازے
 طرف سے آنے لگا۔ نشانی ڈھائی ٹیڈ کی سیٹ پر سے کھسک گئی۔
 کار چل پڑی۔ نشانی نے کنکھیوں سے اُسے دیکھا اور پھر نچوٹاؤش کی ایک تیز
 لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔

”خوشی دہ لہر اس نے لگٹو کرنے کی کوشش کی

”آپ کیا کرتے ہیں؟“

”فی الحال کچھ بھی نہیں۔ میں بیمار تھا۔ میرا دل کڑوا ہے۔ چند دن کام کر کے
 مجھے بستر پر لیٹ جانا پڑا ہے۔“ لاز نے سوچا وہ کتنی صفائی سے بھرت یوں سکڑی
 وہ ٹائٹس برج سے گزر رہے تھے۔
 ”جرج اسٹریٹ ہاٹل کی آپ؟“
 ”جی ہاں۔“

”آپ تنہا رہتی ہیں؟“

”نشانی نے طویل سانس لی۔ ہاں! بالکل تنہا، جیسے تنہا۔“

”ہاں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”بہت سے لوگ اکیلے رہتے ہیں۔“ وہ بولا۔ ”وہ آفس سے گھر آتے
 ہیں اور دوسرے دن تک کیلے اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی
 لیے میں ادھر ادھر کو متا رہتا ہوں۔ اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھنا مجھے بہت
 خواب لگتا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ نشانی نے کہا۔ ”ادھر رہنے کو مڑ لیجئے۔“

”اب تازہ مرحلہ ہے۔ ڈاز نے سوچا۔ کیا وہ مجھے ادھر جانے کو کھلی۔“

مثلاً ایک لمبو خاموش رہی مگر بولی " غالباً آپ اپنے ہاتھ دھونا پسند کریں گے۔ ہاتھ دھونے سے گندے ہو گئے ہوں گے۔ بلکہ مجھے اظہارِ تشکر کے طور پر ایک جلم بھی پیتا کرنا چاہیے۔"

ڈاز نے بڑی مشکل سے اپنی سسکراہٹ روکی۔ اُسے توقع میں تھی اتنی آسانی سے وہ جواب دہ نہیں دے پائی گی۔

وہ بون خاموشی سے کار سے اُتو کر جو تھی منزل پر آئے۔ مثالی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر داخل ہوئے۔

" اپنا کوٹ اتار لیجئے " مثالی کی آواز کانپ رہی تھی۔

" آپ کا گھر بڑا شاندار ہے " ڈاز نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہاتھ دھو اس طرف ہے " اس نے اشارہ کیا۔

ڈاز نے کوٹ اتارا اور ہاتھ دھو میں جلا گیا۔ مثالی نے بھی ایسا کوٹ

اتارا، گئے میں سے اسکا رن کھولا اور خالی الذہنی کے اغاز میں کبے کے دسل

میں کھڑی رہی۔ جب وہ ہاتھ دھو سے نکلا تب بھی وہ اسی طرف کھڑی تھی اور

اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ ڈاز کو یقین ہو گیا کہ اُسے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

" ہم اب تک متعارف نہیں ہوئے۔ میں ڈاز جیکسن ہوں۔"

" مثالی نارمن۔"

" مثالی بڑا خوبصورت نام ہے۔"

وہ اس کے قریب آیا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس نے چلا اس

کا ہاتھ ہٹا دے۔ مگر اس کے جسم کی مزید بہت شدید تھی۔

اُسے صرف دھندلا سا خیال تھا کہ ڈاز اُسے اٹھا کر خواب گاہ میں لے

گیا اور بہتر پر لٹا دیا۔ پھر اس نے اپنا بدن اس کی دھیانہ دھت دراز میں

انگوٹھ کے نقشہ کار

۵۸
کے لیے ڈھیلا بھوڑ دیا۔

— (۴۲) —

ڈاڑ نے آنکھیں کھولیں اور چھت کی طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ اُسے خود بھی بہت مزہ آیا تھا۔ اس نے مثالی کی طرف دیکھا۔ جو اپنے سینے پر ہاتھ رکھے سو رہی تھی۔ اس نے اس کے سوا باپ پر نظر ڈالی۔ اچھا تھا جس پر تھا۔ عورت چہرے نے اس کی خوبصورتی برباد کر دی تھی۔ اس نے اُسے جگایا۔

”اٹھو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تمہارے بہاں کھانے کو بھی کچھ بڑا مثالی نے کروٹ بدلی اور آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں سے گہرا اطمینان اور آسودگی گھسٹ رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک چور بدواڑہ جس کی وہ تلاش میں تھی کھل گیا ہو اور ٹھنڈی ہوا سورج کی روشنی اور سمندر کی لہروں کا شور اس مفاد میں آنے لگے ہوں جس کی ڈیڑی اور تنہائی میں وہ برسوں سے مقید تھی.....“

”کھانے کو؟“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی ”ڈاڑ نے اُسے حور سے دیکھتے ہوئے

کہا۔

اس نے اپنا گاؤں پہنا اور کچن کی طرف چلی گئی۔ ڈاڑ ذرا دیر لیٹھا رہا پھر اٹھ کر کپڑے پہنے اور ادھر ادھر دیکھا۔ پھر ڈرائیونگ ٹیبل کے قریب آکر تیزی سے اس کے خانے کھولے۔ ایک خانے میں سونے کا ایک سگریٹ کیس، سونے کا لائٹر اور ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس میں ایک مونیوں کا ہار اور دو سستی قسم کی انگوٹھیاں تھیں۔ اس نے تمام چیزیں اپنی جیب میں ڈال لیں اور کچن کے دروازے تک آیا۔

”بہت اچھی خوشبو آرہی ہے“

نٹالی نے مڑ کر دیکھا اور مسکرائی۔

”بیٹھو میں کھانا لگاتی ہوں“

”تم نہیں کھاؤ گی؟“

”نہیں تم بیٹھو“

ڈاز نے کھانا شروع کیا۔ اس نے محسوس کیا وہ اس کے قریب ہی بیٹھی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ بڑیا اچھی طرح حال میں بھنس چکی ہے۔

اس نے کھانا ختم کر کے کاغذ سے ہاتھ پونچھتے ہوئے ڈکار لی۔

”بہت مزہ دار لگا تھا“

”تم بہت بھوکے تھے؟“

”اے۔ اے۔ اے تم بھی۔ کیوں؟“ ڈاز نے براہ راست اس کی آنکھوں

میں دیکھا۔

نٹالی نے منہ پھیر لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

”پلیئر! اس کی بات نہ کرو۔ میں نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا تھا“

”تو کیا ہوا؟ کبھی نہ کبھی تو شروع کرنا پڑتا“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب میں چلوں گا۔ اس لذیذ کھانے کے لیے شکریہ! اور ہر چیز کے لیے

بھی۔“

”مجھے امید ہے ہم ملتے رہیں گے“ نٹالی متاثر سمجھ میں ہوئی۔

اس کی آنکھوں سے مایوسی مترشح تھی۔

”کون جانتا ہے“ اس نے کہا اور پلیئر ہلکے لگا۔

دوسرے دن شام کو اُسے پتہ چلا کہ اس کی چیزیں چوری ہو گئی ہیں۔ وہ فوراً سمجھ گئی کس نے چرایا ہوگا۔ پہلے تو اسے اس زور کا غصہ آیا کہ اس نے سوچا کہ فوراً پولیس کو فون کر کے اُسے پکڑا دے۔ مگر پھر خیال آیا وہ غریب بے روزگار تھا، بھوکا تھا، یوں بھی سگریٹ کیس لٹرائٹر مثالی کے لیے بنکار تھے۔ پھر اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمبات۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور سوچا اگر وہ واپس آجائے تو وہ اُسے اپنی ہر چیز دے دوں گی۔

مگر وہ نہ آیا۔ ہر آہٹ پر مثالی کا دل دھڑکنے لگتا۔ ایک ایک لمحہ اس پر بھاری ہو گیا۔ مگر پانچ دن کے طویل انتظار کے بعد بھی جب وہ نہ آیا تو اسے یہ سوچنے پر مجبور ہو جانا پڑا کہ اس نے اس کے جسم سے کیسا، اس کی چیزیں چرائیں اور ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔

پانچویں شام جب وہ اپنے فلیٹ میں ہمیشہ کی طرح اکیلی بیٹھی ایک تنہا، دیران اور طویل رات کا انتظار کر رہی تھی، فون کی گھنٹی بجی اس کا دل زور سے دھڑکا اور وہ فون کی طرف تھپٹی۔

”میں ڈاڑھوں۔ پہچانا؟“ دوسری طرف آواز آئی۔

مثالی کے پیر کاپنے لگے اور اسے بیٹھ جانا پڑا۔

”دیکھو مجھے انسوس ہی میں تمہاری چیزیں اٹھا کر لے گیا۔ تم مجھ پر بہت غصہ ہوگی“

”ہرگز نہیں“

”میرے حال میں نے بہت برا کیا۔ میں نے انہیں گروی رکھ دیا۔

میں اس رات بہت مصیبت میں ہوں۔ مجھے روپیوں کی سخت ضرورت

ہے۔ میں نہیں گروی رکھنے والے کی رسید دے دوں گا۔ تاکہ تم اپنی چیزیں بچھڑا سکو۔ کیسا ابھی آجاؤں؟

آجلا۔

میں آبا ہوں۔ اُس نے سارا منقطع کر دیا۔

وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آیا۔ مثالی پالکوں کی طرح بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

”یہ لو۔ اس نے اُنے ہی گروی شدہ اشیاء کی رسید اُس کے سامنے ڈال دی۔ مجھے ایسا ذکرنا چاہیے تھا۔ مگر میں بہت مشکل میں تھا اور فوری روپیہ کی اشد ضرورت تھی۔“

”کوئی بات نہیں۔ میں سمجھتی ہوں کیا تم کھانا کھاؤ گے؟“

”نہیں مجھے جانا ہی۔ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ جلنے کے لیے ٹھرا۔“

”لیکن تم..... پلیز نہ جاؤ..... میں چاہتی ہوں ذرا دیر ٹھہرو۔“

وہ ٹھرا اور اسے تہرا لود نظروں سے گھورنے لگا۔

”مجھے فوری طور پر روپیوں کا انتظام کرنا۔ میں یہاں ٹھہر کر تفریح نہیں

کر سکتا۔ میرے گھر کے قریب ایک لڑکی رہتی ہے جس نے وعدہ کیا ہے کہ میرے

یہ کچھ رقم فراہم کر سکے گی۔ مجھے اس کے پاس جانا ہی۔“

”لڑکی؟“ مثالی رو ہانسی ہو گئی۔ ”آخر مجھے بھی نو بتاؤ کیا بات ہو اور

تمہیں کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟“

ڈانڈنے بنی بنائی کمائی سنائی۔ اس نے ایک گھوٹے پر شرط لگائی تھی گھوٹا

ہار گیا۔ اور اب گھوٹوں کا دال اس کے پیچھے تھا۔

”یہ دال بڑے سنگ دل ہوتے ہیں۔ اگر میں نے کل تک بچاؤ پاس پلٹا نہ

دیے تو مجھے چاتوؤں سے پھید کر رکھ دیا جائے گا ۔
 شالی نے اس کے خوبصورت چہرے کو خون میں ڈوبا ہوا نقشہ کیا اور اسے غش
 بنے لگا۔

”میں تمہیں پچاس پاؤنڈ دوں گی ڈاز۔“
 ”نہیں۔ میں تم سے نہیں لے سکتا۔ ڈالی سے لے لوں گا۔“
 ”پاگل نہ بنو۔ میں تمہیں ابھی چیک دیتی ہوں۔“
 ایک گھنٹے کے بعد دونوں پہلو پہلو لیٹے باپ رہے تھے۔ شالی کو پہلے سے
 بھی زیادہ مڑھ آیا تھا۔ مگر اس نے دیکھا ڈاز کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔
 وہ گھبرا گئی۔

”کیا بات ہے ڈاز۔ کیا تم مجھ سے خوش نہیں ہوئے؟“
 ”میں اس کے بارے میں نہیں سوچ رہا ہوں۔“ وہ تیز آواز میں بولا۔ ”میں
 آگے کی سوچ رہا ہوں۔“
 شالی اسے دیکھتی رہی۔ وہ اس طرح بے چین نظر آ رہا تھا جیسے حال میں
 کھنسا ہوا بربندہ۔

”بے ٹمبک ہے۔“ وہ اس طرح بولا جیسے اپنے آپ سے گفتگو کر رہا ہو۔
 ”میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ڈبلن۔“ وہاں ڈینی مجھے کوئی کام ملا سکا۔
 ”ڈبلن؟ کیا مطلب؟“ شالی چونک کر اٹھ بیٹھی۔
 ڈاز نے اس طرح اس کی طرف دیکھا گویا پہلی بار اس کی موجودگی کا احساس

ہوا۔

”بے پچاس پونڈ جو تم نے دیے ہیں میرے دشمنوں کو ورنہ کے لیے ملنے کہیں
 گئے۔ تب تک میں یہاں صحت دور نکل جاؤں گا۔“

تالی پریشان ہو گئی۔

• مگر تم نے تو کہا تھا اگر میں نے رقم دی تو تمہیں کوئی تکلیف نہ بھگی۔ اب کیا حال

ہے؟

ڈانے اُسے گھبرا کر دیکھا۔

• کیا تم سمجھتی ہو بچہ اس پاؤڈر کے لیے کوئی کسی کی جان لے گا؟ اس نے تلخ

لہجے میں کہا۔ میں پورے بارہ سو کا معرہ دیتی ہوں۔

تالی سنا لے بیٹ آگئی۔ بارہ سو پاؤڈر!! خدا اس کے پاس صرف دو سو

پاؤڈر تھے۔ اس نے اپنی ساری بچت پچھلے دنوں ایک پھٹی مٹائی میں صرف کر دی تھی۔

اب اتنی بڑی رقم کہاں سے آئے گی؟

وہ بستر سے اتر کر ڈان پہنچا۔ ڈان اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے

حکم کا اکر کھیلا تھا۔ تالی کے چہرے پر وہ گہری کشمکش کے آثار دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے اُسے لگا جیسے اس نے بہت زیادہ رقم بتا دی ہو۔ مگر پرنٹ

نے تو کہا تھا اس کی پانی پانی پر ہاتھ صاف کر دوں۔

وہ تھوڑا دیر تک کسوح کے عالم میں ٹہلی رہی۔ پھر اس نے آکر بستر پر بیٹھ گئی۔

• اگر میں تمہیں بارہ سو پاؤڈر دوں تو تمہیں یہاں سے بھاگنے کی ضرورت نہیں

پیش آئے گی؟

• ہاں مگر تم کہاں سے دو گی؟ لہذا کیوں اس کے متعلق گفتگو کی جائے۔ میں

کل ہی بھاگ جاؤں گا۔

• نہیں۔ وہ جتا کر بولی۔ میں تمہارے لیے انتظام کر دوں گی۔ مجھے صرف

دس دن کی مہلت دو۔ میں تمہیں پوری رقم دوں گی۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں

چا سکتے۔ نہیں جا سکتے۔

۱۰ اس نے اپنا گاؤں آمارا اور پھر اس سے لہٹ گئی۔

دوسرے دن اس نے چارلس برنیٹ سے رابطہ قائم کیا اور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اس نے فائز سے وعدہ کیا تھا تو اس کے ذہن میں برنیٹ ہی تھا، جس نے ایک بار اسے بہتر ملازمت کی پیش کش کی تھی۔ اس وقت اس نے سوچا تھا شاید برنیٹ اس سے شالک کے خلاف کام لینا چاہتا ہے۔ لہذا اس نے اس کی پیشکش کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا۔ مگر اب خود اس کی زحلی کا سوال تھا۔ وہ ڈاز کو کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔ موجودہ صورت حال میں برنیٹ کے لیے کام کرنا خلاف ضمیر نہیں معلوم ہوگا۔

وہ دوپہر میں برنیٹ کے آفس میں گئی۔ برنیٹ نے ایک بزرگ کی طرح اس کا استقبال کیا۔ شالی نے چھوٹے ہی کہا کہ اُسے ایک ہزار پاؤنڈ کی ضرورت ہے۔ ”یہ ایک بہت بڑی رقم ہے۔ مگر اس کی فراہمی ناممکن نہیں“ برنیٹ نے اپنے ناخنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے سر اٹھایا۔ اب اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور وہ بزرگانہ انداز بھی رخصت ہو گیا تھا۔ ”آپ ایک عقل مند خاتون ہیں۔ آپ کو روپے کی ضرورت ہے اور مجھے معلومات کی۔ میرا جانتا جا رہا ہوں کہ شال کے سٹریٹس کالینبرگ کے متعلق سٹریٹس شالک آج کل کیا سوچ رہے ہیں، کر رہے ہیں، یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟“

شالی جو تک پڑا۔

پچھلے چند دنوں میں اس نے کئی بار میکس کالینبرگ کا نام شالک کے آفس میں سنا تھا۔ کالینبرگ کا نام اس کے لیے نیا تھا اور اس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ وہ شالک کی خاص اسکیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ یہ کام سٹریٹس کیا کرتا تھا۔

”میں صحت سے جاتی ہوں کہ آج کل سیکس کالینبرگ کا نام ہمارے آفس میں بار بار لیا جا رہا ہے۔ میں اس سے زیادہ اہم کچھ نہیں جانتی۔“ مثالی ہرچ لکھاس ہو گئی کہ اب برنٹ سے بھی مدد کی توقع نہیں۔
برنٹ مسکرایا۔

”آپ اب بھی میری مدد کر سکتی ہیں مس نارمن! آپ کو بہت معمولی سا کام کرنا ہے۔ ذرا غصہ سے سٹے.....“
جین ٹنٹ ہمد برنٹ نے اسے ایک بیگ دیا جس میں ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر، چھ ٹیپ کی ریلیں اور ایک طاقتور مائیکروفون تھے۔
”اس ٹیپ ریکارڈر پر آپ مجھے جو معلومات دیتا کریں گی ان کی اہمیت کی مناسبت سے میں آپ کو معاوضہ دے سکوں گا۔ اگر آپ کو ایک ہزار پاؤنڈ کی ضرورت ہے تو کوشش کیجئے کچھ ایسی باتیں ریکارڈ ہوئیں جو میرے لیے مفید ہوں اس صورت میں مجھے ہزار پاؤنڈ دینے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔“

— (۵) —

اب آٹھ روز ہمد مثالی کے سامنے بیٹھے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔ آخر میری محنت مارا آٹھ ثابت ہوئی ہے۔

پچھلے تین دن میں برنٹ کے ٹیپ ریکارڈر نے بہت اہم بدل انجما تھا۔ گزشتہ آٹھ دن سے ڈاز اس کے ساتھ سو رہا تھا اور ہر رات اس کے لیے نئی رنگینیاں فراہم کر رہا تھا۔ مثالی نے اسے رقم دینے کا وعدہ کیا تھا، ڈاز اس کی قیمت ادا کر رہا تھا اور خود کو یہ کہہ کر تسلی دیتا کہ آخر اندھیرے میں ہر تلی سیاہ

ہوتی ہے۔!!

”میرے پاس سٹرکالینبرگ کے متعلق وہ معلومات ہیں جن سے آپ کو کبھی

ہوگی۔" مثالی کہہ رہی تھی۔ اس کا چہرہ شراب کے اثر سے سرخ ہوا تھا۔
"بہت خوب!" برنیٹ نے ٹانگ پر ٹانگ دیکھتے ہوئے کہا "ذرا
سینس تو؟"

"سٹر شالک مسٹر کالینز کے پاس سے ہم دغیا انگوٹھی چرانے نکالان
بنارہے ہیں۔ میرے پاس تین ٹیپ ہیں جن میں پوری تفصیل ریکارڈنگ کی ہے؟
"بور دغیا انگوٹھی! برنیٹ نے حیرت سے کہا۔" خوب تو وہ اس کے کچھ
ٹھاسے مذا ٹیپ چلا کر تو سنائیے؟"

"پہلے مجھے ایک ہزار پاؤنڈ چاہیے۔ دس دس پاؤنڈ کے نوٹوں کی شکل
میں۔"

"ادہ مس نارمن! میں کیسے یقین کر لوں آپ کے پاس پچھ دی
ہیں جن کی مجھے ضرورت ہے؟"

مثالی نے تین منٹ تک ٹیپ چلا کر سنایا۔ پھر ہند کر دیا۔ برنیٹ نے غریب
سننا چاہا۔ مگر مثالی نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ پہلے روپیہ لے گی پھر ٹیپ سننے
دے گی۔ اس کے چہرے سے برنیٹ کو بھی اندازہ ہو گیا کہ مزید اصرار بیکار ہے۔
اسے روپیہ دینا ہی پڑے گا۔ یوں بھی ایک ہزار پاؤنڈ کی کالینز کی نگاہوں
میں وہی وقعت... تھی جو انگلستان کے وزیراعظم کے سامنے ایک پیسے
کی ہوگی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

دو گھنٹے بعد دم رقم لے کر آیا۔ ویسے وہ سنچر کی دوپہر برباد ہونے پر مثالی کو
دل ہی دل میں کوس رہا تھا۔ مثالی نے اسے ٹیپ چلا کر سنائے۔ برنیٹ کا مٹا
سرخ چہرہ زیادہ سرخ ہوتا گیا۔ اس نے سوچا یہ ٹیپ اسے بہت کم قیمت پر
مل رہے ہیں۔

• بہت بچھے۔ بہت اچھے • اس نے سر ہا کر کھاتے سن نارمن آپ نے اپنی
فیس کے مطابق کام کیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کر سکیں
تو اس کا حربہ مصادفہ بھی بہت معقول دیا جائے گا؟

• اب ایسا موقع کبھی نہیں آئے گا • مثالی تیز لہجے میں بولی۔ اس کے
چہرے پر خود کو نفرت کرنے والی علامات تھیں۔ اس نے ٹیپ اٹھا کر بریٹ کے
ساتھ پینک دیے۔ • انھیں لے جائیے •
• اودھ سن نارمن •... اس نے کہنا چاہا۔

• لے جاؤ انھیں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ • وہ ہسٹریائی انداز میں چینی۔
بریٹ اس کے دوتے پر حیرت زدہ رہ گیا اور کچھ کسے بغیر ٹیپ کی گئیں
اور ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر نصیحت ہو گیا۔ نیچے اترتے ہوئے اسے خیال آیا
کہ مثالی سے وہ مائیکروفون لینا بھول گیا ہے۔ ٹکڑی کے موجودہ موڈ کا تقوُّ
کہ کے دوبارہ چلنے کی ہمت نہ پڑی۔ اس نے سوچا وہ بعد میں مائیکروفون لے
لے گا جب مثالی کا غصہ اتر چکا ہوگا۔

تین گھنٹے بعد ڈاز مثالی کے فلیٹ میں داخل ہوا۔ اسے بریٹ سے معلوم
ہو چکا تھا کہ وہ پیسہ مثالی کو دیا جا چکا ہے۔ وہ یہ سوچ کر ہوا میں اڑ رہا
تھا کہ آج اتنی بڑی رقم ہاتھ لانے والی ہے۔ اس نے اپنی ایک جاننے والی
ملکی کے ساتھ ایک مینٹل ہوٹل میں کھانے اور پھر اسی کے فلیٹ میں سونے کا پروگرام
بنا رکھا تھا۔

مثالی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ ڈاز کو وہ بہت بدظن
لگی۔

• کیا ہوا ہے؟ • اس نے نندہ سے پوچھا۔

مثالی نے آنسو پونچھے، میں رقم کا بندہ بیت کر لیا ہے ڈاز!۔
 تو اس میں مدنے کی کون سی بات ہے؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔
 بھوہا خوش نہیں تھا۔ اس نے خود کو بھانسی دے لی تھی۔
 ڈاز نے یودا کا نام سن رکھا تھا مگر اسے ٹھیک طور پر علم نہ تھا کہ وہ کون تھا۔
 اُس نے سوچا وہ کوئی بھاکڑی ہی ہو گا جب بھانسی لگی تھی۔
 کیا بک رہی ہو؟ کس نے کس کو بھانسی دی ہے؟
 ”کچھ نہیں تم کچھ نہیں بھوگے۔ کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟“
 ”روپیہ کہاں ہے؟“

”کیا تمہیں بھوک نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک اسٹیک لای ہوں۔“
 ”جہنم میں گیا اسٹیک۔ روپیہ کہاں ہے؟“
 مثالی نے خور سے اسے دیکھا۔ اس کے بعدیں روویں سے حرص اور لالچ متوجہ
 تھی۔

وہ آہستہ سے اٹھی اور اٹھاری سے نوٹوں کے بندل نکالے۔ ڈاز نے
 جھپٹ کر نوٹ اُس کے ہاتھ سے لے لیے۔ مثالی اُسے دیکھ کر بہوت رہ گئی۔ کیا
 یہ وہی شخص تھا جس نے اس کی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز کیا تھا۔ تیرہ
 وہ شدت سے جھپٹنے لگی تھی۔ اس وقت تو وہ ایک لاکھی اور بڑے رقم کا نوٹ
 ہوا نوٹوں سے اس طرح کھیل رہا تھا جس طرح وہ اس کے جسم سے کھیلتا
 رہا تھا۔ پھر اُنہی نے نوٹ اپنی جیبوں میں بھرنے شروع کیے
 ”یہ کیا کر رہے ہو ڈاز؟“

”میں یہ کر رہا ہوں کہ بھال سے دفع ہو رہا ہوں۔“
 ”تمہیں مطلب ہے کہ اب تمہیں روپیہ مل گیا تو تمہیں میری ضرورت نہیں۔“

انگوٹھ کے سرنگار

۶۹

• مجھے اور تمھاری عزت ! وہ حقارت سے لولا - ذرا اپنی صورت تو کیٹے
میں ابھی ہوتی - کتیا سے بدتر ہو - اور وہ باہر نکل گیا -

وہ اپنی جگہ کھڑی اس کے دور ہوتے ہوئے قدموں کی آواز سنتی رہی جو چوتھے
کے لیے اس کی زندگی سے دور جا رہے تھے

پھر وہ آہستہ سے کمری پر بیٹھ گئی - نہ جانے کب تک بیٹھی رہی - اس کے
سر پر لگی دیوار گیر کھڑکی کی سوئیوں نے کئی چکر پورے کر لیے - پھر جب اندھیرا ہونے
لگا تو اس نے حرکت کی اور اپنے اگلے چھوٹے ہاتھ پر پھیلائے - اس کا ذہن پھر
سے جاگنے لگا -

مجھے خود سمجھ لینا چاہیے تھا کیا ہونے والا ہے - اس نے سوچا ' اسے کیوں
بھلاہ ہوتی -

اس نے بنی آنکھیں بند کر لیں - اسے اپنی سادگی اور پھیپے پن کا اتنی شدت
سے احساس ہونے لگا ' جیسا پہنے کبھی نہیں ہوا تھا -

اب اس زندگی کا کیا فائدہ ؟ اب وہی بھیانک دن اور ویران راتیں
ہوں گی - ساتھ ہی اپنے مالک کو دھوکا دینے کا مجرم باز احساس ہر وقت اسے
لامعت کرتا رہے گا - اس نے یہ بے وفائی ڈاز کو ہر وقت اپنے پاس رکھنے کے لیے
کی تھی - اب وہ بھی نہ رہا - لہذا اس زندگی سے فائدہ ؟ ؟

دوا لٹ کر کچن میں گئی اور ایک تیز چاقو نکالا - چہرہ اخنی دروازہ بولٹ کر کے
ختم میں گئی - ٹب میں گرم پانی بھرا اور حوٹے آمار کر اس میں بیٹھ گئی - نیم گرم پانی
بکڑوں کو بھگو کر اس کے اینٹھتے چھوٹے جسم کو کسی قدر سکون دیا -

تھوڑی دیر خاموشی سے بیٹھی رہی - لوگ کہتے ہیں مرنے کا یہ طریقہ سب سے
آسان ہے - درد تو نہیں ہوگا ؟ اس نے غمت کر کے چاقو سے بائیں کان کاٹ لیا

اکوٹھ کے تھکے

دور سے کالی۔ خون کی دھار بہہ نکل۔ اس نے بونٹوں کو دانتوں میں دبا کر درد کی شدت سے پیدا ہونے والی پیچ کو روکا تھا تو اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اس نے ایک نظر پانی کو دیکھا، جس کا رنگ خون کے شامل ہونے سے سوخ ہوتا جا رہا تھا۔ پھر ہنسی بند کر لیں۔

اسی طرح خاموش ٹپے ٹپے ڈاز کے خوبصورت چہرے، مجھے بچے بالوں اور مضبوط جسم کا تصور کرتی ہوئی وہ اس زندگی سے دور ہوتی گئی، جس کا اس کے پاس کوئی مصروف نہ تھا۔

سپلا قدم

آرموٹالک ہیر کی صبح ساڑھے آٹھ بجے اپنے ہوٹل میں واپس آیا۔ مشہور ہٹن نے اس کا استقبال کیا اور اطلاع دی کہ فیمل پیرس میں ہے۔ اس کی تفصیلی گفتگو کے دوران ٹالک اسے گھومتا رہا۔

مجھے امید ہے جناب کہ میں نے صبح قدم اٹھایا ہے۔ مشہور ہٹن نے آخر میں کہا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا آپ کہاں گئے ہوئے ہیں، وہ نہ میں ضرور آپ سے مشورہ کرتا۔"

ٹالک ایک کال گرل کے ساتھ ایک غیر معروف مقام پر فخریہ کرنے گیا تھا۔ وہ اس کا اظہار نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس بات کا کہ اس کا وقت بہت خراب گزرا تھا۔

ٹھیک ہے اگر وہ چلا گیا۔ کہا اس نے جاتے جاتے یہ بتایا کہ کالینبرگ کی تجویزوں دیکھو کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے؟

انگوٹھ کے شکار

۲۹

نبی نے اسے گھور کر دیکھا۔ مگر خالک نے اس کی طرف سے نہ بھیر
لہا تھا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ فینل اٹھ کر باہر آیا، جہاں شمالی
نارمن بلیٹی ٹائپ کر رہی تھی۔ فینل اس کی طرف دیکھے بغیر ہلکتا چلا گیا۔
جب وہ جھانکا اور اندر کے کمرے سے فون پر گفتگو کرنے کی آواز آنے لگی
تو شمالی نے ہاتھ بڑھا کر اپنے خفیہ ٹیپ ریکارڈر کا سوچ آف کر دیا۔

— (۳) —

گیری ایک ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوا اور ٹوائے کے نمبر ڈائل کیے۔
”ہم لوگ ایک شاپاؤلز کھانے والے ہیں مہدی! ایک گھنٹے کے بعد
کارلن ہوٹل کے روم میں ملے۔ اور ادھر سے بھاپ کا انتظار کیجے بغیر
ڈس کنکٹ کر دیا۔

اسے معلوم تھا لوئی میک اپ کرنے اور اباس پہننے میں بہت سہ تھی۔
لہذا اسے ایک گھنٹے کا وقت دینا ضروری تھا۔

کینیڈی جونز پہلے ہی اس سے یہ کہہ کر جدا ہو گیا تھا کہ اُسے بھی اپنی گرل
فرینڈ سے ملنے ہے۔ جدا ہونے سے پہلے اس نے پوچھا تھا ”اس ہم کے تعلق
تمہارا کیا خیال ہے؟“

”ایک سہم ہی ہے۔ مواد مذہبی سے زیادہ ہے۔ ہم دونوں اچھے دوستوں

کی طرح رہیں گے۔ مگر یہ شخص فینل“

جونز سکرایا۔

”نبی اس کی ٹھوکریوں پر تم لوہیلی کا ہٹریں اس چام کو لے لو گے۔

فینل تو میرے حقے میں آیا ہے؟

”ذرا بھلا رہنا: گیری نے نصیحت کی۔

الگو بڑے شے کا

۷۱

”جی نہیں جناب وہ بڑی بدھواسی کے عالم میں آیا تھا اور بیت جلدی

میں گیا۔“

شالک نے منہ بنایا۔ اسے لگا آج کا دن منحوس ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ تین ٹپ جن میں اس کے پلان کا ایک ایک لفظ بند ہے، اس وقت میکس کالینبرگ کے ٹیبل پر موجود ہیں تو وہ اس دن کو تباہی کا ہر کاہ سمجھتا۔ مگر اسے علم نہ تھا۔

جب ساڈھے نو بجے لارا لہری اور جو ترائے تو وہ کافی جھنجھلایا ہوا تھا۔

اس نے انہیں بتایا کہ فینل کو خودی طود پرپرس کے لیے روانہ ہونا پڑا تھا۔

”مزید تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے“ اس نے کہا۔ ”مسٹر

فینل اتنی جلدی میں گئے ہیں کہ وہ مجھے کالینبرگ کے حفاظتی اقدامات کے بارے

میں کچھ نہیں بتا سکے۔ مجھے امید ہے وہ آپ لوگوں کو اس کے متعلق جو کچھ کالینبرگ

میں بتائیں گے۔ میں چونکہ اس وقت مصروف ہوں۔ لہذا اس میٹنگ کو زیادہ

دیر جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا۔“ اس نے گہری کو مخاطب کیا۔

”کیا تم نے لاشہ دیکھا؟“

”ہاں میں اس جگہ پہنچ سکوں گا۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“

”ٹھیک ہے اب یہ مہم آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ میں غائبی

طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ اس سر کے کو زیادہ سے زیادہ آسان

بنایا جائے۔ اب باقی آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ آپ لوگ آج رات

ہوائی جہاز سے روانہ ہوں گے اور کل صبح جو کالینبرگ پہنچ جائیں گے۔“

وہ رُکا بھر کہنے لگا۔ ”ایک بات اور واضح کر دوں کہ فینل ایک خطرناک

عالم پریشہ انسان ہے۔ مگر اس کام کے لیے اس کا دھم بے حد ضروری ہے۔“

اس نے گیری کی طرف دیکھا۔ کیا میں تم سے توقع کروں کہ تم اپنے ساتھ مس ڈیسمنڈ کی بھی حفاظت کرو گے؟

”میں اسے اپنی عزت انزائی سمجھوں گا۔“

”اودھ آرمو! لا رہے صبری سے لولی۔ تم جانتے ہو میں اپنی حفاظت

آپ کر سکتی ہوں۔ پھر کیوں اتنی فکر کر رہے ہو؟“

شالک نے اپنے بھاری شانے اُچکائے۔ ”مرد ہمیشہ خوبصورت لڑکیوں کی فکر کرتے رہتے ہیں۔ میں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوں۔ شرپوزن تم لوگوں کو تمہارے محکمہ اور دوسری تفصیلات بتایا کرے گا۔ خدا حافظ۔“

جب وہ لوگ پہنچے، شالک نے میز پر وہ کاغذ تلاش کرنا شروع کیا جس پر آج کے ملاکینوں کے نام ہونا چاہیے تھے۔ مگر وہ اسے نہ ملا۔ نٹالی ہر میچ وہ کاغذ اس کی میز پر رکھ جاتی تھی۔ شالک نے سوچا آج کا دن سچے خراب گزرنے والا ہے۔ وہ بھٹلائے ہوئے انداز میں اٹھ کر نٹالی کے کمرے میں آیا تاکہ اس سے باز پرس طلب کرے۔ مگر نٹالی اسے جگہ پر موجود نہ تھی۔ شالک کو بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ پچھلے تین سال کے عرصے میں ایک دن بھی ایسا نہ گزرا تھا جب نٹالی ٹھیک وقت پر دفتر نہ پہنچ گئی ہو۔

شالک نے اپنے کمرے میں آکر شرپوزن کو طلب کیا۔

”مس نارمن کہاں گئی؟“

”میں نہیں جانتا جناب۔“ اس نے سرد مہری سے کہا۔

شالک نے گھبرا کر دیکھا۔

”معلوم کرو وہ کہاں ہے۔ اس کے مگر فون کرو گیس۔“

”اسی وقت فون کی گھنٹی بجی بشرپوزن نے آگے بڑھ کر دیسپور اٹھایا۔“

۔ سٹر شالک کی قیام گاہ :-

فدا دیر وقفہ رہا۔ چہرہ چونک اٹھا۔ کب کہا۔ کون ؟
شالک نے دیکھا شرہورن کا چہرہ اجانک اتر گیا اور آنکھوں سے
خون سمھانکھنے لگا تھا۔

۔ فدا گھر وہ اس نے ملا تھہ پس برہم تھہ رکھا اور شالک سے کہا :-
اسکاٹ لینڈ لہڈ کے سرجنٹ گڈ یارڈ آپ سے ملنے آئے ہیں ؟
شالک کا بھی رنگ بدل گیا۔ پچھلے دنوں اس نے کرنسی کا ہیر پھیر کیا تھا
اور ناجائز طور پر نوٹہ کڈاؤنڈ انگلینڈ سے باہر بھیجے تھے۔ کہیں اسکاٹ لینڈ
یارڈ کو تو اس کی ہوا نہیں لگ گئی ؟

اس نے خود کو سنبھالا اور شرہورن کی طرف دیکھے بغیر کہا :- اس سے کہو اوپر
آجائے :-

بن منڈ ہڈ شرہورن نے داخلی دروازہ کھولا اس کے سامنے ایک لمب
تڑلے اور قوی ہیکل آدمی کھڑا تھا۔

۔ تشریف لائے جناب ! - شرہورن ایک طرف ہٹا ہوا بولا - سٹر شالک
آپ کے منتظر ہیں :-

سرجنٹ گڈ یارڈ اندر داخل ہوا۔ اس نے غصے سے شرہورن کو دیکھا پھر
راہنی ابرو اٹھا کر بولا :- ادھر جارج ! میں تو سمجھا تھا تم مر چکے ہو گے :-

۔ جی نہیں جناب - شرہورن چہرے سے پسینہ پونچھتا ہوا بولا -
سرجنٹ نے کمرے کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لیا پھر کہنے لگا :
۔ تم نے اپنے لیے اچھی چناہ گاہ تلاش کر لی ہے۔ کم از کم پنڈون ملا :-

بہتر ہے :-

”جی ہاں جناب! شریامن نے اس کے بچے شالک کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

سرجنٹ جند کے اُسے گھومتا رہا۔ پھر شالک کے شان دار کمرے میں داخل ہوا۔

شالک نے اسے خود سے دیکھا پھر پوچھا:

”سارجنٹ گڈ یارڈ؟“

”جی ہاں جناب۔“

”بیٹہ جلیے، شالک نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ”کیسے کیسے تکلیف لے“

گڈ یارڈ نے بیٹھے ہوئے خور سے شالک کو دیکھا۔ شالک کو اضطراب ہو رہا تھا۔ جو اُن تمام بحرموں کو ہوتا ہے جب وہ پولیس کے سامنے پیش ہوتے ہیں اُس نے کوشش کی کہ اس کے پہلے کچھ معلوم نہ ہونے پائے۔

”میرا خیال ہے میں مثالی نارمن آپ کے یہاں ملازم ہیں؟“

شالک نے ہمت سے سر کو جھینٹ دی۔

”ہاں! وہ آج نہیں آئی۔ کیا اسے کوئی تکلیف ہے؟“

”وہ پرسوں شام کو انتقال کر گئیں۔ خودکشی۔“ سرجنٹ نے اپنی گرفت آواز

میں الفاغ دی۔

شالک کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔ موت کا لفظ اُسے بہت بُھا انا لگتا تھا۔

جند کے وہ بے حس و حرکت میٹھا رہا۔ پھر اس کے تربیت یافتہ اور کاروباری ہمت

نے سوچنا شروع کیا۔ اب اس کا کام کون سنبھالے گا؟ مثالی کی زندگی بابت

اسے کوئی دیکھی نہیں تھی۔ اسے اس بات سے غرض تھی کہ تین سال کے

الگوٹھ کے شوکار

حصے میں مثال اس کے کاروبار کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی تھی۔
 • مجھے یہ جان کر بہت دکھ ہوا : اس نے سگار کی طرٹ باتھ بڑھاتے ہوئے
 کہا۔ ”کیا خود کشی کی وجہ دریافت کی جاسکتی ہے ؟“
 • ”مردود کتنا خود غرض ہے“ گلیارڈ نے لڑتے سے سوچا۔ مگر ان جذبات کا اظہار
 نہیں کیا۔

• میں اسی لیے آیا ہوں کہ شاید آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔ اُس نے کہا۔
 شالک نے سگار سٹاک کر دو تین کش لیے پھر دھماں اڑاتا ہوا بولا : مجھے آنکس
 ہے میں مس تار من کی پرائیوٹ زندگی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ میرے پاس تین
 سال سے کام کر رہی تھی اور میں اس کے کام سے مطمئن تھا۔ اس نے غور سے گھولنا
 کو دیکھا۔ میں بہت معزوف آدمی ہوں سارجنٹ، لہذا میرے لیے ممکن نہیں کہ اپنے
 ملازمین کے معاملات میں دیکھی لے سکوں۔

سرجنٹ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی شے نکالی اور اُسے شالک کے سامنے
 ڈال دیا۔ ”آپ جانتے ہیں جناب ! یہ کیا ہے ؟“

شالک نے دیکھا وہ ایک بڑا سا کلب تھا جو کاغذات کے پلندے میں لگائے
 کے کام آتا ہے۔

• یہ تو بیکہ کلب ہے۔ اس نے تیز آواز میں کہا۔ ”کہیں تم میرا وقت تو نہیں
 ضائع کر رہے ہو سارجنٹ ؟ میں اس وقت بہت معزوف ہوں۔“
 گلیارڈ پر اس فوائش کا کوئی اثر نہ ہوا۔

• میں بغیر معقول وجہ کے آپ کا وقت برباد نہیں کروں گا جناب۔ اُس نے
 پوچھ سکو آواز میں کہا۔ ”مگر شالک ! میرا خیال ہے آپ کے کاروبار میں ایسے
 لمحات بھی اکثر آتے رہتے ہیں جب آپ کی حرکات و سکنات سے آپ کے کاروبار

حرفوں کو دیکھی ہو۔

شاکل چونک پڑا۔

”نہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔“

”بے شک نہیں۔ مگر اس کلپ کی موجودگی سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی

ہے جو میں نے ابھی کہی۔“

”آخر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“ شاکل نے بے صبری سے سگاردالا ہاتھ ہلکا کر کہا۔

”بہ نظر آئے دلا کلپ ایک انتہائی طاقتور مائیکروفون ہے۔ اس

کا استعمال عام طور پر ممنوع ہے۔ صرف خفیہ حالات ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسرے

افلام میں یہ سراسر رسانی کے کام آتا ہے۔“

شاکل سنائے کے عالم میں بیٹھا کلپ کو گھورتا رہا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔۔۔“ بالآخر اس نے کہا۔

”بہ سن مارمن کے فلیٹ میں پایا گیا ہے۔ اتفاق سے اس حلقے کا انسپکٹر جو

اس کی موت کی تحقیقات کر رہا تھا، اس نے فوراً پہچان لیا اور معاملہ اسکاٹ لینڈ

یاردنگ پہنچا دیا۔ میں وجہ ہے کہ مجھے یہاں آنا پڑا۔“

”میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔“ شاکل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبانی

پھیر دی۔

”کہا آپ نے کبھی اسے دیکھا ہے؟“

”مجھے دھیان نہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے؟“ شاکل نے پتھری سے مانتھا

کہ اشارہ کیا۔ میز پر کاغذات کا ڈھیر لگا تھا اور اس میں اسی طرح کے کلپ استعمال

کے گئے تھے۔ ”ہو سکتا ہے میں نے دیکھا ہو۔ لیکن کسے سلام تھا۔۔۔۔۔۔“

اس مائیکروفون کو استعمال کرنے کے لیے ایک اسپیشل ٹیپ ریکارڈر دکھاتا

ہے۔ کیا میں مس نارمن کی میز دیکھ سکتا ہوں؟

• کیوں نہیں؟ شالک نے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ سرخٹ کو نشانی کے کمرے

میں آیا اور اس کی میز کی طرف اشارہ کیا۔

گلڈارڈ نے جبری سے سلامی لی۔

• کچھ نہیں ہے۔ وہ شالک کی طرف مڑا۔ کیا آپ کو کبھی شبہ ہوا کہ اس

نارمن کسی وجہ سے آپ کے خلاف سازش کر سکتی ہے؟

• کبھی نہیں۔

اس کے پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ ان دنوں ایک لوجھان مرد اس کے ساتھ رہ

رہا تھا۔ آپ اس کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟

• مجھے یقین نہیں آتا۔ شالک نے حیرت سے کہا۔ پھر بھی میں ہوں

کوئی گا مجھے کچھ علم نہیں۔

• ہم اس معاملے کی مزید تحقیقات کریں گے جناب! شاید آپ کو دوبارہ ٹیلیفون ہوگا

میں عام طور پر نہیں ملتا ہوں۔ شالک نے کہا۔

گلڈارڈ ادانے کی طرف بڑھا۔ بھرپور کر مڑا اور کہنے لگا۔

• شاید آپ کو علم نہ ہو کہ آپ کا یہ ملازم جارج شرپورن جیلی دستخط بنانے کے الزام

میں چھ سال قید بھگت چکا ہے۔

• میں جانتا ہوں۔ شالک نے بہ سکون آواز میں کہا۔ شرپورن نے پھیلی زندگی

سے توبہ کر لی ہے اور اب میں اس سے مطمئن ہوں۔

گلڈارڈ جندھے خواہشی سے اُسے گھورتا رہا تھا۔

• کیا ایسے لوگ کبھی بھی توبہ کرتے ہیں؟ اُس نے شانے اُچکائے اور ہانپ نکلیا۔

شالک اپنے کمرے میں آیا اور کرسی پر بیٹھ کر چہرے سے پسینہ ہونچنے لگا۔

کیا وہ مائیکروفون بھی اس کی میز پر آیا تھا؟ اس نے سوچا۔
 نہیں کہہ ہاں۔ تو کیا مردہ چہرے والی کتیا۔ س کی باتیں ریکارڈ کرتی رہی تھی؟
 اُسے کرنسی کا وہ ناچا ترہیر پھر یاد آیا۔ وہ معلومات جو کرنسی کے سلسلے میں اس کے
 چار سوکوں کے لیے بڑی بڑی رقموں کا باعث بنی تھیں۔ پھر وہ ٹائپسٹ جو جنرل کوڈ کے
 حوض اپنے آفس کا راز اس کے ہاتھ بچھپاتا تھا۔ اس طرح کے کتے کا وہ ہار تھے۔ اُس
 نے نہ جانے کب وہ مائیکروفون میز پر رکھا ہوگا اور کتنے ماز ریکارڈ کیے ہوں گے۔ اچھے
 بہ اچھے انگوٹھی والا معاملہ! کیا یہ بھی ریکارڈ کر لیا گیا ہوگا؟؟ اس کا چہرہ سرخ
 ہو گیا۔ آخر وہ ٹیپ ریکارڈر کہاں گیا؟ ہوستا ہے اس نے صرف مائیکروفون
 لیا ہو اور ٹیپ کرنے کا خیال چھوڑ دیا ہو۔ آخر وہ نیم پاگل تھی۔ اس نے شائد
 کو دھوکا دینے کے بجائے اپنی جان دینا زیادہ بہتر سمجھا ہو۔ شاید اس نے کچھ
 بھی نہ ریکارڈ کیا ہو۔

مگر فرض کرو اس نے کالینبرگ کے متعلق پورا پلان ریکارڈ کر لیا ہے اور وہ ٹیپ
 کالینبرگ کو بھیج دیا گیا ہو؟
 وہ کرسی کی پشت سے ٹپک گیا اور نیری سے سوچنے لگا۔
 کیا وہ ان لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دے؟

اس نے خطرے کا اندازہ لگایا۔ اگر تینوں مرد اس سر کے میں کام آگئے تو شائد
 کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اسے صرف لارا کے کھونے کا افسوس ہوگا۔ وہ بڑی تلاش
 کے بعد ملی تھی۔ مگر اس نے سوچا، دنیا میں ایک رہی تو نہیں۔ اگر وہ انہیں خطرے
 سے آگاہ کر دیتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ لوگ ڈر کر واپس آجائیں۔ اس انگوٹھی کو چرائے
 کے لیے اس نے پہنچ لاکھ ڈالر اور اخراجات اس کے علاوہ کا سودا کر رکھا تھا۔ اتنی
 بڑی رقم کے لیے ان جہادوں کی قربانی کوئی بڑی چیز نہیں تھی۔

مزید غصہ کرنے کے بعد اس نے ہی فیصلہ کیا کہ اسے خاموش رہ کر امید کرنی چاہیے کہ اس کتیا ٹالی نے بورخیا انگوشی کے متعلق کوئی گھٹا دیکھا ہو یا نہیں کی تھی۔ اسباب بھی اس سہم کے کامیاب ہونے کے امکانات ہیں۔

بھروسہ سب کچھ بھول کر اپنی ٹاک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

— (۱۲) —

چارلس برنٹ نے دوپہر میں خوب سو ہو کر کھانا کھایا اور گنگنا نا بھا اپنے پاس میں آیا، جہاں ایک کیبل اس کا منتظر تھا۔ وہ کالینبرگ کی طرف سے تھامہ کڈ میں تھا۔ برنٹ نے مینر کا رفاہ میں سے کالینبرگ کی نوٹ بک نکالی اور کوکاکوٹا سان زبان میں منتقل کرنے لگا۔ پیغام یہ تھا:

”بہت خوشی ہوئی۔ ملاقاتوں کا ان کے خلیان شاہ
استقبال کیا جائے گا۔ تمہارے سونر لینڈ کلاڈ میں
جن ہزار ڈالر جمع کر دے دیے گئے ہیں۔“

— ک —

برنٹ نے خوش ہو کر ڈکارتی۔ اور گنگنا نا بھا اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اس وقت بھی گنگنا نا بھا جب انسپکٹر پرکنس نے اسے فون کیا۔
”میں نے سوچا آپ کو آگاہ کر دوں جناب! کہ مس ٹالی نارس اپنے فلیٹ میں مردہ پائی گئی۔ اس نے خود کشی کر لی تھی۔“
برنٹ چند لمحے کچھ نہ کہہ سکا۔

”کیا آپ سن رہے ہیں جناب؟ دوسری طرف سے آواز آئی۔
برنٹ نے سمجھا لیا۔ تو یہ لڑکی دماغی طور پر سچ پچ غیر متوازن تھی۔ آہلے بھی شبہ تھا۔“

ہنگوٹھی کے شکاں

۸۰

”مگر مجھے اس سے کیا دیکھی ہوئی چاہیئے پرکنس؟ اس نے گلاھاٹ کو تھامے ہوئے کہا۔“

”بات دراصل یہ ہے جناب کہ وہ چہتی نوجوان ڈاز جلیسن ان دنوں اس کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ میں نے سوچا آپ کو باخبر کر دوں۔ لیکن اگر آپ سمجھیں کہ میں نے غلطی کی ہے تو معذرت خواہ ہوں۔“

برینٹ نے ایک طویل سانس لی۔

”نویہ جلیسن اس سے ملا کرتا تھا۔ کیا اس سے کسی طرح کی باز پرس طلب کی

گئی ہے؟“

”دراصل بیکیں کل شام ہی کو ڈبلن چلا گیا۔ پولیس کے پاس اس کا طریقہ

مرد ہے، پھر بیلی ڈبلن بہت بڑی جگہ ہے۔“

”بہت اچھے! شکریہ!! پرکنس۔“ برینٹ نے قصہ میں دیکھ کر پرکنس

لے بھولے ہوئے چہرے سے انعام کی توقع ٹپک رہی تھی۔

”تمہارے اکاؤنٹ میں مزید افراز کیا جائے گا۔“ اس نے سلسلہ قطع کر دیا۔

وہ تھوڑی دیر بیٹھا ہی فہمی مائیکروفون کے متعلق سوچا رہا جو دنہ سال کے فلیٹ

میں چھوڑا ہوا تھا۔ پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ کوئی اُسے پہچان نہ

پائے گا اور وہ بیکار سمجھ کر پھینک دیا جائے گا۔

تاہم اس نون کال نے اس کی دہر برباد کر دی تھی۔

— — — — —

جو ہانسبرگ کے رہنے انٹر ٹینٹل ہوٹل کے کاؤنٹر پر اس وقت بڑی چیخ

پکارت تھی۔ امریکی سیاحوں سے بھری ایک بس ابھی ابھی وہاں آ کر دی تھی اور

سارے مسافر اپنے ٹوڑے پورا ہوٹل سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔

فائنلنگ ہال کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا یونیٹس یہ شور و غوغا دیکھ رہا تھا

اٹھ بھڑے منہ بنا رہا تھا۔

باہر بارش ہو رہی تھی۔ دہال کے مقامی سیاہ فام باشندے جو جوتوں کو کھاتے ہیں،
چھتریاں لیے سڑک پر آ جا رہے تھے۔ وہ رُک کر ٹیوٹی ڈیز سفید فاموں کا شور کرنا
اور چھانا دیکھتے پھر ہنستے ہوئے چلے جاتے۔

آخر پارلی کا آخری آدمی بھی لفٹ کی طرف لے جایا گیا اور کاؤنٹر پر سکون چلا
فینل جو ہاؤسنگ میں چھتیس گھنٹے سے مقیم تھا۔ اس نے دیر میں اُدھان
خوت دہر اس کے عالم میں گزارا تھا۔ پھر اسے جنوبی افریقہ جانے والا جہاز ملا تھا۔ اب
یہاں پہنچ کر اسے سکون ملا تھا۔ پچھلے ایک ماہ میں پہلی بار اس نے خود کو محفوظ محسوس
کیا۔ عورتوں اور پولیس اب بت چھپے ہوئے تھے۔

ایک سیاہ رنگ کی کیڑی لاک ہوٹل کے باہر آ کر رُکی۔ جیسے ہی فینل نے
کار کی کھڑکی میں سے لارا کا خوشنڈا سر جھانکتے دیکھا، اُٹھ کھڑا ہوا اور ان کے
استقبال کو آگے بڑھا۔

دس منٹ بعد وہ سب فینل کے کمرے میں بیٹھے تھے اور فینل بڑی سوج کے عالم میں
انہیں شراب پیش کر رہا تھا۔

”میرا خیال ہے تم لوگ نہا دھو کر آرام کرنا چاہو گے جو وہ کہہ رہا تھا۔ مگر
جانے سے پہلے میں تمہیں کالینزنگ کے حفاظتی اقدامات کے متعلق بتانا چاہتا
ہوں۔ تم لوگ ابھی سونو گے یا بعد میں؟“
گیسری نے پر پھیلانے چوہ گھٹوں کی اڑان نے اسے تھکا دیا تھا۔

اس نے لارا کی طرف دیکھا
”ابھی سونو گے یا پہلے نہا لیں۔“

میں پہلے سستا ہند کروں گی

و میں نے ان کاغذات کا مطالعہ کیا ہے جو شاگل نے مجھے دیے تھے جن میں
خراب کا گھونٹ گھونٹ لیتا ہوا ہوا۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا بچا بچانہ
زمین دھڑے۔ اس میں نفٹ لگی ہوئی ہے۔ چونکہ یہاں مکان ایک منزلہ ہے لہذا
میں زمین کے نیچے ہی ہونا چاہیے۔ سمجھو؟
کتے رہو، گیری نے کہا۔

”اس نقشے میں پچ ٹیلی ویژن سسٹم جس کا مطلب یہ ہے کہ میوزیم میں
چھ کمرے ہیں۔ تمام ٹیلی ویژن ایک جگہ سے کنٹرول کیے جاتے ہیں۔ خانہ مکان
کے کسی حصے میں بیٹھا ہوا میکانیکی کنٹرول پر سارے کمروں پر نظر رکھتا ہوگا۔ اس
سسٹم میں خراب یہ ہے کہ محافظ ایک وقت میں صرف ایک ہی کمرے پر نظر رکھ
سکتا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ محافظ بیٹھے بیٹھے اونگھ سکتا ہے، یا کتاب
پڑھنے لگ سکتا ہے یا باتھ روم میں جانے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے اپنی جگہ
سے ہٹ سکتا ہے۔ لہذا ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ محافظ اس قسم کی غفلت
برتا رہتا ہے یا نہیں۔ اور یہ بھی کہ آیا رات کے وقت کوئی محافظ ڈیوٹی پر رہتا
ہے یا نہیں۔ اور یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ کام ہے۔ اس نے گیری کی طرف
اشارہ کیا۔

گیری نے سر ہلا دیا۔

دو میوزیم کا دروازہ خالص نوا دکا ہے۔ فینل نے آگے کہات میں
بال اسٹرام والوں کا سسٹم جاتا ہوں۔ دروازے میں ایک ”ٹائم کلاک“ لگا ہوا
ہے۔ دروازے کو بند کر کے اس کلاک پر جو وقت لگا دیا جائے، دروازہ اسی
وقت پر خود بخود کھل جائے گا۔ اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں کھول

سکتی : وہ سکرایا : صوف میں کھول سکتا ہوں ۔ وہ ٹائم کلاک میں نزلے
میں بنا باگیا تھا میں وہیں نوکر تھا ۔ لہذا اس کی فکر نہیں ۔ البتہ ایک خاص بات
نہیں معلوم کرنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ رات نے وقت میوزیم میں لے جانے والا تھا ۔
کھلی دہلی ہے یا بند کندی جاتی ہے ۔ اگر لفٹ بند کر دی جاتی ہے تو ہمارے پاس
میوزیم تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے ۔

• ہو سکتا ہے وہاں جانے کے لیے زینے بھی ہوں ؟
• ہو سکتا ہے ۔ فینسل نے سر ہلایا : یہ بھی نہیں ہی معلوم کرنا پڑے
گا ۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرو کہ مجھے ملان میں کس طرح داخل ہونا ہے ۔
کھڑکی کے ذریعے یا دروازے سے ؟

• میں جتنی بھی ملتا حاصل ہو سکیں گی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا مگر

نے لہا ۔

کرنا ہی پڑے گا ۔ ورنہ کام نہیں ہو سکے گا ۔
لا ماراٹھ کھڑی ہوئی ۔ وہ ہلکے سبز رنگ کے کاٹن کے لباس میں بہت
خوبصورت لگ رہی تھی ۔ جہت لباس اس کے جسم سے چپکا ہوا تھا ۔ نینوں
مرداسے دیکھنے لگے ۔

• میں تو ہمارا کرنا چاہتی ہوں ۔ ماسے میں بالکل نہیں سو سکی ؟ وہ کہتی
بھئی باہر چلی گئی ۔

• میں بھی گھیری نے جمائی لیے ہوئے کہا ۔

فینسل نے کینیڈا کی طرف دیکھا ۔

• تم نے ماسے کے سامان کا انتظام کیا ؟

• شاید اب تک ہو گیا ہو ۔ کین نے جواب دیا : " میں نے لندن سے

انگوٹھوں کے نشان

۱۹۹

یہاں اپنے ایک دوست کے نام کیل بھیجا تھا۔ اس نے اب تک سب کچھ
کے دکھا ہوا۔ ہم لوگ نما کر اس کے پاس ملیں گے؟

گہری اور کین اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔
اب گھنٹے بعد کین ہمارے کمرے میں آیا۔ جو مسلسل پل رہا تھا اب
اس کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔ کین کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔

جیسو :-

دونوں کمرے سے باہر نکلے۔

میرے اس دوست کا گرج یہاں سے قریب ہی ہے۔ ہم لوگ یہاں بھی
جاسکتے ہیں۔ کین نے کہا۔

”وہ ذرا درجہ ٹل کے دروازے پر کھڑے تیرا ہوش کو دیکھتے رہے۔ پھر
بھگے ہوئے نکلے۔“

”اگر ڈرائیو کی حدود میں بھی اس طرح کی ہوش دہی تو نہیں
ہے حد دشواری پیش آئے گی۔ کین بڑبڑایا۔“

کین کا دوست سام جیفرسن ایک مہیا اور ڈیلا پتلا ڈیڑھ عمر کا آدمی تھا۔
اس نے کین کو دیکھتے ہی ہانک لگائی۔

”ہائے کین! سفر کیسا رہا؟“

کین نے فیل کا تعارف کرایا۔ فیل سے ملنے والے وقت سام کی سگڑ
بھکی بڑ گئی۔ اس کے چہرے پر برستی ہوئی سرد مہر دیکھ کر سام سمجھ گیا کہ اس
کی لائن کا آدمی نہیں ہے۔

جس نے تمھارا سب سامان تیار کر رہا ہے۔ اس نے کین سے کہا۔ بہتر
ہوگا کہ تم چیک کرو۔ اگر کوئی چیز رہ گئی ہو تو بتا دیتا۔ اب مجھے معاف کر دو۔ مجھے

ایک کارشام تک درست کر کے دینی ہے ۵

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف چلا گیا جہاں ایک گاڑی کا انجن کھل پڑا تھا۔ کین اور

فینل اس وقت بڑے جہاں ایک لمبی سی گاڑی تھی۔ اس میں ایک مقامی باشندہ بیٹھ رہا۔ اچس آنے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کین کو دیکھ کر مسکرایا۔

”سب تیار ہے باس!“ اس نے کہا۔ کین نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر اس نے فینل سے کہا:

”یہ جی ہے۔ جی اور سام نے مل کر ہانا سامان تیار کیا ہے ۵

فینل کالوں سے لذت کرتا تھا۔ اس نے ایک حقارت بھری نظر جی پر ڈالی، پھر منہ پھیر لیا۔ جی کے چہرے پر کرب کے آثار بھیل گئے۔ کین نے فوراً اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔

”ذرا دیکھیں جی تم نے کیا سامان لیا ہے ۵

کار کے سامنے کے حصے میں ایک پھیلا ہوا تھا جس پر موٹا فولادی تار لپٹا ہوا تھا۔ کین نے اسے دیکھ کر مطمئن انداز میں سر ہلایا۔

”کیا ہے؟ فینل نے پوچھا۔

”یہ ہیں گڑھے میں سے نکالنے کے لیے ہیں۔ راستہ بہت خطرناک اور چکنا

ہے۔ اگر گاڑی گاڑی کسی گڑھے میں پھنس گئی۔ یا کوئی بڑا حائل پڑھنی ہو تو اس

تار میں ایک ہک لگا کر کسی درخت میں پھنسا نا پڑے گا پھر اس پینے کے ٹھونسنے سے

تار اس پر لپٹتا جائے گا اور گاڑی کھینچنی چلی جائے گی ۵

”تو کیا راستہ اتنا خراب ہو سکتا ہے؟“

”برادر! ابھی تمہیں اندازہ نہیں ہے ۵

فینل کے منہ سے ایک گندی سی گالی نکلی۔

”ان دونوں کے حلقے میں بہت آسان کام آتا ہے۔ اس نے ٹنی سے کہا۔“ مزے سے اُٹتے ہوئے جانے۔“

”میں نہیں سمجھتا۔ اگر پہلی کا پٹر کا ٹپکا الگ ہو جائے تو کیا حشر چھا میں نہ ہو میں اُٹنے کے بجائے کار سے سفر کرنا زیادہ پسند کروں گا۔“

”ہاں اس طرف“ جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”غریب فینل کی موجودگی سے اب بھی منظر بگڑا۔ اس نے ایک ”مارچولین ہٹا کر انہیں دکھایا۔ سامان دکھایا۔ چار ہانی لی چھانگیں، پانچ پٹروں کے ڈبے، چار بڑے بڑے تھیلے جن میں سٹاکر سوایا جاسکتا تھا، چار طانت دہانچیں، ایک خیمہ، دو بڑے بڑے صندوق، دھچکتے لیے فولادی تختے جو کچھڑے باہر گاڑی جاتے کے لیے تھے، ایک بڑے ڈبے میں کھانے پینے کا سامان اور دو ڈرائسمیٹر۔“

”اگر چھاری نقدی ساتھ دے تو ہمیں پانچ دن جانے میں لگیں گے اور چار دن واپسی میں۔ کھانے پینے کا سامان لیا گیا ہے جو دس دن کے لیے کافی ہوگا۔ اس صندوق میں شرابیں ہیں، اسکاچ، جن اور بیئر۔ اس کے علاوہ ایک رائفل، ایک صندوق اور ایک ریلوے گھڑی ہیں۔ ہم جس جنگل سے گزر رہے ہیں اس میں بہت سارے جنگلی جانور ہیں گے۔ کبھی کبھی تازہ شکار کیا جاتا ہے۔“

”کچھ دوا بیاں، ہتھیار بھی لیں یا نہیں؟“

”گاڑی میں رکھی ہیں۔ میں نے جنگل میں دہشیں ہونے والی طبی ضروریات لاکھس کیا تھا ہے۔ اسٹاکر کے کالے سے لے کر پٹی لٹے لٹکے صاف کر سکتا ہوں۔“

”گنا ہے تم نے ہر چیز کا خیال رکھا ہے؟“ فینل نے سگریٹ ملگاتے

ہکوسٹر کے شکار

۸۷

جو بچے کہا : ہیں صرف ذاتی ضروریات کی چیزیں لینا پڑیں گی ۔
" جو کہہ سے کم ہوں تو بہتر ہے ۔ "

" میرے پاس میرے اقدار کا پتلا ہے ۔ وہ بہت دزنی ہے مگر مرام
اس کے بغیر ہنس چل سکتا ۔ "

" ہمیں کیا ، تمہیں ہی اٹھا کر چلنا پڑے گا ۔ "

" مگر ہم تو گاڑی میں سفر کریں گے نا ۔ "

" شاید کچھ زائد پیدل بھی طے کرنا پڑے ۔ کہیں کہیں راستہ بے حد

خواب ہے اور گاڑی چل سکتی ہے ۔ لہذا پیدل سفر کرنے کی بھی لزبت
آ سکتی ہے ۔ "

" کیوں نہ اس نینگرو کو ساتھ لے لیا جائے ؟ "

" دیکھو درست ! کہیں کالہجہ سخت ہو گیا ۔ " یہاں انہیں نینگرو نہیں

بھرتے ۔ مقامی باشندے کہتے ہیں ، یا بنتو ، یا خیر یورہین ، مگر نینگرو یا

کالا نہیں کہتے ۔ "

" کسے پر د ا د ہے ؟ "

" مجھے ہے ۔ اور اگر تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے تو تمہیں بھی اس کی

پر د اہ کرنی پڑے گی ۔ "

فینل نے شانے اچکائے پھر منہ بنا کر بولا :

" ٹھیک ہے ، ٹھیک ہے ، کیوں نہ اس مقامی باشندے یا بنتو یا

خیر یورہین حرام زادے کو ساتھ لیا جائے ؟ "

کہیں نے اسے ناگواری سے دیکھا ۔

" نہیں ۔ ہم اسے نہیں لے جا سکتے ۔ وہ واپس آنے پر سب سے کہتا

پھرے گا۔ اس کے علاوہ میرا ایک دست میں لاکیمپ سے ہمارا ساتھ دے گا۔ وہ ان اطراف کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اس کے بیڑیم ہاتھ بھٹک جائیں گے۔ فی الحال وہ کالینرگ کی اراہنی کے آس پاس ایسے مقامات کی تلاش میں ہے جہاں سے ہم محاطوں کی نظر میں آئے بغیر آگے بڑھ سکیں گے۔ کالینرگ کی عمل داری کے گرد تقریباً بن سوزد لوہہ رہنے رہنے ہیں۔ مگر بچے یقین ہے وہ ضرور ہمارے لیے ایک محفوظ راستہ تلاش کر کے آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رکھو وہ صرف اپنا بوجھ لے کر چلتا ہے دوسروں کا نہیں۔“

”کیا وہ کالا ہے؟“

”وہ انکی کولوا قبیلے کا ہے اور ہماری طرح سفید نہیں ہے؟“

”زور تم کہتے ہو وہ ننھا! دوست ہے؟“

”میرا بہترین دوست ہے۔“ کین نے تیز لہجے میں کہا۔ ”شاید تمہیں

یقین نہیں آ رہا۔ ہے۔ مگر یاد رکھو یہاں کے بہنو بہترین دوست ثابت ہوتے ہیں۔“

فینل نے شالوں کو جنبش دی۔

”مجھے کیا کرنا ہے۔ یہ تمہارا علاقہ ہے۔ کیوں نہ اب ہم واپس

چلیں۔ مجھے پیاس لگی ہے؟“

تم جاؤ مجھے اس سامان کی قیمت ادا کرنی ہے اور گاڑی میں بھر دنا

ہے۔ بہتر ہو گا ہم لوگ رات کے کھانے پر ملیں۔ اور آخری تھاکیل طے

کر لیں۔ پھر ہم کل صبح دانا نہ ہونے لیتے ہیں۔ ہمارے ہوٹل کے قریب ہی

ایک اچھا سا ریسٹورنٹ ہے۔ ہم وہیں ملیں گے۔ سب سے کہہ دو۔“

”بہتر ہے“ فینل نے کہا اور جانے کے لیے نڑا۔
 کیس پیشانی پر مل ڈالے اسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اس طرف بڑھا جاتا
 سام جیٹرسن بیٹھا کار کی حرکت کر رہا تھا۔

— (۱۱۱) —

وہ رات بے سارے آٹھ بجے ہوٹل کے پاس والے ولیٹورنٹ میں
 ملے۔ لار، سب سے آخر میں آئی۔ اس نے نیلے رنگ کا کاشن کا لباس
 پہن رکھا تھا۔ اس کے آٹے ہی پورے ہال میں بیٹھے ہوئے مودوں کی
 حویلیاں لگا ہیں اس پر بڑے لگیں۔

فینل نے اسے دیکھا تو اس کے دل میں خواہش کی ایسی زبردست لہر
 اٹھی جو پہلے بھی کسی غودت کے لیے نہ اٹھی تھی۔ اُس نے نہ چپکرا اپنے جذبات
 کو چھپانا چاہا۔

انھوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔
 ”سفری تیار کیسی ہو رہی ہے؟“ گیری نے کین سے پوچھا۔
 ”تھک چکے تیار ہے“ اس نے جواب دیا۔ ”اگر تم دونوں راضی ہو تو
 ہم کل ہی روانہ ہو سکتے ہیں“

”کیوں نہیں“ گیری نے لارا کی طرف دیکھا۔ لارا نے سر ہلادیا۔
 ”ہم جتنی جلدی روانہ ہوں اتنا ہی بہتر ہے“ کین نے کہا۔ ”پہلے
 بارس شروخ ہو چکی ہے۔ ہو سکتا ہے ڈرائیو برگ میں ابھی بارش
 شروع نہ ہوئی ہو۔ اگر وہاں بھی بارش ہونے لگی تو مجھے اور فینل کو بڑی
 دشواریوں کا سامنا ہے۔ بہر حال ہم لوگ کل صبح آٹھ بجے روانہ
 ہوں گے۔ ہمیں وہاں تک تین سو کلومیٹر کا سفر طے کرنا ہے۔ یہاں

نکار سامان سے کافی لہی ہوئی ہے اس لیے آہستہ آہستہ چلا پڑے گا۔
 وٹروں نے کھانا لگانا شروع کیا۔ کین رک گیا۔ حب ویر چلا
 گئے تو پھر اس نے کھانا شروع کیا:

”میں دلا کھپ سے کالیجبرگ کا مکان خرید چلا سو کلومیٹر دور ہے۔
 تمہارا بیلی کا پٹرین دلا میں تیار ملے گا۔ وہاں سے ہم دونوں پہلے رو دن
 ہوں گے اور ایک دن بعد تم فلائی کرنا۔ ہم لوگ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ
 قائم رکھیں گے۔ ہم صبح پانچ بجے روانہ ہوں گے اور تم دوسری صبح دس
 بجے کے قریب نکلنا۔ تم لوگ ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ لہذا اس
 سے پہلے نکلنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟“

”بہت بہتر۔ گری نے سر ہلایا۔“ بیلی کا پٹر کے انڈین وجرہ کا کیا
 انتظام کیا گیا ہے؟“

”سب کچھ تیار ملے گا۔ ویسے تم اسے جبک کر سکتے ہو۔ اگر ضرورت
 ہو تو مزید انڈین دہیں سے فراہم کیا جاسکتا ہے۔“
 وہ لوگ کھانا کھاتے رہے اور اپنی مہم کے متعلق مختلف باتیں کرتے
 رہے۔ فیصل بہت کم گفتگو میں حصہ لے رہا تھا۔ وہ یا تو کھانے کی طرف
 متوجہ تھا یا بار بار لارا کی طرف گھور رہا تھا۔ اس چیز کو لارا اور گری
 دونوں نے محسوس کیا مگر کچھ نہ بولے۔ کین سب سے زیادہ بول رہا تھا
 اور اس کی باتوں کو سب دیکھی سے سن رہے تھے۔

”جب ہم لوگ جنگل میں سفر کریں گے تو ہم لوگوں کو بہت مزہ آئے گا۔“
 ”وہ کہہ رہا تھا۔“ بے شمار جانور ملتے ہیں۔ افزائی بند، سور، بامال
 دھیرہ۔ میں تمہیں راستے میں ان کی کھاناں سناؤں گا۔ ایک دوسرے

میں میں سیاحوں کو شکار کر رہا کرتا تھا ۔
 پھر تم نے یہ پیش کیوں چھوڑ دیا ؟ ” لارا نے پوچھا ۔ یہ تو بہت
 دلچسپ چیز تھی ۔
 کہیں سننے لگا ۔

” بے شک بہت دلچسپ چیز تھی ۔ مگر مجھے باقاعدہ سے سین انٹانوں
 سے شکایت تھی ۔ لوگ مجھ سے توقع کرتے تھے کہ انھیں قدم قدم پر شکار
 ملے ۔ نہ تھا تو مجھے الزام دیتے ۔ شکار کے لیے مہر و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے
 جو عام سیاحوں میں مفقود ہوتا ہے ۔ ایک دن جھلا کر میں نے ایک سیاح
 پر ہاتھ چھوڑ دیا ۔ مجھے جیل جانا پڑا ۔ پھر جیل سے چھوٹ کر دو بیسڑی برنگ
 کر دیا ۔“

فینیل نے بے صبری سے ہاتھ ہلا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا ۔
 ” تم دو لکڑی بیٹھ کر باتیں کرتے رہو ۔ میں اور مس ڈیسنڈ تھوڑی دیر
 شل کر آتے ہیں ۔ اس نے لارا کی طرف دیکھا ۔ ” چلو گی ؟“
 فوادیر کے لیے خاموشی چھا گئی ۔ گری نے چونک کر فینیل کے چہرے پر نظر
 ڈالی جو سرخ ہو رہا تھا ۔ پھر اس نے لارا کی طرف دیکھا جو مسکرا رہی تھی ۔
 ” مجھے تو اس وقت معاف ہی رکھیے سٹر فینیل ۔“ وہ سکاڑھوں کی بلال
 ” اگر ہمیں سویرے سے روانہ ہونا ہے تو میں تھوڑی سونا پسند کروں
 گی ۔ میں تو جلی ۔ شب بخیر ! صبح ملیں گے ۔“

یہ کہہ کر لارا اٹھ کھڑی ہوئی اور ریسٹورنٹ سے باہر چلی گئی ۔
 فینیل اپنی کرسی کی پشت سے ٹپک کر بیٹھ گیا ۔ اس کی آنکھوں سے
 قہر برس رہا تھا ۔ نہ جانے خدا کو کیا کہتی ہے ؟ ” بڑبڑایا ۔

انگوٹھی کے تھکنا

۹۲

لیں بھی ابھڑا کھڑا تھا۔ میں بل ادا کر کے سونے جاؤں گا۔
گری نے فینل کو مخاطب کیا۔ ”وہ غریب تھک گئی ہوگی۔ اگر تمہیں
ملتا ہی ہے تو چلو میں ساتھ چلتا ہوں۔“

فینل نے سُن ہی نہیں۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا خالی الذہنی کے انداز
میں خلا میں گھورتا رہا پھر اٹھ کر جانے لگا۔ اس کے دل میں لارائے خلات
نفرت کا جوا لاکھی پھوٹ پڑا تھا۔ کتنیا مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی۔
مرث تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں مل جائے۔ پھر بناؤں گا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے کپڑے اتار پھینکے اور لیسنر پر لیٹ کر تصور
کرنے لگا اگر لارا اس کے پہلو میں ہو تو اس کے ساتھ کس طرح پسینے آئے گا۔
بڑی دیر کے بعد اس کی جوانی خواہش سرد پڑنی شروع ہوئی اور وہیں
آہستہ آہستہ صاف ہونے لگا۔

اچانک اسے شالک کی دازنگ یاد آئی۔ ”تم لارا ڈسبند کو بالکل
میں پھینک دو گے..... یاد رکھو اگر تم نے اس کے ساتھ ذرا بھی برسلو کی
کی تو انٹرچول میری معلومات سے فائدہ اٹھالے گی۔“
آخر تک کو کیسے معلوم ہوا کہ اس نے تین سفاکانہ قتل کیے ہیں؟
اس نے ہاتھ بڑھا کر سگریٹ کا ڈبہ اٹھایا اور ایک سگریٹ جلا کر
ازجیرے میں جھپٹ کی طرف گھورنے لگا۔

ہانگ کا فینل افیون کی اسمٹنگ کے سلسلے میں یہاں
آیا تھا۔ اس نے اپنا ختم کر کے تین ہزار ڈالر وصول کیے اور دس گھنٹے
بعد لندن کے لیے پرواز کرنے والا تھا۔ پچھ دن تک سندھ میں رہنے کے
بعد اسے طورت کے جسم کی خواہش ہو رہی تھی۔

اس کے چینی ساتھیوں نے اسے ایک جگہ کا پتہ بتلایا۔ وہ چینی لڑکی اس کی بیواہیت کے جواب میں ٹرسس کی طرح ہنسی دیا۔ کسی کسی طرح اپنی تسکین کر کے فینیل سو گیا۔ مگر وہ کبھی گہری نیند نہیں سوتا تھا۔ اس کی زندگی ہی ایسی نکٹا نکٹی تھی کہ اپنے سایے سے بھی بھڑکتا تھا۔ اچانک اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ لڑکی اس کے پرس پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

فینیل اٹھا اور نیم خنودگی کے عالم میں لڑکی پر وار کیا۔ وہ میرے شرا کر ڈھیر ہو گئی۔ فینیل نے اچانک پرس اٹھایا۔ بگڑے ہوئے پیسے جمع کئے، پھر بڑے پھنکے اور باہر جانے والا تھا کہ لڑکی کی بے ہوشی اسے غیر فطری معلوم ہوئی۔ اس نے مڑپاں جسم چاکر دیکھا، وہ مر چکی تھی۔ فینیل کے گھونٹے نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔

اس نے گہری دیکھی اس کے عوامی تہاڑ کے جانے میں دو گھنٹے باقی تھے۔ وہ اپنے کمرے سے باہر آیا اور ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچا۔ ایک بڑا چینی کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تھا۔

”میرا تہاڑ بیس منٹ میں روانہ ہونے والا ہے۔ وہ رنڈی مر گئی۔ لیا نیت

ہو گی اس کی؟“

بوڑھے کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آیا تھا۔ ایک ہزار ڈالر میں ایک گھنٹے بعد پولیس کو خبر کر دوں گا۔

”بوڑھے! یہ بہت زیادہ ہے۔ میں تمہاری گردن بھی توڑ سکتا ہوں۔“

”تو پھر پانچ سو ڈالر پولیس کو آدھے گھنٹے بعد خبر کی جلتی گی۔“

فینیل نے ہزار ڈالر دیے۔ اسے معلوم تھا بانگ بانگ میں لوگ سودے

کے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے بھاگنے کے لئے کم از کم آجی گھنٹہ درکار تھا۔

وہ آسانی سے بھاگ آیا تھا۔

اس وقت اس نے بہتر پر لیٹے لیٹے سوچا اگر وہ لڑکی اسی طرح نہیں کر سکتی تو وہ اس کا اتنے زور سے نہ مارتا۔ خیر۔ وہ کتیا اسی کی مستحق تھی۔

پھر استنبول میں وہ افلام باز۔ اسے بھی ملا جس کا وہ مستحق تھا۔

فینل کا جہاز استنبول سے مارسیلز کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔ اس کے لشکر اٹھانے میں چند گھنٹوں کی دیر تھی۔ فینل دنت گزاری کے لیے استنبول کی سڑکیں پر نکلا۔ اس نے تین کلو گرام سونا ہندوستان سے اسمگل کیا تھا اور اب سونا جو بھر بھر تفریح کی تلاش میں تھا۔ اسے جو لڑکی ملی وہ بہت چالاک تھی۔ اس نے فینل کو اتنی شراب پلا دی کہ وہ بے سدھ ہو گیا اور لڑکی غائب ہو گئی۔ مگر کم از کم، لڑکی چھ نہیں تھی۔ جب فینل جاگا تو لڑکی کو نہ پا کر غصے سے دیوار ہنگامہ اسی غصے کے عالم میں ایک گلی میں اسے بے لڑکا ملا تھا جو اسے بدتر غیب لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔ فینل نے اپنا غصہ اسی پر اتارا۔ اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش کر دیا۔

ایک صورت قریب کے مکان کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس نے میسرانی اغاز میں چیخا شروع کر دیا۔ فینل کھا گتا ہوا اپنے جہاز تک آیا اور جب تک جہاز نے لشکر نہیں اٹھا دیا اسے اطمینان نہیں ہوا۔

فینل کو اب بھی اس کا بھوت ڈرا رہا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ سمجھتا تھا کہ مرے جیسے لوگوں کا اس کی زندگی میں کوئی دخل نہیں۔ مگر ایسے موقعوں پر جب وہ تنہا تھا اور جیسی ہونے پر نا افسوسہ، تو ماضی کی یادیں اسے پریشان کرتی تھیں۔

اس نے روت بدلی اور کڑکی میں سے جھنکرائے والی دھم دھنی سے بنے ہوئے نقش و نگار دیکھنے لگا۔

خیر اقل جو اس نے کہا تھا، ان دونوں سے زیادہ بھیاں لگا تھا۔ تاہم

میں فینل کو ایک مصری رئیس نے ایک سوداگر کی تجویز پر لے کر کچھ کاغذات لکھنے کے لیے کراہے پر حاصل کیا تھا۔ کام بہت ضروری تھا۔ فینل سوداگر کے گھر میں گھسا اور تجویز کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رات کے پونے تین بجے تھے، پورا گھر سو یا ہوا تھا، فینل اپنے کام میں مشغول تھا۔ تجویز پر لے فینل کی تھی۔ لہذا اسے کھولنے میں کافی دشواری پیش آرہی تھی۔ آخر کار تجویز کا دروازہ کھل گیا۔ فینل نے تھوڑی باتھ سے رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔ اس کے اوزار چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ بھی کھلنے کی آواز آئی۔

فینل نے فوراً تاراج بکھائی اور اپنے اوزار میں سے لوہے کی ایک سلاخ اٹھا کر تیری سے دروازے کی طرف دھا۔

دروازے میں ایک سیاہ دکھائی دیا پھر کمرے کی روشنی آن کر دی گئی۔ ایک لمبی نائٹ گاؤں پہنے کھڑی تھی۔ بیچوٹا، سیاہ رنگت اور بڑی لمبی سیاہ آنکھیں۔ اس کی عمر دس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ درحقیقت دھرتی نو سال کی تھی۔ اس نے فینل کو خون زدہ لگا ہوں سے بکھا اور اس کا منہ چھینے کے لیے کھلا۔ مگر آواز نکلنے سے پہلے ہی فینل سلاخ اٹھا کر پھٹا اور بعد ہی قوت سے اس کے سر پر مار دیا۔

اس وقت پریشانی کے عالم میں اس کے پاس ہی ایک راستہ تھا کہ وہ اسے مار ڈالتا۔ اگر وہ بچ جاتی تو اس کا خلیہ پوئیس کو بتا سکتی تھی۔

اس نے تیری سے اوزار بھیٹے، تجویز میں سے مطلوبہ کاغذات اٹوائے اور نکل بھاگا۔ کافی دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو اپنے کپڑوں پر خون دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اس نے کیا کیا تھا۔

اس بچی کی بڑی بڑی خوف سے پہلی ہوئی آنکھیں رات بھر اسے خواب میں دکھائی دیتی رہیں۔

دوسرے دن اس نے اخباروں میں پڑھا کہ وہ لڑکی گولی اور ہری تھی فیل نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ اس کا سر جانا ہی بہتر تھا۔ مگر اب بھی تنہائیں ہیں اس کا معصوم چہرہ، خوف زدہ آنکھیں اور چلانے کی کوشش کرتے ہوئے پیٹلا ہوا اور ہانپتا آواز اگر فینس جیسے سنگ دل انسان کے ضمیر کو بھی بے غور نہ رہتا تھا وہ چپ چاپ پڑا ہوا باہر سے آنے والی روشنی کو گھورتا تھا۔ آخر بیت دیر تک کر دیش بدلنے کے بعد اسے نیند آ گئی۔

میکس کا ایندوٹ

پہلا (۱) باب

وہ ہمیشہ صبح کے پانچ بجے بیدار ہو جایا کرتا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس کے دماغ میں الارم لگا ہو۔ وہ سات گھنٹے مردوں کی طرح سوتا تھا بے حرکت حرکت آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے اس کی نظر وہ پہاڑیوں کے پیچھے سے نکلنے والے سوج پر پڑتی تھی۔

اس کا بستر بہت بڑا اور شاندار تھا۔ ایک طرف مختلف مٹن لگے ہوئے تھے۔ لال مٹن کمر کیوں کے پردے اٹھانے اور گرائنڈ کے کام آتا تھا۔ نیلا مٹن اس کی سرری کی سطح پر کڑوا کرتا تھا تاکہ وہ اپنی بکلی سے چلنے والی کرسی پر بیٹھ سکے۔ نیلا مٹن دہاتے ہیں قریب کے دیوار میں ایک غلاموں دار سوجھاتی تھی جس میں مکان کی ٹمے اندر آتی تھی۔ سیاہ مٹن دہاتے سے حمام میں گرم پانی کا شہرنا شروع ہو جاتا اور سبز مٹن سامنے کے دیوار پر لگے ٹیلی ویژن کو کنٹرول کرنا تھا جس کے ذریعے اس کا رابطہ

اپنی سکرٹری سے ہو سکتا تھا۔

اُس نے جلدی ہی ال ٹین دبایا۔ کڑکیوں کے پرقتے کھل گئے اور وہ بعد
لاستقر صاف نظر کرنے لگا۔ اس نے آسمان پر جمع ہوتے ہوئے بادلوں کو دیکھ کر
سوچا بارشیں جلد ہی شروع ہو جانی چاہیے۔ پھر اُس نے بستر کے چاندروں طرف
لگے ہوئے تھم روشنی کے بلب ہلوائے اور نیلا ٹین دہرایا۔ دیوار میں خلا نگر
ہوئی اور اُس نے کافی کی ٹرے اپنی طرف کھینچ لی جس پر چاندی کے برتنوں
میں کافی کے لوازمات سجے ہوئے تھے۔

اپنے لیے چوڑے بستر پر کمر تک چاندی کے لیٹا ہوا وہ کسی خوب دو
ظہی ہیرہ کی طرح لگتا تھا۔ اس کے سر کے بال بالکل صاف تھے۔ بڑی بڑی نیلی
آنکھیں، لمبی ناک اور چھوٹا سنجیدہ دہان، اس کا جسم کسی کھڑکی کی طرح مضبوط اور
مردانہ تھا۔ وہ ہمیشہ پورے کپڑے اتار کر سوتا تھا۔ اس نے بٹے بیٹے کافی پلا،
ایک سگریٹ جلائی اور سبزیوں دہرایا۔ ٹیلی ویژن کا پردہ روشن ہو گیا۔ اور
سامنے ایک خوبصورت ہندوستانی لڑکی کڑی دکھائی دی۔ یہ اس کی سکرٹری
تھی، مایا۔ اُسے خوبصورت لڑکیاں بہت پسند تھیں اور اس نے انہیں بچپن
کر لازم رکھتا تھا۔

مایا نے اپنی شریقی آنکھیں اٹھائیں، گودہ اُسے دیکھ نہیں سکتی تھی اور وہ بیل
• گلامرنگ سر! •

• گلامرنگ مایا! کیا صبح کی ڈاک آگئی؟ •

• جی ہاں جناب! آپ کی میز پر رکھی جا رہی ہے •

• میں ایک گھنٹے بعد خطوط کے جواب لکھواؤں گا۔ تب تک تم ناشتہ کرو •

اس نے لیوی بند کر دیا اور سیاہ ٹین دبایا تاکہ پانی کا ٹب بھر جائے۔ وہ ساتھی

دبا کر اپنی سہری کی سطح نیچی کی اور جسم پر پڑی ہوئی چادر ہٹائی۔

چادر ہٹتی ہی سیکس کالینبرگ ایک خوبصورت اور دزدنی جسم والے جوان سے بدل کر ایک مخلوج اندھے بس مخلوق نظر آنے لگا۔ اس کی پہچان سے اب تک اس کی ماں اور ڈاکٹر کے علاوہ کسی نے اس کے پیر نہیں دیکھے تھے۔ اس کے ہر کسی نوزائیدہ بچے کے بیروں کی طرح تھے، جو بقیہ جسم کے ساتھ بڑھنے کے بجائے اپنی پیدائشی حالت سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اس خالی نے کالینبرگ کی زندگی میں زہر پھیر دیا تھا۔ اور رحم و مہربانی کے بجائے اُس کے سینے میں ہر دقت لغزش و انتقام کا لافا پکتا رہتا تھا۔

کسی کو اس کی خواب گاہ میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ دوسروں کے سامنے وہ صرف اسی وقت آتا جب لہذا لباس پہنے ہوئے ہوتا اور بیروں پر غلات ڈالے اپنی کرسی پر بیٹھا ہوتا۔ کسی کو اس خالی کا صحیح علم نہ تھا اور لوگ صرف قیاس آراء کیا کرتے رہ جاتے۔

بستر سے کھسک کر وہ کرسی پر آ بیٹھا اور اسے حمام کی طرف لے چلا۔ ایک گھنٹہ اس نے نہانے اور لباس تبدیل کرنے میں صرف کیا، پھر کرسی پر بیٹھ کر بیروں پر غلات بڑھایا اور خواب گاہ سے باہر نکل کر اپنے آنس کی طرف چلا۔

اُسے آتے دیکھ کر ایک بڑا سا جیتا اچھل کر اُس کے قریب آیا۔ یہ کالینبرگ کا قریبی دوست ہنڈنبرگ تھا، جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ کالینبرگ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جب اس کی کرسی کے پیچھے چلے لگا۔

کالینبرگ کا آنس ایک بہت کٹا ہوا مکر تھا۔ ایک طرف دلی جھڑکی لگتی

ناک سارقد دہلا پتلا انسان تھا۔ اس کے بال سیاہ اور چہرہ زرد تھا۔
گالوں کی ہڈیاں ابھیری ہوئی۔ اس کا جسم لاش کی طرح بے جان دکھائی
دیتا تھا۔

ملک ریاضی کا ماہر تھا۔ کالینبرگ نے اسے سوئٹزرلینڈ کے ایک چوکے
 بینک سے حاصل کیا تھا اور اس کا انتخاب بالکل صحیح ثابت ہوا تھا۔
 ملک نہ صرف حساب و اداں بلکہ معاشیات کا ماہر و قفاور اور محنتی بھی تھا۔
 کالینبرگ نے اسے اپنے میوزیم کانگرسوں میں بھیجا اور وہ ان انجینئروں کو
 بھی کنٹرول کرتا تھا جو دنیا بھر سے تاحرات چراغرا کر کالینبرگ کا خزانہ بھرتے
 رہتے تھے۔

”گڑھا، بنگسرا، ہٹاک نے جھک کر کہا۔

”بیٹو جاز، کلینبرگ نے ہاتھ ہٹا کر اشارہ کیا۔“ یہ غیا انگوٹھی کے
معلق تازہ ترین کیا خبر ہے ؟“

”تینوں چور تھوڑی دیر پہلے ہوا انسبرگ کے رہنے انٹرنیشنل ہوٹل میں
اگر ٹھہرے ہیں۔ فنیل ان سے پہلے آچکا تھا۔ وہ پیرس سے آیا ہے۔
ایک گمراہ کا مالک۔ سام جیفرسن ان کے لیے سفر کا سامان مہیا
کر رہا ہے۔ میں نے سامان کی فہرست حاصل کر لی ہے۔ ان لوگوں کی آغا
بھی حاصل کر لی گئی ہے۔ جب وہ ایئر پورٹ پر اتر رہے تھے۔“ ٹاک نے
آگے بڑھ کر ایک۔ بڑا سا لفافہ منبر پر رکھا اور گالینز کو گہری نظر دوں
دیکھ کر بولا۔ ”خالبہ! لڑکی آپ کے لیے دلچسپی کا بانٹ ہوگی۔“

کالینبرگ نے لغافے میں سے تصویریں نکالیں۔ مردوں کے فوٹو ایک

میں سے دُور دُور تک پھیلے ہوئے لان، بھولوں کی قطاریں اور بہت دور تک پھیلا ہوا گھنا جنگل صاف نظر آتے تھے۔ جنگل میں اس کے خوفناک زہلومات دن جاگ کر پرہہ دیتے تھے۔

اس کی ٹاک قریب سے سے مسز ہر دکھتی ہوئی تھی۔

اس نے ہر اٹن دایا۔ ٹیلی ویژن کا پردہ مدشن ہو گیا اور مایا پسل اور نوٹ بک لیے تیار نظر آئی۔ کالینبرگ نے پچھلے دن آئے ہوئے خطوط کے جواب لکھوانے شروع کیے۔

ایک گھنٹے بعد اس نے ڈکٹیشن ختم کرتے ہوئے پوچھا:

”کیا جو تو موجود ہے مایا؟“

”جی ہاں جناب! وہ انتظار کر رہی ہے۔“

”میں اس سے فوری دیر بعد ملوں گا۔“ کالینبرگ نے ٹیلی ویژن کا بٹن بند کر دیا۔ پھر اپنی ڈاک کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا بزنس ساری دُنیا میں پھیلا ہوا تھا، درود اسی جگہ بیٹھ کر سب کو کنٹرول کیا کرتا تھا۔ ایک گھنٹے تک وہ خطوط دیکھتا رہا اور ان پر نشانات لگاتا رہا۔ پھر ٹیلی ویژن کا بٹن دایا۔ اس بار دیت نام کی ایک نازل، غلام حسین، اسی کے احکامات کی منتظر تھی۔ کالینبرگ نے اُسے خطوط لکھوانے شروع کیے۔

دس بجے تک اُس نے سب کام ختم کر لیا۔ پھر کرسی پر جگ کر اپنے پیچے سے کھیلنے لگا۔ فوری دیر بعد مینر پر دکتے ہوئے فون کا بٹن دبا کر بولا ”آخر اُجاڑو“

چند غنوں بعد مدھانہ سے پردہ شک ہوئی اور کالینبرگ کا سجدہ خاص

نظر دیکھ کر کہ دیے۔ پھر لارا کی تصویر دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر ٹاک کی طرف دیکھا :

”اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”ان سب کے متعلق معلومات لفافے میں موجود ہیں جناب۔“

”شکریہ ٹاک! میں تمہیں پھر بلاؤں گا۔“

ٹاک جبکا اور رخصت ہو گیا۔ کالینبرگ نے پھر لارا کی تصویر اٹھائی اور غور سے دیکھنے لگا۔ پھر لفافے میں سے کاغذات نکالے۔ ان چاروں کی مکمل ہٹری موجود تھی۔ اس کے علاوہ اُن کے سامان کی بسٹ تھی۔ یہ بھی لکھا تھا کہ ان کا کیمپ مین دلا کے قریب تھا اور پچھلے دلی دہلی ایک ہیلی کاپٹر آپہنچا تھا۔

اس نے سب کی تصویریں اور کاغذات میز کی دراز میں رکھ دیے۔ اور آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا۔ بڑی دیر کے بعد اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے سر کو مٹلٹن انداز میں جھنجھکیا۔

پھر اس نے ہنڈ بیبرگ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور کرسی چلاتا ہوا باہر باغ میں آیا۔ باغ میں آدھے گھنٹے اپنے دماغ اور دست کے ساتھ گھومنا اس کا معمول تھا۔

گیارہ بجے کے قریب اپنے آفس میں آکر اس نے مزید کچھ کاغذات دیکھے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا کر ٹاک کو طلب کیا۔

”ہم نے بورغیا انگوٹھی کی کیا قیمت ادا کی تھی ٹاک؟“

”ساتھ ہزار ڈالر۔ مریشلی نے اسے ڈھائی ہزار میں خریدا تھا اب

مریسی اس کے دوبارہ حصول کے لیے شالک کو پانچ لاکھ ڈالر۔ اخراجا کے علاوہ دے رہا ہے۔ بظاہر یہ دیوانہ بین معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس انگوٹھی کے بغیر مریسی کا عجائب خانہ نامکمل ہے ۛ

”ہوں“ کالینبرگ نے سر پلایا۔ پھر ٹاک کو خود سے دیکھتا ہوا بولا ”میرا خیال ہے میں ان جوروں کو انگوٹھی دے دوں۔ مگر میں چاہتا ہوں اس کے لیے انھیں جہد جہد کرنا پڑے۔“

ٹاک کچھ نہ بولا۔ اس کو معلوم تھا اس کا مالک کس انداز میں سوچتا ہے۔۔۔ کالینبرگ کہتا رہا۔

کیوں نہ انھیں یہاں آنے دیا جائے۔ جیسا تم کہتے ہو لڑکی واقعی بہت پرکشش معلوم ہوتی ہے۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں نینل کس طرح مری خوروں پر اپنی مشاطی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لہذا انھیں آنے دو تفصیلات میں تم پر چھوڑتا ہوں ۛ

”کیا آپ چاہتے ہیں زودہ اپنے پلان کے مطابق انگوٹھی چُر کر چلے جائیں؟“

”ہم انھیں آسانی سے آنے دیں گے۔ مگر واپسی کے راستے میں دشمنانہ حائل کر دیں گے۔ اگر ان دشمنانہ لہجوں کے باوجود بھی وہ ہماری حدود سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تو بے شک انگوٹھی کے مستحق ہوں گے۔ کبھے؟“

”لہذا ہم انھیں آنے دیتے ہیں اور جانے کے راستے بند کر دیتے ہیں اگر انھیں کچھ ہو جائے تو میرے مگرچہ یوں بھی بھوکے رہتے ہیں۔ ان کے لیے غذا اہمیتا ہو جائے گی ۛ

ٹاک نے رہنی بھنویں سکیاں۔

”آپ چاہتے ہیں انھیں کچھ ہو جائے؟“

”اگر وہ ہمارے میوزیم میں داخل ہونے کے بعد صبح و سلامت باہر نکل گئے تو ہمارے لیے مفید نہ ہوگا۔ نہ جانے وہ کس کس سے کہتے پھریں۔ میں نہیں چاہتا انٹرپول ہاں آکر انکو اٹری کرے۔ تمہیں یاد ہوگا بوب کے چرچ میں سے جو پیٹر کا ممبر غائب ہونے پر کتنا ہنگامہ ہوا تھا۔ جرانے والے نے اسے کس طرح چرایا ہوگا؟ مجھے ہمیشہ یہ سوچ کر حیرت ہوتی رہی۔ میں ٹاک باہم نہیں چاہتے انٹرپول کو ہمارے زیر زمین میوزیم کا علم ہو۔“ مگر جناب ابھی آپ نے فرمایا کہ آپ انگوٹھی مرسلی کو واپس کر دیں گے۔

”انگوٹھی بے شک واپس کر دی جائے گی۔ مگر وہ واپس نہیں جائیں گے جو اُسے جرانے آئے ہیں۔“

ٹاک کی سمجھ میں بات نہیں آئی۔ مگر وہ چپ رہا۔

”ہمارے زولو لوگوں کا چھپا کرنے میں ماہر ہیں۔ کالینرگ نے تمہارے نونف کے لید کہا۔“

”جی ہاں جناب۔“

”انھیں ان چادروں کے چھپے لگا دیا جائے گا اور جو بھی اسے پلے گا اُسے افوام دیا جائے گا۔“

”بہت بہتر ہے جناب۔“

”میرا خیال ہے یہ منظر بہت دلچسپ ہوگا۔ یہ لوگ ادھر ادھر تھکا پھرتے ہوں گے اور ہمارے زولو ان کا بیچا کر دیں گے۔ اپنے فیڈل کے ساتھ زولو قدیم دھنیوں کا سائیکل کرتے ہیں۔ لہذا جب وہ چاروں ختم کر دیے جائیں گے تو انگوٹھی واپس میرے پاس لائی جائے گی۔ میں اتنا بزدل نہیں

ڈاک مریشلی کو بیچ دوں گا :

کالینبرگ نے رک کر اپنا گال کھایا۔ بھر ڈاک کو غور سے دیکھتا تھا
 بولا : یہ بہت ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ واپس نہ جانے
 پائے۔ کیا تم سمجھتے ہو ان جنگلوں میں ہمارے آدمیوں کے تعاقب سے کوئی
 بچ کر نکل جائے گا ؟

ڈاک نے ذرا دیر سوچا پھر بولا :

" یہ ناممکن ہے کہ وہ بچ کر نکلیں جناب :

" میں بھی یہی سمجھتا ہوں ۔ کالینبرگ نے سر ہٹا کر کہا۔ پھر بولا : اس
 لڑکی کے لیے مجھے افسوس ہوگا۔ مگر کیا کیا جائے "

ڈاک اٹھ کھڑا ہوا ۔

" کوئی اور حکم جناب ! "

" ہاں مجھے وہ انگوٹھی لادو ۔ "

ڈاک چلا گیا۔ کالینبرگ نے ایک مین دبا یا اور کہا : کیوسا کو میرے

پاس بھیج دو ۔

تھوڑی دیر بعد ایک بولٹھا بٹو جس کی کمر جھکی ہوئی تھی سفید لباس
 پہنے ہوئے اندر داخل ہوا۔ کیوسا کالینبرگ کے باپ کے زمانے کا نوکر
 تھا اور آج کل تمام سیاہ عام ملازموں کا سردار تھا ۔

وہ کالینبرگ کی میز کے پاس آکر کھڑا ہو گیا

" کیا وہ عہدہ نوٹنے کرنے والا بوڑھا ڈاکٹر ہماری آگاہی پر مجاہد

ہے ؟ " کالینبرگ نے پوچھا ۔

" ہاں ماسٹر ۔ "

” میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے سنا تھا وہ مرچکا ہے۔“

” کبھو سا کچھ نہ بولا۔ کالینبرگ نے پھر کہا۔“

” میں نے سنا وہ زہروں کا ماہر ہے۔ کیا صبح ہو؟“

” ہاں ماسٹر۔“

” اس سے کہو ہمیں ایسا زہر دے گا کہ جو آدمی کو آہستہ آہستہ بے

گفتوں میں مار ڈالے۔ کیا وہ ایسا زہر بنا سکے گا؟“

” ہاں ماسٹر!۔“

” ٹھیک ہے مجھے کل صبح تک مل جانا چاہئے۔ اسے کچھ انعام دے دینا؟“

” ہاں ماسٹر۔ کبھو سا تھک کر رخصت ہو گیا۔“

کالینبرگ نے میز پر رکھے ہوئے کاغذات دیکھنے شروع کیے۔ کچھ دیر

بعد ٹاک شینے کا ایک چھوٹا سا ڈبہ لے کر آیا جس میں نخل پتہ کھتی ہوئی پھوٹیا کی مشعل تار بجی انگوٹھی تھی۔

” رکھ دو۔“ کالینبرگ نے سواٹھلے بغیر کہا۔

ٹاک نے ڈبہ میز پر رکھ دیا اور باہر چلا گیا۔

نھوڑی دیر بعد کالینبرگ نے کاغذات ایک طرف سرکا دیئے اور ڈبہ

اٹھایا۔ اسے کھول کر اس میں سے انگوٹھی نکالی۔ نھوڑی دیر اسے ٹاک

نہٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر میز کی دھار میں سے متحدہ شیشہ نکالا اور اسے

خود سے دیکھنے لگا۔ نھوڑی تلاش کے بعد اسے وہ ڈھکن مل گیا جس کے

اندروں والے خانے میں زہر بھرا جاسکتا تھا۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽

آٹھ بج کر چند منٹ ہوں گے جب وہ ہوٹل سے روانہ ہوئے۔

وہ سب لہجہ شہت، نیکر، گھٹنوں تک موزے، مضبوط شکاری جوتے اور جیٹ پہنے ہوئے تھے۔ مردوں نے لارا کو بھرکی نگاہوں سے گھورا تھا۔ کیونکہ اس لباس میں اس کے بیچ دھم بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ فینل کے جسم میں خواہش کی ایک لہر پھر دوڑ گئی تھی۔

کیں جو نوٹ لاری چلا رہا تھا۔ لارا اس کے پسلو میں بیٹھی تھی۔ باقی دونوں پھلی سیٹ پر مدامان کے درمیان، پھنس پھنسا کر بیٹھے تھے۔

جب وہ لوگ رواز ہوئے تو آسمان پر ٹپکے ہلکے بادل چھلنے ہوئے تھے اور موسم خوش گوار تھا۔

”یہ کائنات تھکا دینے والا سفر ہے“ کہیں کہہ رہا تھا۔ دو سو کلومیٹر کے بعد پھیرا سمجھ آئے گا۔ پھر ہم برگ دلا کی طرف مڑیں گے۔ دوپہر کے کھانے تک مین دلا آئے گا۔ وہاں ہمارا گائیڈ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔ پھر وہاں سے ہم اپنے کیمپ جائیں گے، جو تیس کلومیٹر دور ہے۔۔۔۔۔ اس پورے راستے میں کہیں نہ کہیں شکار ضرور ملے گا۔“

”سلی کا پٹر کی نگرانی کون کر رہا ہے؟“ گیری نے آگے جھک کر پوچھا۔
تم نے اُسے روٹی، جنگل میں تو نہیں چھوڑ دیا ہے؟“
کیں مسکرایا۔

”میں نے چار بنتو کرایے پر لیے ہیں۔ تمہیں اس کی فکر نہ ہونی چاہیے۔ لارا بولی اسے جو بانسبرگ چھوڑتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے۔“
جنگل پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے کہا۔

جوانسبرگ کسی کو پسند نہیں آتا۔“ کیں ہنس کر بولا۔ مگر تم کیمپ ٹائف اور ڈرین کو ضرور پسند کر دو گی۔“

وہ ادھر ادھر کی گنگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ گہری نے محسوس کیا فیمل خاموش تھا اور لارا کی پشت اور ہیرے کا جو حصہ نظر آسکتا تھا، اسے گھود رہا تھا۔

راستے میں انہیں جگہ جگہ بد وضع بھر پڑیاں ملیں جن کے آس پاس بنتو اونگتے نظر آتے اور ان کے سنگ دھڑنگ پچے بکریوں اور دوسرے جانوروں کے گرد کھیلے ہوئے دکھائی دیتے۔

لارا طرح طرح سے سوالات پوچھ رہی تھی۔ اور کین جواب دے رہا تھا۔ فیمل چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف ایک خیال تھا۔ وہ یہ کہ کس طرح لارا کو تھالی میں بٹھے۔ اسے یقین تھا کہ تھالی میں ضرور وہ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے گی۔

اسے کالے لوگوں کے قصوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ رائے چاہتا تھا کہ کین اپنی بکواس بند کر دے۔

وہ پسرے کے ایک بچے وہ لوگ جن دا پچھے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ ایک پوسٹ آفس اور ایک بڑی سی دکان جس میں ضرورت کی تمام چیزیں مل سکتی تھیں۔ ایک طرف کچھ بنتو بیٹھے تھے۔ ان میں سے وہ ایک نے کین کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلائے۔ جوا ب کین نے بھی ہاتھ ہلایا۔

ان اطراف میں کافی لوگ تھیں پہچانتے ہیں۔ لارائے لارا۔ میں اکثر ان لوگوں میں آتا رہتا ہوں اور انہیں پسند کرتا ہوں۔ لارا یہ بھی مجھے یاد رکھتے ہیں۔ کین نے کار ایک بڑے سے گہرج میں گھائی اور بریک لگائے۔

دو بنتو بھاگتے ہوئے آئے۔ کین نے ان سے ہاتھ ملایا اور ان سے

میں کچھ کہنے لگا۔ انہوں نے سر ہلائے۔

”جیلور دستور!“ کین اپنے دوستوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ”ہم لوگ کھانا کھالیں۔ اور ایک بہت اچھا ہوٹل ہے۔ میں بھوک سے بے تاب ہوں ہوں۔“
”یہ لوگ ہمارا سامان چرائیں گے تو نہیں؟“ فیمل نے ہنٹوں کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

کین نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

”یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ اند میرے دوست چوریاں نہیں کرتے۔“
”اُس نے خشک لہجے میں کہا۔

”فیمل ہچکچایا۔“ ٹھیک ہے۔ اگر تم ملین ہو۔ ویسے میرا اذکار کا قبیلا بہت قیمتی ہے۔“

”گھبراؤ نہیں۔ وہ محفوظ رہے گا۔“

وہ لوگ ہوٹل کی طرف بڑھے۔ یہاں دھوپ بہت تیز تھی۔ اور بادلوں کا نام و نشان نہ تھا۔

ہوٹل کا مالک ایک موٹا ریڈ انڈین تھا۔ اس نے گرم خوشی سے کین کا استقبال کیا اور بقیہ لوگوں کو بھی خوش آلائی کہی۔

”بھیمبا کو تم نے دیکھا؟“ کین نے اذکار جاتے ہوئے اس سے پوچھا۔
”ہاں سسر کین! وہ آتا ہی ہو گا۔“

ان لوگوں نے مرغی کا سائین بیر کے ساتھ کھایا۔ جہاں وہ بیٹھے تھے

وہاں سے گریج صاف نظر آتا تھا۔ فیمل ہار ہار مشتب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کین اس کی اس حرکت پر ہبلا گیا۔

”میں نے کہا نا! تمہارا سامان محفوظ رہے گا۔ کیا تم میرے سے کھانا نہیں

کھا سکتے ؟

”میرے اقدار بہت قیمتی ہیں۔ فینیل نے اسے ٹیکھی نظروں سے دیکھ کر کہا۔“ ان میں سے کچھ اقدار میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اور اس میں کئی سال لگے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کوئی کالا انھیں چرائے جائے۔“
 کین کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ کوئی سخت بات کہنے والا تھا کہ لارا نے دخل دیا اور ہوٹل سے متعلق کچھ پوچھنے لگی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔
 ٹھوڑی دیر بعد کین اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں کھانے کا بل ادا کر کے تھمبہ کو دیکھتا ہوں۔“

”کیا رہی ہمارا گائیڈ ہے؟“ لارا نے پوچھا

”ہاں۔“

”اے ان کا ایک اقدار کالا دوست۔“ فینیل مضحکہ انداز میں بولا۔

کین ایک لمحہ ہچکچاہٹ بھر خاموشی سے چلا گیا۔

گہری نے فینیل کو مخاطب کیا۔ ”تم تو انڈوں پر بیٹھی ہوئی عرخی کی طرح خڑے کر رہے ہو۔ کیا ٹھوڑی دیر کے لیے خوش مزاج نہیں بن سکتے؟“

”میں جس طرح جا ہوں گا رہوں گا۔“ فینیل غزایا۔

”پلیسز اسٹریٹنل۔“ لارا بولی۔ ”کام ہونے کے بعد جتنا چاہے لڑتیا

ابھی نو چپ رہو۔“

فینیل نے اسے تہہ آنہ نگاہوں سے دیکھا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

لارا اور گہری بھی اٹھے۔ انھوں نے ہوٹل کے مالک سے کھانے کی

تعمیر میں چند الفاظ کے پھر فینیل کے پیچھے باہر آئے۔

”عجیب و غریب حالوز ہے۔ کیوں؟“ لارا نے کہا۔

کرنے کے قابل جانہ نکر کیا تو پھینسا ہمیں تھامے گا ۔
 دس منٹ کے بعد وہ لوگ جنگل میں اتر گئے۔ اب زمین ناہموار تھی
 اور گالی کو دھوکے لگے تھے۔ کین نے دستار کم کر دی۔
 ” آگے جا کر راستہ اور خراب ہوتا جائے گا ” کین نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ” مگر تم لوگ اس کے حادی ہو جاؤ گے ۔

راستہ پہاڑ خراب ہوتا گیا۔ بڑے بڑے گڑھے آنے لگے
 جن میں گاڑی زور زور سے اُچھلتی وہ لوگ مضبوطی سے پکڑے بیٹھے
 رہے۔ فینل بار بار گالیاں بکنے لگتا۔

اچانک اُن کے سامنے ایک عجیب و غریب جانہ آیا۔ اس نے ان کی
 طرف خور سے دیکھا۔ پھر اُچھل کر بھاگتا ہوا چلا گیا۔ اس کی سرخ جلد
 پر ایک سفید دائرہ بنا ہوا تھا۔

” اہ! کتنا خوبصورت جانور ہے ۔ لا را خوش ہو کر بولی تار
 وہ سفید دائرہ..... ”

” تمہیں معلوم ہے وہ دائرہ کیسے پیدا ہوا تھا ؟ ” کین نے سہماتے
 ہوئے کہا۔ جب یہ جانور حضرت نوح کی کشتی میں سفر کر رہا تھا تو اس
 نے رفیع حاجت کے لیے جانا چاہا۔..... حضرت نوح نے کہا تمام
 حمام اللہ پاخانے ابھی ابھی سینٹ لیے گئے ہیں اور رنگ گیلایا ہے۔ لہذا
 اسے انتظار کرنا پڑے گا۔ اس نے کہا وہ ٹھہر نہیں سکتا۔ لہذا یہ سفید
 رنگ اسی دن سے لگا تھا۔

گہری اور لا را ہنسے لگے۔ فینل نے منہ بنا کر کہا

” تم سامنے دیکھ کر گاڑی کیوں نہیں چلاتے۔ خواہ غواہ کی بجائے لنگڑی

”کیوں نے شاخوں کو لاپرواہی سے جنبش دی اور کچھ نہ بولا۔
لارا نے دیکھا کہ جگہ جگہ بہت سے درخت یا تو جڑ سے اکھڑے
ہوئے تھے یا ان کی بڑی بڑی شاخیں ٹوٹی پھٹی تھیں۔ اُس نے سہجھا
”کیا یہ بجلی کی وجہ سے ہوا ہوگا؟“

”نہیں۔ باتھیوں کی وجہ سے۔ یہاں سے کبھی باتھیوں کا ٹھنڈ
گنا ہوگا۔ مگر تھی تمام جانوروں میں سب سے زیادہ تھری جانور
ہی۔ جہاں سے بھی باتھی گزرے گا تم اسی طرح کے ٹوٹے ہوئے درخت
دیکھو گی۔“

ٹھوڑی دیر بعد پانچ زرافے انھیں ایک لائن میں کھڑے ہوئے دکھائی
دیے۔ کین نے اُن سے پچانس گز کے فاصلے پر کار روک دی۔
”کاشش! اس وقت ہاتھ میں کیڑہ ہوتا۔“ لارا ٹھنڈی سانس
لے کر بولی۔ ”یہ تو بالکل سدھائے ہوئے جانوروں کی طرح معلوم ہوتے
ہیں۔“

”دراصل یہ ہمیں عجوبہ سمجھ کر ہیرت سے دیکھ رہے ہیں۔“ کین
نے کہا۔

اچانک انھوں نے گردن پھیری اور لمبے لمبے قدوں سے دوسری
طرف چلے گئے۔

کین نے پھر گاڑی آگے بڑھائی۔

”شیر انھیں پکڑنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر شاد و نادر ہی پکڑ
جاتے ہیں۔“

و کیا اس علاقے میں شیر بھی ہیں ؟ میں دیکھنا چاہتی ہوں ؟
 و ضرور۔ ان کی آواز تو ضرور سنوگی۔ بلکہ شاید نظر بھی آجائیں۔
 تھمسا بار بار کین کو راستے کے متعلق ہدایات دے رہا تھا
 ۔ مگر یہ شخص نہ ہوتا تو مجھے راستہ ڈھونڈنے میں بہت دشواری
 ہوتی۔ اس کے دماغ میں گویا لمپاس بنا ہوا ہے۔
 آہستے گھنٹے بعد جنگل میں اچانک صاف اور سبز زمین کا ایک تلوہ
 اُگیا۔ وہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا اور اس کے قریب چار بنو بیٹھے
 تھے۔ گاڑی کو دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ گیسو نے ان کے قریب
 گاڑی روک دی۔

دونوں کار سے اترے۔ کین نے کہا وہ بنتوؤں کو ان کی
 اجرت دے کر رخصت کر دے گا۔ گہری ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ وہاں
 نے گاڑی سے اتر کر اپنے ہاتھ پیر پھیلائے۔ فیصل نے ایک سرگرم
 مسکائی اور لارا کو گھونے لگا جو اس کی طرف ہشت کیے کھڑی تھی۔
 کین نے بنتوؤں کو رخصت کیا اور گاڑی میں سے سامان اُتارنے
 لگا۔ تھمسا اُس کی مدد کرنے لگا۔

اس طرف ایک تالاب ہے۔۔۔۔۔ اور جھوٹا سا آبشار۔ کین نے
 لارا سے کہا: ”اگر تیرا چاہ ہو تو تیر سکتی ہو۔ وہاں کوئی نہیں آئے گا۔“
 ”میری حد کی ضرورت تو نہیں۔“

”نہیں۔ شکریہ۔ میں اور تھمسا کافی ہیں۔“
 فیصل لارا کے قریب آیا۔ ”کہوں نہ ہم آبشار دیکھیں؟“
 وہ سمجھا تھا لارا انکار کر دے گی اور یہ سوچ کر اسے پہلے ہی غصہ آنے

لگا تھا۔ مگر اسے بہت کتبہ ہوا جب لالہ نے کہا : ٹھیک ہے چلو
" اور خود ہی اس طرف بڑھ گئی جدھر کہین نے اشارہ کیا تھا۔

فینیل کا دومان خون تیز ہو گیا۔ کیا یہ دغوت تھی ؟ اس نے بادلوں کو
دیکھا۔ گیری پولی کا پٹر کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہیں وہ قیما لگاڑی میں سے
خبر نکال رہے تھے۔ اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ لڑکھڑاتے
قدوں سے وہ بلی لالہ کے پیچھے چل پڑا۔

دغوتوں نے ددیان کوئی تیس منٹ کی بلندی سے چھوٹا سا آہٹار ایک۔
پیادہ نما گڑھے میں گر رہا تھا جہاں سے آگے بڑھ کر پانی زیادہ چوڑے
دیا میں بہہ رہا تھا۔ وہ پیادہ نما گڑھا ایک۔ قدتی سوئنگ پول منوم
ہو رہا تھا۔

" بہت خوبصورت جگہ ہے ۔ لالہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی
چاروں طرف گھنے پڑے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان دونوں کے
علاوہ اور کہیں کوئی ذی روح بتا نہ ہو۔

" آؤ ہنایں ! فینیل نے کہا اور قہقہے مارنے لگا۔ لالہ اسے کپڑے
اتارنے دیکھتی رہی پھر سر ہٹا کر بولی : " میں صرف تنہائی میں تنہائی ہوں
مستر فینیل ۔"

" ادہ چھوٹا بھی۔ کیا تم سمجھتی ہو میں نے کوئی عریاں لڑکی نہیں دیکھی۔
اور مجھے یقین ہے تم نے بھی کئی مردوں کو عریاں دیکھا ہوگا۔ لہذا میرے
سامنے شرمیلنے کی ضرورت نہیں۔ چلو زامہ کپڑے دو نہ مجھے ہی تکلیف
کرنی پڑے گی ۔"

لالہ اسے سردنگا ہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دغوت

کے ہمارے بالکل نہ تھے۔

”تم جہاز میں جا رہی ہوں ؟ اس نے کہا امد مٹری۔

فینل نے جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔

”تم اس طرح نہیں جا سکتیں۔ کپڑے تیار۔ تمہیں تھوڑے پیار کی ضرورت ہو، جو میں عنایت کروں گا۔“

”میرا ہاتھ چھوڑ دو“ وہ پُرسکون آواز سے بولی۔

”یہ ایکسٹنگ پھوڑا۔ تھوڑا سا پیار۔ پھر ہم نہایتیں گے۔“

لارا اس کے قریب ہوئی۔ وہ سمجھا مان گئی۔ لہذا اس نے ہاتھ

چھوڑ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ لارا نے آہستہ سے اس کا

ہاتھ پکڑا اور اچانک فینل کے بعد سے بازو میں درد کی ایک ٹیس

دور گئی۔ پھر لارا کا ایک پیر اٹھا اور فینل کے سینے میں لگا۔ لارا

نے ہوا میں اچھل کر اس کے سینے پر لات ماری تھی۔ فینل توازن

برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا پانی میں جا پڑا۔ جب وہ سطح پر آیا

اور چہرے سے پانی جھٹک کر آنکھیں کھولنے کے قابل ہوا تو دیکھا کہ لارا

کپڑے پر بھکی اُسے دیکھ رہی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا

پتھر تھا۔

”ہاں ہو رہی ہیں۔ اور نہ یہ پتھر تمہارے سر پر توڑ دوں گی؟ اس

نے لہجے سے لگ رہا تھا وہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔“

”کتیا! میں تم سے بچوں گا۔ فینل غصے کی زیادتی سے الفاظ

خیر ادا کر رہا تھا۔“

”میں تم سے نہیں ڈرتی۔ مرنے اور بھرنے کا فرق! وہ نفرت

سے بولی۔ "خبردار جو آئندہ مجھ سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کی۔ میں تمھارا ہاتھ توڑ دوں گی۔ اگر تم اس مہم کے لیے کسی اہمیت کے حامل نہ ہوتے تو میں اسی وقت تمھارا بازو توڑ دیتی۔ لہذا آئندہ خیال رکھو۔" اس نے پتھر پانی میں عین فینل کے سامنے پھینکا اور جب تک فینل اپنی آنکھیں صاف کر کے دیکھنے کے قابل ہوا، وہ جا چلی تھی۔

پتھر (ص ۱۱۶)۔

کالیبرنگ اپنے آفس میں بیٹھا کاغذات پر دستخط کر رہا تھا۔ دروازہ کھلا، کیوسا اندر داخل ہوا اور دروازے ہی میں کھڑے ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

کالیبرنگ نے آخری کاغذ پر دستخط کر کے قلم رکھا اور سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ کیوسا آہستہ سے قریب آیا اور ایک چھوٹی سی شیشی اس کے سامنے رکھ دی۔

"یہ حاضر ہے ماسٹر۔"

"کیا ہے؟"

"ذہر جس کے لیے آپ غصہ حکم دیا تھا ماسٹر۔"

"وہ تو میں سمجھ گیا۔ مگر یہ کون سا ذہر ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتا ماسٹر۔"

کالیبرنگ نے بے چینی سے ہاتھ ہلایا۔

"تم نے اس ہڈی سے ڈاکٹر سے میرے کہنے کے مطابق کہا تھا؟"

"ہاں ماسٹر۔"

"ایسا ذہر جو آدمی کو آہستہ آہستہ بارہ گھنٹوں میں مار ڈالے۔"

”ہاں ماسٹر“

”کیا وہ قابل اعتماد ہے؟“

”ہاں ماسٹر“

”تم نے اسے کیا انجام دیا؟“

”میں بکریاں ماسٹر“

”تم نے اس سے کہا اگر یہ زہر میری مرضی کے مطابق نہ ہوا تو اس کی تمام بکریاں چھین لی جائیں گی۔ میں اس کا بھونپڑا جٹا دوں گا اور اسے اپنی ملکیت سے باہر نکال دوں گا؟“

”میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر زہر کام نہ کرے گا تو رات کے وقت در آدمی آئیں گے اور اُسے اٹھا کر گرجھوں کے تالاب میں پھینک دیں گے۔“

کالینبرگ نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔
”ٹھیک ہے کیوسا۔ مجھے ایک سیرنج اور ببر کے دستانے

لا دو۔“
کیوسا چلا گیا۔ کالینبرگ غصے سے زہر کی شیشی کو دیکھنے لگا اس کا دماغ چار سو سال پہلے کی طرف گیا۔ میزرجہ خیا بھی اسی طرح زہر تیار کرتا ہوگا، اپنے کسی دشمن کو مارنے کے لیے پلان بناتا ہوگا۔ اور شاید اسے بھی اُس وقت اتنا ہی مزہ آتا ہوگا جتنا اس وقت کالینبرگ کو آ رہا تھا۔

کیوسا نے سیرنج اور دستانے لاکر میزرجہ کو دیے۔ جب وہ چلا گیا تو کالینبرگ نے میزرجہ کی دھڑ میں اگوشی نکالی اور اپنی انگلی میں بیٹا کر

جھوٹے چھوٹے سرورں کو خند سے دیکھنے لگا۔ پھر انگوٹھی اتار کر ہاتھوں میں دستانے پہنے۔ محراب شیشے کی حد سے انگوٹھی کا غصہ خانہ تلاش کر کے اُسے کھولا اور سیرنج میں زہرے کر آہستہ آہستہ اس میں داخل کرنے لگا۔ جب بودا خانہ زہر سے بھر گیا تو اس نے سیرنج نکالی۔ خانہ بند کیا اور اُسے اپنے دواں سے اچھی طرح صاف کیا۔ پھر انگوٹھی کیادھر اُدھر بلا یا۔ تاکہ زہر کہیں سے پستا ہو تو پتہ چل جانے۔ آخر ہر رنج سے مطمئن ہو کر اس نے انگوٹھی میز کی دراز میں رکھ دی۔ دستانے اتارے۔ دواں کو ایک ٹھکانے میں بند کیا اور کیموسا کو دوبارہ طلب کیا۔

”یہ سیرنج دستانے اور دواں صاف کر دو۔ دیکھنا کہیں تمھارا ہاتھ سولے کو نہ لگے۔“

کیموسائے جانے کے بعد اس نے پھر انگوٹھی نکالی اور اسے خند سے دیکھنے لگا۔ کیا پچ پچ اب یہ ملک ہتھیار بن گیا ہوگا؟ وہ بوڑھا ڈاکٹر اسی سال سے تجاوز کر چکا تھا۔ کہا اب بھی وہ اس قابل تھا کہ صحیح زہر جانتے اگر زہر سہلک بھی ہے تو وہ باریک سی سولے جس کے ذریعے زہر باہر نکلتا تھا کیا اب تک زنگ آلود ہو کر بند نہ ہو گئی ہو گی۔؟ اگر ایسا ہوا تو وہ صفت میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ اور وقت کی بربادی کالینزنگ کو پسند نہ تھی۔ کسی نہ کسی طرح اطمینان ہونا چاہیے۔ مگر کس طرح؟

کافی دیر تک سوچنے کے بعد اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے انگوٹھی اپنے ماتھے پر رکھی اور اس کا رخ اس طرح کیا کہ کسی سے مل نہ لائے وقت اس کی سولے فسر تھا مخالف کے

چھوٹے۔ پھر وہ اپنی کرسی ڈھکیٹ بھاٹاخ میں آیا۔ ہنڈینبرگ اس کے چھوٹے تھا۔

تھوڑی دیر کی تلاش کے بعد اسے آدمی مل گیا جس کی اسے تلاش تھی۔ یہ زور لیا تھا۔ یہ کالے نوکروں میں سب سے زیادہ کاہل لکھتے آدمی تھا۔ وہ اپنی بھوی سے بھی بہت بُری طرح پیش آتا تھا۔ کیوسا نے کالینبرگ کی اکثر اس سے شکایت کی تھی اور اب اس ماہ کے آخر میں اسے نوکری سے بھاب ملنے والا تھا۔ کالینبرگ کے خیال کے مطابق ایسے آدمی کی کمی کسی کو بھی محسوس نہ ہوگی۔

اس نے اُسے ایک درخت کے سارے میں اونگتے ہوئے پایا۔ جیسے ہی اس نے کالینبرگ کو دیکھا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کھاوٹے سے ایک کیاری کی مٹی دست کرنے لگا۔ کالینبرگ نے اپنی کرسی اس کے قریب رک دی۔ "میں نے سنا ہے زوڈا تم اس ماہ کے آخر میں نہیں چھوڑ کر چارہ ہو؟"

زوڈا نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ خوف سے لرز رہا تھا۔

کالینبرگ نے اپنا دامنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"مجھے امید ہے تم آرام سے ہو گے.... ہاتھ ملاؤ۔"

زوڈا خوف و ہیرت کے مارے بت بنا کھڑا رہا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ کالینبرگ نے گرم جوشی کے انداز میں اس کا ہاتھ زور سے دبایا۔ زوڈا نے ہچکے سے اپنا ہاتھ سینچنا چاہا۔ کالینبرگ

نے اُسے چھڑ دیا اور اپنی کرسی آگے بڑھائی۔
تھوڑی دیر جا کر اُسے نثر کر دیکھا۔

دوڑتا ہر ت سے اپنی بائیں تھیلی کو دیکھ رہا تھا، جس پر خون
کا تھا سا قطرہ اکھرا آیا تھا۔ اس نے لمبا اٹھایا اور کالینبرگ کے دیکھتے
دیکھتے اُسے زبان سے چاٹ لیا۔

کالینبرگ جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کم سوئی پہلے ہی
کی طرح تیز ہے۔ اب بارہ گھنٹوں کے بعد پتہ چل جائے گا کہ وہ
سکے بھی ہے یا نہیں۔

تین گھنٹہ کا پتہ۔

جب لارا داپس لوٹی کر گیری بیلی کا پٹر اسٹارٹ کر رہا تھا وہ
چلائی "تھوڑی میں بھی آئی ہوں ہوں" مگر گیری نے سنا نہیں اور
بیلی کا پٹر لے اٹھا۔ لارا ہالوس ہو کر کہیں اور تھک گیا کی طرف نہ بڑھی جنہوں
نے خیمہ لگا لیا تھا اور اب رستیاں ہاخذ رہے تھے۔

"دیکھا! وہ میرے لیے رکنا بھی نہیں" اس نے کہیں سے شکایت

کی۔
"کیوں سکرایا" ہمارا پیارا دوست کہاں ہے؟
"نہاں ہے" لارا نے اس آغاز میں کہا کہ کہیں نے چونک
کر اس کی طرف دیکھا
"کوئی خاص بات؟"

"وہی عام بات جو ہمیشہ ہوتی ہے" لارا نے ہجروانی سے کہا
"مگر میں نے اسے سیدھا کر دیا ہے؟"

انگوٹھی کے مشک کار

۱۲۱

”تم واقعی خوب لڑکی ہو۔“ کین نے تعریف کی۔ لارا اس کی تعریف سے خوش ہو گئی۔

”احتیاط رکھنا۔ وہ بہت خوشنما رہے۔“ اس نے کہا۔

”میں اور فیما اس کے لیے کافی ہوں گے۔“ کین نے سونے کے تھیلے نکالے۔ ”میں تمہارا بستر اپنے اند گیری کے درمیان لگا رہا ہوں میرے پاس بھیجا سونے کا اور آخر میں فینیل۔“

لارا نے سر ہلایا۔ ”صرف ایک رات کے لیے سے نا؟“
 ”ہاں مگر محض اند گیری کو دو راتیں یہاں گزارنا ہوں گی۔“ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ بادل بچ ہو رہے تھے۔ ”جتنی جلدی ہم لوگ روزانہ ہمارے بستر ہوگا۔ روزانہ بارش ہو جانے پر بہت تکلیف ہوگی۔ تمہیں گیری کے ساتھ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ وہ اچھا آدمی صوم ہوتا ہے۔“
 ”میں جانتی ہوں۔“

کین نے خیمہ میں جا کر بستر بچا دیے۔ پھر ایک رائفل اور کچھ کاٹس نکالے اور لارا سے کہا۔ ”میں کچھ بیٹریں دیکھنے جا رہا ہوں۔ بیٹریں؟“
 ”کیوں نہیں؟“

دونوں درختوں میں گم ہو گئے

فینیل دوسری طرف سے آیا۔ اس کا بازو ابھی تک درد کر رہا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اُسے صرف فیما دکھائی دیا جو خیمے سے کچھ دور الگ روشن کر رہا تھا۔ فینیل نے گاڑی میں اپنا تھیلہ نکالا اور خیمے کے ارد گرد لپک لپک کر گیا۔ پھر پھر آکر ایک صندوق پر بیٹھ گیا اور گریٹ سٹائی۔

میں اُسے دیکھ لوں گا۔ اس نے خفے میں اُپتے ہوئے سوچا۔ یہ کام ختم ہو جائے۔ واپسی میں اس کتیا کو دیکھ لوں گا۔

وہ اسی طرح بیٹھا سچ و تاب کھاتا رہا اور سگریٹ پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد گری ہیلی کا پٹرے کرایا اور ہیلی کا پٹر کھڑا کر کے وہ فینل کے پاس آکا بہترین چیز ہے " اس نے جوش سے کہا۔ شاہین کی طرح اڑتا ہے۔

فینل نے کوئی جواب نہ دیا۔

" یہ لوگ کہاں گئے؟ گری نے پوچھا۔

" میں نہیں جانتا " فینل نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

" بیڑہ چو گئے؟

" ہوں۔

گری نے بیڑہ کی بوتل کھولی۔ تھمبا گلاس اور برٹ کا تھرا سس لے آیا۔ دونوں پینے لگے۔ استے میں لارا اور کین آتے دکھائی دیے۔ کین کے ہیلٹ سے چار بیڑے ٹھک رہی تھیں۔

" تم میرے لیے ٹھہرے کیوں نہیں؟ " لارا نے گری سے شکایتی ڈیڑھ فٹ فاصلے پر گری نے جواب دیا " میں نہیں جانتا تھا، ہم دونوں مارے جائیں۔

تھمبا نے لارا کو بیڑہ کا گلاس پیش کیا۔ کین بوتل سے سزا لگا کر پینے لگا۔ اس نے اپنی کمر میں بندھے ہوئے برندے تھمبا کے حوالے کر کے " آج رات اچھا کھانا ملے گا " اس نے کہا پھر بیڑہ کا بڑا سا گھونٹ لے کر بولا۔ " اب کام کی بات کریں۔ میں " فینل اور تھمبا کل صبح ہمارے

بچے یہاں سے روانہ ہوں گے۔ ہم اپنا سامان لے جائیں گے۔ یہ
تم رافیل چلانا جانتے ہو؟ اس نے ٹیروں سے پوچھا۔
”کبھی چلائی نہیں“

”میں جانتی ہوں“ اما بول اٹھی۔ میں کل ایک شبیرا کر دکھاؤ
گی گیری!“

فینل نے سر اٹھا کر پہلے دروازہ کو دیکھا۔ جو گیری کو، بچہ دوسری
طرف دیکھنے لگا۔

”او۔ کے“ کین نے پھر کتنا شور مچایا۔ نہ دونوں کو ایک
دن اور یہاں رکنا ہوگا۔ برسوں تم کالینبرگ کے مکان کی طرف
روانہ ہو گے۔ اس نے جیب سے ایک پینل نکالا۔ زمین پر رکھ کر
بنایا۔ ”کالینبرگ کی اماکنی ہے۔ خیمہ دو بند پٹے وہاں ہو کر آیا ہے۔
تم سن رہے ہو لیو!“ اس نے فینل سے کہا جو ٹریٹ۔ امارا بڑھا۔
”کیا تم سمجھتے ہو میں بول رہی ہوں؟ اس نے جھگڑے ہوئے لہجے میں کہا
”ٹھیک ہے۔ یہ کالینبرگ کی اماکنی ہے۔ اس کے تین بڑے دروازے
ہو رہے ہیں۔ صرف شمالی حصہ ایسا ہی جو آتا ہے۔ وہاں بھی آگیا ہے
اور وہاں پرے دار نہیں ہیں۔ بیس، سی ٹرنے سے اندر ٹھکانا پڑے گا۔
یہ ماسٹر دشوار خرید ہے۔ مگر خیمہ!“ اس ہو کر آیا ہے۔ امانا، میری جاب
کلتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بیس ازبک کا حاصل پیدل سے زیادہ ہے۔“
فینل نے اپنے اوزار کے جہاز کی قید کا تصور کر کے تھکنا دیا۔

گیری اٹھ کر خیمہ کے پاس آیا جو پرست بہن رافا۔ گیری نے
سوچا کاش وہ تنہا زبان بول سکتا۔ اس نے تنگ جھٹی میں نہ جانا

کیا بات تھی مگر یہی کہ وہ بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ تیسرا اسے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا۔ گویا وہ اس کے دل کی بات سمجھ گیا تھا۔

لارا بھی ان کے قریب آئی۔ اُسے ناک سکڑ کر خوشبو سونگھی اندھ لولی۔ بہت اچھی خوشبو ہو۔ کھانے کو کب ملے گا؟

تیسرا نے انگلی اٹھائی اور اسے دوسرے ہاتھ کی انگلی سے کہیں کیا۔

”اس کا مطلب ہے آدھا گھنٹہ لگے گا یہ گہری نے کہا۔“ چلو میں

تمہیں پہلی کا پٹر دکھاؤں۔“

دونوں پہلی کا پٹر کے پاس چلے گئے۔ فینل انہیں نفرت سے گھور رہا تھا۔ کین اس کے پاس سے اٹھ کر تیسرا کے قریب جا بیٹھا اور دونوں باتیں کرنے لگے۔

آدھے گھنٹے بعد تیسری پہن گئیں۔ اب اندھیرا پھیل چکا تھا۔ سب آگ کے گرد بیٹھ کر کھانے لگے۔ اگر فینل نہ ہوتا تو شاید ماحول اب زیادہ خوشگوار ہوتا۔ مگر وہ اس طرح منہ پھلے بیٹھا تھا کہ کسی کا جی نہیں خاق کو رہا ہوتا تھا۔

کھانے کے فوراً بعد کین نے کہا میں تو اب سوؤں گا صبح جلد اٹھنا

ہے۔“

”میں بھی سو جانا چاہتی ہوں۔ لارا نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔“

”تم جا کر پہلے اپنے پیٹے میں سما جاؤ۔ میں پانچ منٹ بعد آتا ہوں۔“

”میں نے لارا سے کہا۔“

”تو نے اپنے پیٹے میں جلی گئی۔“

”میں بھی جاگ کر کیا کروں گا؟ گہری نے ہوائی لی = تم بھی سو ڈگے یا نہیں؟“ اس نے فینیل سے پوچھا۔

”کیا یہ سیاہ فام بھی اندھ سونے گا؟“ فینیل نے پوچھا۔
 ”اگر تمھارا مطلب نصیباً سے ہے تو۔۔۔ ہاں“ کین نے جھبجھا
 ”میں کالوں کے ساتھ اس فضا میں سانس نہیں لے سکتا“

”ٹھیک ہے۔ تم باہر سونا“
 فینیل تیزی سے اٹھا اور گھومنے لگانے کین کی طرف بھپٹا کین
 اس کے مقابلے میں کمزور تھا۔ گہری تیزی سے دونوں کے درمیان آگیا۔
 ”میں تم سے تنگ آگیا ہوں“ اس نے سخت ہجے میں کہا۔ اگر
 مارنا ہی ہے تو مجھے مارو۔“

فینیل، چکچکایا بھر چھپے ہٹ گیا۔ ہستم میں جاز۔
 سب دہن سے ہٹ گئے۔ فینیل آگ کے قریب بیٹھا سگریٹ
 پھونکتا رہا۔ جب سب سو گئے تو وہ بھی اٹھا اور خیمے میں جا کر اپنے
 تھیلے میں سو گیا۔

رات کے دو بجے دور دار ہارش کے خود نے سب کو جگا دیا۔ ساتھ
 ہی ایک شیر کی گرج بارش کے خود پر حاوی ہوتی سنائی دی۔

گھنے جنگل میں

==*==

فینیل کی آنکھ کھلی تو نصیباً پانچ لمبے خیمے سے باہر جا رہا تھا اور
 اپنے تھیلے سے باہر آ رہا تھا۔

”کیا چلنے کا دنت ہو گیا؟ اس نے پوچھا۔
”ہاں قیسا، ناشتہ تیار کرے گا۔ تب تک میں نہائے لینا ہوں۔“

چلتے ہو

فینل بھی اپنے تھیلے سے نکل آیا۔ دونوں آبنار کی طرف روانہ ہو گئے
”مذہب بہت جگہ ہوگی؟ کین نے کہا۔“ اگر نعمت ساتھ رہے تب ہی
ہم گاڑی چلا سکیں گے۔“

دونوں نما کر رہا پس آئے۔ گیری اور اما بھی بیدار ہو چکے تھے اور
اگل کے قریب بیٹھے قیسا کو دیکھ رہے تھے، جو انڈے فراں کر رہا تھا۔
انھوں نے ناشتہ کیا۔ اب کافی اجالا پھیل گیا تھا۔

”اب ہم چلتے ہیں۔ کین نے کہا۔“ کیا تم خیر اکھاڑ سکو گے؟“ اس
نے گیری سے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ میں اسے تھوکر کے پہلی کا پٹر میں دکھ لوں گا۔“
”اگر اسے یہاں بھٹکا گیا تو غائب ہو جائے گا۔ اچھا ہم اپنی گھڑیاں
ملا لیں۔ ہم انھیں ٹرانسمیٹر پر لگا رہ بچے کال کریں گے۔ اس کے بعد دو دو
گھنٹے سے“

انھوں نے اپنی گھڑیاں ملا لیں۔ پھر گیری نے مصافحہ کیے اٹھ بڑھایا۔
”گلائک۔“ اُنہ اس حرام زادے سے ہوشیار رہتا؟ اس نے فینل
کی طرف دیکھ کر کہا جو گاڑی میں اپنا تھیلہ رکھ رہا تھا۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور
سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔

”بہت پیاما بچہ ہے۔ کین نے کہا۔“ کین نے مسکرا کر کہا اور دونوں سے
لٹھ ملا کر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ قیسا نے گیری اور اما کی طرف دیکھ

کر چستے ہوئے لم تھلایا اور کین کے برابر جا بیٹھا۔ فینل پھلی سیٹ پر
بیٹھا تھا۔

کار چل پڑی۔

جنگل کافی گھنا تھا اور کین نے ہیڈ لائٹس روشن کر رکھی تھیں۔ تبھی
اسے سمٹوں کے متعلق ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ فینل سوچ رہا تھا اس
جنگل میں کیسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کہاں جانا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کھت جی
اتنا اچھا نہ ہو جتنا دکھائی دیتا ہے۔ ویسے وہ خود تنہا ایک اونچ آگے نہ
بڑھ سکتا۔ دریا سوچ کر بھراس کا پارہ چڑھنے لگا۔

نمروں دیر بعد سوچ نکل آیا کین نے کار کی ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور
رفتہ رفتہ کر دی۔ گاڑی خوب ابھل رہی تھی۔ فینل مضبوطی سے اپنی سیٹ
پکڑے بیٹھا تھا۔

اچانک قیما نے اشارہ کیا اور کین نے رفتار کم کر دی۔ ان سے
کوئی تیس فٹ کے فاصلے پر ایک دیو پیکر گینڈا کھڑا تھا۔ گاڑی کی آواز
پر وہ ان کی طرف مڑا اور انھیں دیکھنے لگا۔ فینل کا ہاتھ پستول پر جم
گیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

”بہت خطرناک ہوتا ہے۔ کیوں؟“ اس نے آہستہ سے پوچھا
”نہیں، سفید گینڈا جو بہت بدھا جانور ہوتا ہے۔ سیاہ گینڈا
البتہ خطرناک ہوتا ہے۔“

وہ آگے بڑھتے رہے۔ اس دھندلے جنگل جانوروں کی جیت فخر
سے گونج رہا تھا۔ بار بار چھوٹے موٹے جانور گاڑی کے سامنے سے اچھل
اچھل کر بھاگتے۔

ایک جاگ انہیں دو شیر بیٹھے ہوئے دکھائی دیے۔ فیل نے پھر بے توجہ
سمجھا لیا۔ ان کی گاڑی شیروں سے صرف بارہ فٹ دور رہی ہوگی۔
کیا تم انہیں پھونک دو گے؟ اس نے تیز آواز میں پوچھا۔

”شیر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، کہیں ہنستا ہوا بولا۔ تم شیر کو نہ
پھونک دو گے تو وہ بھی تمہیں کچھ نہ کہے گا۔“

گاڑی کو آگے دیکھ کر شیروں نے سر اٹھائے اور اونگھتی ہوئی نظروں
سے دیکھنے لگے۔ گاڑی ان سے محض چند فٹ کے فاصلے سے گزری۔

”دیکھا؟ کہیں نے کہا۔ شیر بہت شریف جانور ہے۔ لیکن اگر تم اسے
زعمی کر دو گے یا بیچا کرنے کی کوشش کر دو گے تو وہ بھی تمہیں زچھوٹے گا؟
فیل نے بولواور رکھ کر پیشانی سے پسینہ پونچھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ جنگل سے نکل آئے اور ایک کچا راستہ پکڑا۔
قیمبا کے انارے پر کہیں نے داہنی طرف گاڑی موڑ دی

”یہ راستہ سیدھا کالینبرگ کی آراضی میں جاتا ہے۔ کہیں نے قیمبا سے
گفتگو کرنے کے بعد بتایا۔ ساتھ کلو میٹر لمبا ہے۔ قیمبا کے خیال کے مطابق
ہمیں تین گھنٹے لگیں گے۔ اس وقت آٹھ بجے ہیں۔ لہذا ہم وہیں پہنچ کر گری
کو کال کریں گے۔“

”ساتھ کلو میٹر کے تین گھنٹے؟ کہا تم دونوں پاگل ہو۔“

”یہ راستہ بہت خراب ہے۔ شاید وقت بھی لگے۔“

”مستہ سچ بچ بہت خراب جوتا گیا۔ جس سمت یہ لوگ جا رہے تھے
اس طرف چڑھائی تھی۔ رات کی بارش کی وجہ سے کچھ بھی ہو گیا تھا اور
بار بار گاہ کے پینے پیل رہے۔ ایک جگہ کہیں نے گاڑی کی دستانہ نہا جس نے۔“

ہنگوٹھی کے شکار

۱۲۹

ہی تھی کہ پھیلے پیٹے پہلے اود اگر وہ فوراً سنبھال نہ لیتا تو گاڑی ایک کھڑی جا پڑتی۔

• سنبھالو۔ کیا کرتے ہو؟ فیصل زود سے چلایا۔

• سنٹ اپ۔ کین نے بھی تیز لہجے میں کہا: میں تمہاری ہدایات کے بغیر بھی چلا سکتا ہوں۔

اچانک سامنے پانی سے بھرا ہوا ایک گڑھا آیا۔ اس کے فورا بعد تقریباً عمودی بڑھائی تھی۔ کین نے کار مدک دی۔

• اس میں سے نہیں گزرا جائے گا۔ وہ بڑبڑایا۔ پھر ریڈس گیر میں ڈال کر لار کو آہستہ آہستہ پیچھے کیا۔ تھوڑی دود جا کر پھر گاڑی آگے بڑھائی۔ اس بار گڑھے سے بچنے کے لیے اس نے گاڑی کو راستہ کی داہنی طرف بھاڑ میں سے گزرنے کی کوشش کی۔ مگر اس طرف کچھ زیادہ تھا۔ اود چند فٹ چلنے کے بعد پھیلے پیٹے کچھ میں دھنس گئے۔ کین نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا۔ مگر گاڑی آگے نہ بڑھی۔ تھیمبا کو در اتنا اود گاڑی کو دھکا لگانے لگا۔ پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ فیصل اپنی جگہ پر بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا۔

کین نے ابجن بند کیا اور فیصل کی طرف ٹکر سخت لہجے میں کہا: تم ہمارے ساتھ کام کرنے آئے ہو یا صرف ایک سافر ہو؟

فیصل چند لمحے ہچکچایا۔ پھر گاڑی سے اترا اور دھکا لگانے لگا۔ کین نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس بار فیصل اور تھیمبا کے مجموعی زور لگانے سے گاڑی کچھلے ٹکی اود بھیلی ہوئی آگے بڑھی۔ پھر ایک دو بار زور سے پھلی۔ مگر کین نے سنبھال لیا۔ آخر وہ گڑھے کو پار کر کے پھر سے راستے پر آگئی۔

۱۔ گھوٹوں کے شکار

۱۳۰

”دیکھا؟“ کین نے کہا۔ ”سینٹ منٹ ضائع ہو گئے؟“

فینیل نے زور سے ہنکاری بھری اور پھپھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
تھیمہ نے اپنی جگہ سنبھالی اور گاڑی پھر چل پڑی۔ کین نے رفتار فائزر
کر دی۔ اب وہ پھر لی زمین پر زور زور سے اچھل رہی تھی۔ جگہ جگہ پانی
سے بھرے گڑھے آ رہے تھے۔ جن میں سے کبھی کین گاڑی کو کھالیتا کبھی
ان میں سے گزارتا اور زور سے پانی اور کچڑا اچھلتا۔ ہر زور کے جھٹکے پر
فینیل گالیاں بکنے لگتا۔

پھر راستہ اندھنگ ہو گیا اور بڑے بڑے پتھر واہ میں آنے لگے۔
تین بار تھیمہ کو نیچے اتر کر پتھر سامنے سے بٹانے پڑے تاکہ کار آگے بڑھ
سکے۔ گاڑی کی رفتار بمشکل دس کلومیٹر فی گھنٹہ رہی ہوگی۔

فینیل سوچ رہا تھا اس راستے سے کبھی کار نہ گزری ہوگی۔ راستہ
بے ستور اور ہر کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ گئی جگہ خاردار درخت اتنے
ٹھکے ہوئے تھے کہ بغیر چوٹ کی کار میں گھسی ہوئی شاخوں سے بچنے
کے لیے انھیں ادھر ادھر دیکھنا پڑتا تھا۔ تھیمہ اب بجائے گاڑی میں
بیٹھنے کے اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔

”کیا، میں اس مردار راستے پر پکاس کلومیٹر اور سفر کرنا ہے؟“

فینیل نے خود کو ایک خاردار شاخ سے بچانے ہوئے پوچھا۔

”تقریباً“ کین نے سر ہلا کر کہا۔ ”ویسے تھیمہ کہتا ہے آگے راستہ“

اور خواب ہو گیا ہے۔ مگر کم از کم ہم تو آگے بڑھ رہے ہیں۔“

مگر جیسے ہی اس نے اپنی بات ختم کی، کار کا پھپھلاہٹ ایک پتھر
پر ٹکرا کر اس زور سے پھپھلا کر کین تو اذن برقرار نہ رکھ سکا اور بائیں

طرف کے دونوں پیٹے سڑک سے اتر کر گھرے کچڑ میں بہنس گئے۔
کار ایک جھکے سے رک گئی۔

تھمبا دوڑتا ہوا آیا۔ کین نیچے اُترا اور دونوں مل کر نقصان کا جائزہ
لیٹے لگے۔ فینل بھی نیچے اتر کر سگریٹ سلانے لگا۔ اس کی دانست
میں اب گاڑی کا نکلنا ناممکن تھا۔

تھمبا اور کین آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔

”یہی ایک چارہ ہے کہ اسے اٹھا کر سڑک پر لایا جائے؟“ کین نے
کہا اور گاڑی سے سامان اُتارنے لگا۔ فینل اور تھمبا بھی اس کی مدد کرنے
لگے۔ پھر تینوں نے مل کر زور لگایا اور پھٹا پیسہ اٹھا کر تھمبا زمین پر رکھ دیا۔
”اب میں اسے نکال سکتا ہوں“ کین نے کہا۔ ”تم دونوں ساٹلا پر زور
لگائے رہو۔“

تین منٹ بعد کار پھر سڑک پر تھی۔ انھوں نے جلدی جلدی سامان
بردار کیا۔

فینل مانپتا ہوا بولا۔ ”میں کچھ پینا چاہتا ہوں۔“
کین نے سر ہلایا۔ تھمبا نے بیڑ کی دو تیلیں نکالیں اور اپنے پیے
بان نکالا۔

”ایسا لگتا ہے اس مہم کا سب سے دشوار حصہ ہمارے نصیب میں
آیا ہے۔“ فینل بیڑ پینا ہوا بولا۔

”شامت اعمال۔“ کین نے بوتل خالی کر کے ایک طرف اچھاال دی۔
اور گاڑی اشارت کی۔

اس نے سوچا ان دو حادثات کی وجہ سے کم از کم فینل کے رویے میں

انگوٹھی کے شکاں

۱۳۲

تبدلی آگئی ہے۔ اب وہ دوستانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ ادھیما کے لیے بھی اس کی آنکھوں میں حقارت کے بجائے اپنائیت نظر آنے لگی تھی۔

اب وہ لوگ اس صفے سے گزر رہے تھے جہاں سب تیکھے نوڑے تھے۔ کین نے گاڑی کے چاروں پہیوں کو ڈھکیلنے والا انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ پھر بھی رفتار دس کلومیٹر سے زیادہ نہ ہو سکی تھی۔ بعض مڑاتے خطرناک تھے کہ کین کو رانٹوں پسند آ جاتا۔

پھر موڑ ختم ہو گئے! درمزیہ بڑھائی شروع ہو گئی۔
”کیا میں تھوڑی دیر تمھاری جگہ لوں“ فینل نے آگے جھبک کر کہا۔

”نہیں شکریہ!“ کین نے سر ہلایا اور ادھیما سے افرقی میں گفتگو کرنے لگا۔

”نم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو، فینل نے تیز آواز میں پوچھا۔

”اس پہاڑی کے اوپر بہت خراب علاقہ ہے۔ تمھیں کتنا

ہم ہمیشہ کے لیے وہاں پھنس سکتے ہیں۔“

”خراب علاقہ اوپر ہے، فینل تلخ لہجے میں بولا۔“ اداسے وہ کیا

کہتا ہے“

کین زور سے ہنسا۔ اس کے خیال کے مطابق ہم ابھی تک لندن کی ہکا بولی سڑک سے گزرتے رہے ہیں۔“

اچانک گھرے بادلوں نے سدھج کو لٹک لیا اور تیز دھوپ چلی گئی۔

دل لگی۔ جیسے ہی کین نے آخری موڑ پر گاڑی موڑی نندہ مار بارش شروع ہو گئی

راستہ نظر آتا بند ہو گیا۔ کین نے گاڑی رک دی۔ اور دینوں کھل
گاڑی میں بیٹھے بیٹھے رہے۔ گاڑی میں پانی بھرنے لگا اور ان کے سامان
پر ڈھکے ہوئے ٹارپولن پر ایک ایچ گھرا پانی جمع ہو گیا۔

پھر جس طرح بارش شروع ہوئی تھی اسی طرح اچانک رک گئی۔
بادل چھٹنے لگے، سورج اسی آب و تاب کے ساتھ نکل آیا اور اُن کے کپڑے
سوکھنے لگے۔

”کیا خوب بک نم ہو؟“ فینل نے کہا۔ ”میرے تمام سگریٹ بھگ
گئے۔“

کین نے ڈیش بورڈ کے خانے میں سے ایک پیکٹ نکال کر اسے دیا۔
”صرف ایک لون گا؟“ فینل بولا۔ ”اسے وہیں رکھ دو۔ کہیں پہنچ جائیگا
حلے؟“

انھوں نے سگریٹ سٹائے اور کین نے گاڑی آگے بڑھائی۔ فیصلہ ان
سے آگے نکل گیا تھا اور پہاڑی کی جھل پر کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
جب کار اور پہنچی تو اس نے کین کو رکنے کا اشارہ کیا۔ آگے راستہ
اور بھی تنگ تھا۔ ایک طرف بھاڑیوں والی ڈھلان تھی اور دوسری
طرف تقریباً عمودی ڈھلان جو سیکڑوں نٹ کھائی میں نہاتی تھی۔
فینل نے کار میں کھڑے ہو کر ڈھلان کو دیکھا۔ اس ڈھلان اور کھائی
کو دیکھ کر اسے پسینہ آ گیا۔ اسے بلند یوں سے ہمیشہ سے خون آتا تھا۔
”ہم بھنس گئے وہ بولا۔“ اس تنگ راستے سے نکلنا ناممکن ہے۔
کین اس کی گھراہٹ دیکھ کر سمجھ گیا کہ اسے بلند یوں کا خوف ہے۔
اس نے کہا:

انگوٹھی کے نیکسٹ

۱۳۴ " دیکھو لیو! تم اتر کر پیدل چلو۔ میں گاڑی نکالتا ہوں۔ ماسٹہ دھار
منورہ ہے مگر گنڈا جاسکتا ہے۔ "

" تم پاگل ہو اس داری میں گر کر قتا ہو جاؤ گے۔
کیوں نے چلا کر تھمبا سے پوچھا " کیا گاڑی نکل سکے گی؟
تھمبا نے سڑک کے بچوں سے کھڑے ہو کر اٹھان لگایا۔ پھر سر ہٹ کر ہلکا
" مشکل سے نکلے گی۔ مگر نکلے گی۔ "

" کیا کہتا ہے؟ " فینیل نے پوچھا۔
" اُس کا خیال ہے نکل جائے گی؟
" وہ بھی رونا رہا ہے۔ تم لڑھک جاؤ گے۔ "

" تم آؤ جاؤ۔ "

فینیل ہچکچایا۔ پھر اپنا اور تار کا تھمبا اٹھائے اُڑ گیا۔
" ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ " اس نے پشیمانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔
" اگر تم گاڑی سمیت داری میں گر گئے تو ہم بھوکے پیاسے مرجائیں گے لہذا
مجھے سامان نکالنے دو۔ "

" ٹھیک کہتے ہو۔ " کین مسکرا کر بولا۔ پھر دونوں مل کر سامان تارے
لگے۔ تھمبا بھی قریب آکر مدد کرنے لگا۔

فینیل نے گھڑی دیکھی۔ گیارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔
" کیوں نہ ہم ایک بیئر پیئیں۔ گیارہ بجے تمہیں ایڈورڈ سے رابطہ قائم
کرنا ہے۔ اب ہمیں اور کتنی دور جانا ہے؟ "

" تقریباً سینکڑوں کلومیٹر۔ " کین نے تھمبا سے پوچھ کر بتایا۔ " وہاں سے
کالینزنگ کا مکان مزید دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ "

انہوں نے بیڑ ختم کی اور کین نے ٹرانسمیٹر منبھا۔

”کیوں ٹوگیری۔ کیا تم سن رہے ہو؟“

دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔

”ٹوگیری لو کین۔ کہو کیا حال ہے؟“

کین نے مختصر اُپ تک کی مدد اور سنائی۔

”بہت خطرناک معاملہ معلوم ہوتا ہے۔“ ٹوگیری نے کہا۔ ”سنو کین!“

تم وہ چونچ کھوں استعمال نہیں کرتے جو گاڑی کے سامنے لگا ہے۔ اسے

کسی درخت سے باغداد اور اس کے سہارے گاڑی آگے بڑھاؤ۔ اگر

کبھی پھسل بھی گئی تو اسی کی مدد سے گاڑی اور کھینچ جاسکتی ہے۔“

”بہت اچھی ترکیب ہے۔“ انجنا ٹوگیری نے بھرکال کر پوچھا۔ ”کین

نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔“

”میرا خیال ہے وہ خوش ہو رہا ہوگا۔“ فیل نے فراتے ہوئے کہا

”کیا اُس نے بتایا کہ اس کو کیا پر کام کرنا شروع کر دیا یا نہیں؟“

”خدا کے لیے لیو۔“ کین بے صبری سے بولا۔ ”پھر تمہارا سے مشورہ

کر لے گا۔“ تمہارے بھی ٹوگیری کی خبر سے اتفاق کیا۔ پھر انہوں نے گاڑی

کے سامنے لگے ہوئے ڈوم سے اٹھ بھاگ کر کھولا۔ اس کا سرا در ایک دھت

نک پہنچتا تھا۔

”کیا تم اسے اس دھت سے باہر دیکھ سکتے ہو؟“ کین نے فیل سے

کہا۔ ”گاڑی مضبوط پھنی چاہیے۔“

”کوشش کرتا ہوں۔“

فیل نے اپنے انوار نکلے اور تمہارے گاڑی کے سرا در دھت سے

باندھنے لگا۔ اس کام میں اُسے آدھا گھنٹہ لگا۔ کین اس دمان میں گاڑی کے ڈپر بیٹھا ہوا سگریٹ پیتا رہا۔ وہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا۔ اسے ملنے کے خطرے کا احساس ضرور تھا، مگر اعتماد بھی تھا کہ وہ اس دشواری سے مسد ہما جھکے گا۔

”ہلو ہو گیا۔“ فیصل نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اُس نے تار کو درخت کے موٹے تن میں سوراخ کر کے باندھا تھا۔ اب یہاں سے نہیں نکل سکے گا۔ یا تار ٹوٹ جائے یا ڈم گاڑی سے الگ ہو جائے۔“

”اطمینان رکھو کچھ نہیں ہوگا۔“ کین سکرا با۔ ”تم گاڑی کے چھپے آؤ۔ اگر پیچھے کھینچے لگیں تو سیدھا کرنا یا مجھے آواز دینا۔“ تھمبا اگلے پیچے دیکھا۔ ”تم سچ مجھ سے زیادہ ہمارے اندر بے جگر ہو۔“ فیصل ہانپتے ہوئے لڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو غم سے دیکھا۔ فیصل کی آنکھوں میں اس کے لیے احترام کی جھلکیاں تھیں۔

پھر کین گڑگڑاڑی میں بیٹھ گیا اور انجن اسٹارٹ کیا۔ اس نے دھج کا بریک اٹھایا اور ڈم آہستہ آہستہ گھومنے لگا۔ اس کے گھومنے سے تار پٹنے لگا اور گاڑی آگے بڑھنے لگی۔ کین نے رفتار کم ہی رکھی۔ فیصل گاڑی کی ٹمکے پر ہاتھ رکھے جل رہا تھا۔ تھمبا آگے جھک کر چل رہا تھا اور کین کو ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

دس میٹر چلنے کے بعد تھمبا نے رکنے کا اشارہ کیا اور تار کی مضبوطی کا اندازہ کرنے لگا۔

”کیا وہ بند بچتا ہے میں نے ٹھیک سے نہیں باندھا۔“ فیصل نڈر سے

ہلا۔ وہ اپنی جگہ سے کبھی نہیں نکلے گا۔

• مہر کرد۔ کیوں اتنا جھٹا رہے ہو؟ کین نے جیب سے بیگنا حاصل

تھاں کر پینڈ پونچنے ہوئے کما

تھیں اہنا اطمینان کرنے کے بعد پھر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔

• چار میٹر اور وہ چلا کر بولا پھر راستہ اور تنگ ہے۔

کین نے ڈرم گھمانا شروع کیا۔ گاڑی رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

بھروسہ ہوا جس کی کسی کو توقع نہ تھی !!

زمین جو بارش کی وجہ سے نرم ہو چکی تھی، گاڑی کا بوجھ نہیں سنبھال سکی۔ بائیں طرف کا پیسہ پھٹا اور گاڑی کھائی کی طرف لڑھکتے لگی فینل نے پورا زور لگا کر اسے دوسری طرف ڈھکیٹنے کی کوشش کی اور چلا کر کین سے کودنے کو کہا۔ مگر وہ گرتی ہوئی کار کو روک نہ سکا اور اس سے پہلے کہ وادی میں لڑھکتی ہوئی کار فینل کو بھی لے ڈالتی، فینل نے پھلانگ لگائی اور دوسری طرف کی بھاریوں میں جاگرا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر کار وادی میں غائب ہو چکی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تھیں دو سری طرف جھپکا ہوا وادی میں جھانک رہا تھا۔ دھخت سے بندھا ہوا تار تن گیا تھا اور سارے تاروں کی طرح آواز پیدا کر رہا تھا۔ فینل خود کو سنبھالتا ہوا اٹھا اور تھیں کے قریب جا کر نیچے دیکھنے لگا۔

قریباً چار میٹر کی گہرائی میں گاڑی تار سے لٹک رہی تھی۔ کین اپنی سیٹ پر کھڑا تھا۔ اس نے وٹا شیلڈ پکڑ رکھی تھی۔ اس کے نیچے سیلوں گہری وادی پھیلی ہوئی تھی۔

اچانک فینل نے دیکھا کہ ڈرم آہستہ آہستہ کار سے الگ ہو رہا تھا۔
 "ڈرم پر سوار ہو جاؤ کین!" وہ چلایا۔ "ڈرم لگ ہو رہا ہے اسے پکڑو۔"
 کین نے خود کو جلیس کیا۔ پھر دنڈ شیلڈ پر سے گزر کر پونٹ پر لیٹ گیا اور
 اگلے کھینٹے میں ڈرم کو پکڑنے کی کوشش کی۔ جیسے ہی اس نے دونوں ہاتھوں
 سے ڈرم پر لگے جوئے تلہ کو تھاما، ڈرم کار سے چلنے لگا اور چٹانوں سے
 ٹکراتی درختوں میں ابھتی جھوٹی دادی میں گم ہو گئی۔ تھمبھانے تار پکڑ لیا اور ریل پر
 کھینچا چاکیں بکڑے لگ رہا تھا۔ سر سے پیر تک نزلتے ہوئے فینل نے اس
 کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ کین نے ایک چٹان پر پیر جما دیے۔ اوپر سے دونوں
 نے کھینچا اور کین چٹانوں پر پیر رکھتا ہوا اوپر آنے لگا۔

کھائی کے کنارے پہنچ کر کین ایک تجربہ بیٹھ گیا اور زبردستی مسکمانے کی
 کوشش کرتا ہوا۔ "اب میں سچ بولتا ہوں پیدل لے کر تاجڑے گا۔"

— ۱۲ —

جب ان کی گاڑی درختوں کے پیچھے گم ہو گئی تو وہاں نے اطمینان کی سانس
 چلیختے ہوئے کہا،

"اچھا ہوا، شخص بھاگا۔ اس کی موجودگی خواہ مخواہ مجھے جھگڑا میں مبتلا
 کر رہی ہے۔"

"مجھے بھی۔" گیری نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "اور کافی ہو گی؟"
 وہاں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "فدا دشمنی ہو تو میں نہانے جاؤں گی۔ وہ
 موٹنگ لہلہ بٹا خوبصورت ہے۔"

وہ آگ کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ گیری نے اس کے ہنساتے ہوئے رخسار
 کو دیکھ کر سوچا، "وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ پھر وہ خیمے میں گیا اور مریض کا

روشنی میں شیوہ کرنے لگا۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس بیابان میں وہ دونوں تنہا ہیں۔ اس نے اس خیال کو ذہن سے چھٹکنے کی کوشش کی مگر کامیاب

نہ ہوا۔

شیوہ کر کے وہ تویہ لے کر باہر آیا۔

”پہلے میں نمائے لیتا ہوں۔ تمہیں ڈر تو نہیں لگے گا؟“

”اگر شیر نہ آئے؟“ وہ ہنستے ہوئے بولی اور اسے جاتا دیکھتی رہی۔ پھر مڑ کر آگ میں لکڑیاں ڈالنے لگی۔ اس کے ذہن میں بھی یہ خیال تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے ساتھ گزارنے والے ہیں۔ کل شام فیصل نے اپنے دشیا نہ برتاؤ سے اس کے دل میں مرد کی خواہش بیدار کر دی تھی۔ اسے خیال آیا نہ جتنے کچھ دنوں سے اسے تسکین نہیں ملی تھی۔ کئی ماہ پہلے اسے دو امریکن ملے تھے جنہوں نے صحیح معنوں میں اس کی تسکین کی تھی۔ اور اب فیصل کی بیدار زردم خواہش کی وجہ سے اسے یہ نہ کر خیال آ رہا تھا کہ شاید گمراہی کو تسکین کا ذریعہ بنانا پڑے۔ اور خالہا وہی ایسا کر بھی سکے گا۔

سودج کی پیش پڑھنے لگی۔ وہ آگ کے پاس سے ہٹ گئی۔ گھری کو آئے

دیکھ کر اس نے اپنا تویہ نکالا۔

گھری اسے دیکھ کر مسکرایا۔

”حاذبت اچھا پاتی ہے اس نے کہا

لارا کو بہت کم طراں تیرنے کا موقع ملا تھا۔ لہذا وہ بڑی دیر تک بند

میں آنکھیں بند کچھ بند رہی۔

دو بڑے بڑے بند دیر سے اتنے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اسے

اتارنے بھی دیکھا تھا۔ لارا کو بائیں میں ڈوب رہا تھا۔ چپے سے دوڑتے

سارے کپڑے اٹھا کر درخت پر لے گئے۔ وہاں جا کر انھوں نے کپڑوں کو ٹٹول کر دیکھا۔ پھر اپنے کام کی کوئی شے نہ پا کر انھیں ادبھی ادبھی شاخوں پر ہلکا دیا۔ اور خود چھلانگیں مارتے ہوئے غائب ہو گئے۔

ان کے جانے کی آواز سن کر لارا نے آنکھیں کھول کر ادھر دیکھا اور انھیں شاخوں پر بھولتے ہوئے دیکھ کر سوچا وہ کتنے پیارے لگ رہے تھے۔ مگر ان کے متعلق اس کی مائے تہدیل ہو گئی جب اس نے کنارے پر آکر دیکھا کہ اس کا ایک بھی کپڑا نہیں چھوڑا گیا تھا۔ وہ ادبھی شاخوں پر لٹک رہے تھے، جہاں تک ہڑھنے کی وہ ہمت نہ کر سکتی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کھڑی سوچتی رہی پھر شاخوں کو جنبش دے کر جوتے پہن کر خیمے کی طرف چلی۔

گہری ایک درخت کے سایے میں بیٹھا ایک نقشہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی آہٹ سن کر اس نے سراٹھایا اور نقشہ اس کے ماتھے سے چھوٹ کر گر پڑا ذرا دیر کے لیے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

لارا اس نیچلے انداز میں آرہی تھی گویا پردے لباس میں ہو اس نے اپنی طرابت کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

”وہ بندہ....“ وہ بول ”کم بخت بہرے کپڑے اٹھا کر لے گئے۔ خدا“

دراگیری۔

”جہانچوں“ گہری نے اٹھتے جھٹے کہا اور اس کے قریب سے گزر کر جانے کے بجائے ایک لمبا چکر کاٹ کر تالاب کی طرف جانے لگا۔ وارا کی کہ یہ ادا بہت پسند آئی۔

اس نے خیمے میں جا کر دوسرے کپڑے نکالے۔ مگر پہنتے پہنتے رک گئی۔

زرا دیر کٹری کچھ سوچتی رہی۔ پھر اپنے قہیلے نما بستر پر لیٹ کر گہری ک
دالہی کا انتظار کرنے لگی۔

— ❦ —

گیارہ بجے کے قریب گہری نے کہا : "ن کی کال آتی ہوگی : ادا عطر کے
کپڑے پہنے لگا۔ لارا نہیں جاہتی تھی وہ اٹھے۔ مگر وہ کچھ نہ لہلہ ادا آنکھیں
بند کر کے اس لذت کا تصور کرنے لگی جو ابھی حاصل ہوئی تھی۔

پھر اس کی آنکھ اس دقت کھل جب گہری اسے پکار رہا تھا۔

• جلدی سے باہر آؤ۔ وہ لوگ مصیبت میں ہیں ؟

لارالے اٹھ کر تیزی سے لباس پہنا ادا باہر آئی۔

• گاڑی تباہ ہو گئی • گہری نے بتایا : کین مرنے مرنے بھا :

• کیا وہ زخمی ہو گیا ہے ؟

• نہیں صرف اعصابی جھٹکا لگا ہے۔ اب انھیں پیدل جانا پڑے گا اور

ماستہ • بچہ خراب ہے :

• وہ لوگ پہنچ بھی سکیں گے ؟

• امید تو ہے۔ دو گھنٹے بعد پھر کال آئے گی :

• سلمان ہیں برباد ہو گیا ؟

• نہیں انھوں نے سامان اتار لیا تھا :

• اب دالہی کیسے ہوگی ؟

• ہم سب کو جلی کا پٹر میں آنا پڑے گا۔ وزن بہت ہو جائے گا گریب

آسکیں گے :

• ڈانے الیسان کی سانس لی : گویا سوائے ابھی پیدل چلنے کے اور

کوئی برستانی کی بات نہیں ہے؟

۔ اس گری میں وہ بھی بہت مشکل ہوگا۔

۔ اچھا ہے اس موٹے سود کی خورشی جبرنی پچھل جائے گی۔ چلو نائیں۔

گری چمکچمکیا۔ مجھے ان تینوں کی طرف سے فکر ہو رہی ہے لارا۔

۔ تم یہاں سے ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ لہذا چلو نائیں۔

— (۱۲۱) —

فینل اپنے آپ کو دس رہا تھا کہ کیوں وہ ہمیشہ سے بیڑ پنا آتا تھا۔

گرو، پھر بلا راستہ اور کین کی تیز رفتاری دیکھ کر اسے احساس ہو رہا تھا کہ

وہ سمجھنا ریزش سے کتنا دور رہا تھا۔ اس کا بھاری تھکا شائے لگا

اس کی تعلیم میں اضافہ کر رہا تھا۔ پانی سے ہوئے، پسینہ پسینہ، گرتا پڑتا

وہ کین اور تھمبا کا ساتھ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ لوگ چھ کلومیٹر آگے تھے۔ جس جگہ گاڑی گری تھی وہاں سے

کالینبرگ کا ٹل تیس کلومیٹر دور تھا۔ جو بیس کلومیٹر اور!! فینل سوچ رہا

تھا وہ اتنا فاصلہ شاید کبھی نہ کر سکے۔

انھوں نے صحت مزوری سامان لیا تھا۔ تھیلے نا بستر وہیں بھجوا دیے

گئے تھے۔ بیڑی بوتلیں بھی وہ ساتھ نہ لے سکے تھے۔ تھمبا کھانے کا سامان

اور پانی اور وافر دھائے ہوئے تھا۔ اور یہ دونوں اپنے اپنے تھیلے۔

فینل کو اب پیاس لگنے لگی تھی۔ مگر پھر بھی نہ تھی۔ اُسے سایے کی تلاش

تھی، مگر یہاں صحت جھاڑیاں تھیں۔ وہ بار بار دک کر چہرے سے پسینہ

پونچھنے لگتا اور کین کی طرف دیکھتا جو اس سے کافی فاصلے پر تھمبا

سے باتیں کرتا رہا جا رہا تھا۔

کین نے سرگردی بھا اور فینل کی صورت دیکھ کر اسے رحم آگیا۔ اس نے سوچا کہیں یہ شخص بوجھ نہ بن جائے۔ وہ رگ گیا۔ نصیبا بھی رگ گیا اور کین سے کچھ کہا۔

”وہ کتنا ہے اگر تم پانی کی جھاگ لے لو تو وہ تمہارا اور نارا کا تھیلہ اٹھا لے گا؟ کین نے فینل کو ترجمہ سنایا۔

فینل ہلکویا۔ ”مگر بوجھ اب اس کے لیے ناظرہ برداشت ہو گیا تھا۔ اس نے ادلا ہل کر ل۔

پانی کی جھاگ اپنے خانے سے نکالے ہوئے فینل بھر چکا تھا۔ بھر پورا ہو چکا۔ فینل سے اس کا شکریہ ادا کر دو۔ وہ سمجھ مہت بھاری ہے؟

وہ پھر چلنے لگے۔ کین نے اپنی روتا رکتی رکتی ناک فینل ان کا ساتھ دے سکے۔ ایک گھنٹے تک وہ چلے رہے اور بے گھنٹہ فینل کے لیے نیاست کا گناہ۔

”کیوں نہ کچھ پیوں؟ آخر اس نے کہا۔

مگر پانی پی کر بھی نشئی دور نہ ہوئی۔ کینوں کو پانی گرم ہو چکا تھا اور فینل یوں بھی باقی پینا پسند نہ کرتا تھا۔

کین نے گھڑی دیکھی۔

”دس منٹ بعد ہم گہری سے رابطہ قائم کریں گے۔ پھر تھوڑی دیر آرام کریں گے۔“

”وہ..... فینل نے ایک گندی سی گال دی۔ ”بچے بڑا خوش نصیب ہے۔“

ایک بچے انھوں نے گہری کو کال کیا اور صورت حال سی آگلی دی۔

”ہم لوگ چھ بچے تک اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ کین نے کہا اور اٹھا

کہا کر چلنے میں بہت تکلیف جو رہی ہے۔
گیری نے حدودی کے چند الفاظ کہے اور تین بچے بھربات کرنے کا کام کر سلسلہ
منتقل کر دیا۔

آدھا گھنٹہ آرام کر کے وہ پھر اٹھے۔ کوئی ایک گھنٹے بعد کہن نے کہا اب
کھانے کا وقت ہے۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا درخت تلاش کیا اور اس کے
سارے میں بیٹھ کر کھانے لگے۔

”اے کتنا چلنا ہے؟“ فینیل نے مزہلاتے ہوئے پوچھا۔

”کہن نے تھیمہ سے مشورہ کیا

”بھر کلو میٹر۔ بھر ہم جنگل میں ہوں گے“

”اس سے پوچھو اگر وہ تھک گیا ہو تو میں اپنا تھیلا اٹھا لوں“ فینیل نے کہا۔

”وہ تھیک ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”تم پوچھو تو سہی۔ وہ بیگ بہت بھاری ہے۔“

کہن نے تھیمہ سے پوچھا۔ تھیمہ فینیل کی طرف دیکھ کر مسکرایا پھر سر ہلکا کر دیا

”سہاہ لوگ سفید فاموں کا بوجھ اٹھانے کے ہمیشہ سے عادی ہیں۔“ کہن

نے سپاٹ لیجے میں کہا۔

فینیل نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

”جلو ہی سہی“ اس نے کہا۔ ”گویا وہ مجھ سے برتر ہے۔“

”چھوڑ دیجی۔ ورنہ میں مددوں گا۔“

فینیل تلخی سے سکرایا۔

”میرا بھی وقت آئے گا۔ تم دونوں جنگل میں مارے مارے پھرنے میں اپنا

جواب نہیں رکھتے۔“

انگوٹھی کے تشکار

۱۴۵

..... مگر مجھے اس وقت دیکھنا جب میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں
کہن نے اسے سگریٹ دی اور خود بھی ایک جلائی۔

اچانک فینل نے پوچھا: کیا وہ اسکو دے رہا ہوگا؟ اسے لارا یاد آگئی
نہی۔

کون کس کو کیا دے رہا ہوگا؟ کہن نے انجان بن کر پوچھا۔
خیر پھر وہ فینل لے گا۔

ایک گھنٹے بعد انھوں نے گہری کو آگاہ کیا کہ اب دشوار گزار راستہ ختم
ہو گیا ہے اور وہ لوگ جنگل میں چل رہے ہیں۔ یہاں درختوں کے سایے میں دھکا
کم لگ رہی تھی لہذا انھوں نے وقتاً فوقتاً کر دی۔ اب جنگلی جانور بھی نظر آنے لگے
تھے کبھی کبھی بڑے بڑے ہندو ان کے سروں پر سے چھٹا نکلیں مارتے ہوئے گزرتے
تھیں ان کی دھڑائی کر رہا تھا۔

وہ لوگ خود کو کانٹوں سے بچاتے ہوئے چلنے میں اتنے متحکم
تھے کہ انھیں احساس بھی نہ ہوا کہ بڑی دیر سے ان کی ٹیگرائی ہو رہی ہے۔
ایک زولو چیٹے کی کھال پہنے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھا تھا۔
اس کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا۔ وہ لوگ جب اس درخت کے نیچے سے
گزر گئے تو اس نے ٹرانسمیٹر پر رپورٹ نشر کی۔ دوسری طرف سے مایا سن
رہی تھی کالینبرگ نے آج اس کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ ان میں زولو
سے رپورٹ لیتی رہے جو بعد میں انگوٹھی کے چوروں کی نقل و حرکت کی ٹیگرائی
کے لیے ٹھکانات کے گئے تھے۔ ہر ایک کے پاس ایک ٹرانسمیٹر تھا۔

مایا نے زولو کی رپورٹ سنی اور اسے فوراً ٹاپ کر کے کالینبرگ کے پاس

بجھا دیا۔

کالینبرگ کو مزہ آرہا تھا۔ گاڑی کے وادی میں گرنے کا آنکھوں دکھا
حال اسے سنا یا گیا تھا۔ وہ اس نے دیکھی سے سنا تھا۔ اب اطلاع ملی
تھی کہ وہ لوگ اس کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں۔

”یہ جتنی جوان کے ساتھ ہے“ اس نے ٹاک سے کہا۔ غالباً جھوٹی
حقہ نہیں لے گا۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو موقع ملے ہی راستہ تلاش نہیں
کر سکیں گے۔

ٹاک نے ڈرائیوٹر اٹھایا اور ہدایات دینے لگا۔
اسی وقت کین کی تجویز پر تینوں سستانے بیٹھ گئے۔ تھمہا نے اشارے
سے بتایا۔ سامنے ایک تنگ سی پلٹنڈی تھی۔

”یہ راستہ سیدھا کالینبرگ کے مکان کو جاتا ہے“ کین نے فینل کو بتایا۔
”ہم فینل کو یہیں بھڑے دیتے ہیں۔ یہیں جاہتا ہمارے کام کا اسے
علم ہو۔ واپسی پر اسے۔۔۔ میں سے لے لیں گے۔“

”بہتر ہے۔ اگر راستہ سیدھا ہی ہے۔ کتنا وقت لگے گا؟“
”تقریباً دو گھنٹے۔ ہم ابھی روانہ ہو جاتے ہیں تاکہ اندھیرا ہونے
سے قبل وہاں پہنچ جائیں۔“

فینل کو راہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
کین نے تھمہا کو کچھ ہدایات دیں۔ تھمہا نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔
”ہم لوگ تھوڑا کھانے کا سامان لے لیتے ہیں“ کین نے کہا۔
فینل نے اپنا تھیلا اپنے شانے سے لٹکایا۔

”ہم لوگ پرسیوں تک واپس آجائیں گے۔ کین نے تھمہا سے کہا۔
”اگر ہم چار دن تک نہ لوٹیں تو تم واپس چلے جانا۔ دونوں ہاتھ ملائے

فضیل نصیباً کے قریب آیا۔ اس نے اپنے اوزار کے تھیلے کی طرف اشارہ کیا، پھر اپنا لڑکھڑکھتا ہوا منہ اس کے لیے بڑھایا۔ نصیباً کی باپھیں کھل گئیں۔ اس نے بڑی گرم جوش سے لڑکھڑکھا۔

عجب دونوں چلنے لگے تو فہیل نے کہا - میں اس کے متعلق غلطی پر تھا
وہ ایک اچھا آدمی ہے ۔

ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔ کین مسکرا کر بولا: میں خود تمہارے متعلق غلط سوچتا رہا۔

نیمبا اٹھیں جاتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے رات میں جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں۔ وہ ہمیشہ تنہائی میں خوش رہتا تھا۔ ویسے اسے حیرت تھی کہ ان دونوں سفید فاموں نے کیوں اُسے اس طرح یہاں پھینک دیا تھا۔ پھر اس نے سوچا وہ کیوں پروردہ کرے۔ اسے بہت معقول مینڈاؤ مل رہا تھا۔ فی الحال اس کے پاس اتنے پیسے تھے کہ وہ ایک کار خرید سکتا تھا۔ اور اپنے جوی بچوں کے لیے ایک چھوٹا سا بنگلا۔ پروردہ کیونکر داد کرے۔ اس نے لکڑیاں جمع کیں اور اٹھیں ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔

اچانک رد ٹھنک گیا۔ سانسے جھاڑیوں میں حرکت سی معلوم ہوئی تھی۔
کوئی جائز ہو گا۔ وہ چپ چاپ کھڑا سانسے دیکھتا رہا۔

اس کی بہشت سے ایک نزدیک خورد ہوا۔ اس نے اپنا کالھاٹلا کھایا اور
بھدی خوت سے غصہ کیا کی بہشت پر مار کیا۔

اوپر آسمان پر سچے خوشخوار گدھ اچانک کہیں سے آگئے اور خاموشی سے منڈلانے لگے۔

صید و صیاد

— ❦ —

”وہ رہا دائیں طرف“ گیری نے کہا۔

لارا نے ہیلی کا پٹر کی کھڑکی سے جھانکا۔ وہ لوگ گھنے جنگل کے اوپر پرواز کر رہے تھے۔ اچانک جنگل ختم ہو گیا اور دودھ دودھ تک ہرے بھرے لان، بھولوں کی قطاریں اور بختہ روٹھیں دکھائی دینے لگیں۔ ان کے بعد ایک منزلہ مکان تھا جو دوسو فٹ لمبا رہا ہوگا۔ مکان کے چبھے مستند بھونٹے بھونٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے، جو غالباً ملازموں کے لیے ہوں گے۔

”بہت خوب“ لارا جوش سے بولی ”نہا دیکھو تو کتنا لمبا بھونٹا مکان ہے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتے رہنا کتنا عجیب لگتا ہوگا۔“

”غالباً وہ لوگ اسکیٹ استعمال کرتے ہوں گے“ گیری نے کہا۔

”سے تو بہت بڑا۔ اب ہم اتریں تو تم ندیں تو نہیں ہو رہے ہو“

وہ مسکرائی۔ ”نقلی نہیں مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ کیا کہیں داخلہ لیا؟“

”اس کا دروازہ آتم پر ہے“

گیری کو ہمائی، ڈھ دکھائی دیا۔ ایک طرف ہوائی جہاز رکھنے کے لیے سنگ بنا ہوا تھا۔ گہرے ہوائی کا پٹر نیچے کیا۔ انھیں بن زولود دکھائی دیے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور غور سے ہیلی کا پٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گیری نے ان کے قریب ہی ہیلی کا پٹر اتارنا۔ اور دروازہ کھول کر اترنے لگا۔

اسی وقت دن بے پردہ ایک جیب دھڑکی ہوئی آئی دکھائی دی۔

جیسے ایک زولو چلا رہا تھا۔ اس کے برابر ایک سفید نام بیٹھا ہوا تھا۔
 • استقبالیہ کمیٹی بھی آگئی۔ گیری نے آہستہ سے کہا اور نیچے کود پڑا۔
 نے اپنا کمرہ اسے دیا اور خود بھی کود پڑی۔

جیب اُن سے تھوڑے فاصلے پر آکر رک گئی۔ ٹاک نیچے اُترا۔ لارا اُس
 سے ملنے کو آگے بڑھی۔ گیری اپنی جگہ کھڑا رہا۔

• میں لارا ڈیسنڈ ہوں • اس نے ہاتھ بڑھانے ہوئے کہا۔ انیل
 دلا کے لیے نوٹو گرافی کرتی ہوں •

ٹاک نے اسے خود سے دیکھا اور سوچا اپنی تصویر سے زیادہ خوبصورت
 لگتی ہے۔ اس نے جھپک کر ہاتھ ملایا۔

• مجھے انسوس ہے میں بینرا جازت آپ کی زمین پر چلی آئی • لارا
 کہتی رہی۔ اس بے آرمی کو اس نے پہلی ہی نظر میں ناپسند کیا تھا۔ وہاں
 دراصل دینوک کے جنگل میں تصاویر لینے جا رہی تھی۔ راستے میں اتنا
 غنیمت انسان محل دکھائی دیا اور محض دفعہ استقبالیہ کی خاطر اتر پڑی۔ اگر
 آپ کو زحمت ہوئی ہو تو ہم فوراً واپس چلے جاتے ہیں •

• ہرگز نہیں مس ڈیسنڈ! • ٹاک نے کہا۔ آپ جیسے حسین مہمان
 یہاں بہت کم آتے ہیں۔ آپ جو تکہ آئی گئی ہیں لہذا دو چہرے کھانے
 تک ضرور ٹھہر جائیے •

• آپ کی عنایت ہے۔ میں بڑی خوشی ہوگی مسٹر۔۔۔۔۔ گیلو ٹاک •
 لارا گیری کی طرف تڑی۔

مسٹر ٹاک! یہ مسٹر گیری ایڈورڈ ہیں۔ میرے ڈائیلٹ • گیسری

فریب آیا۔

ٹاک پھر جھکا۔

۔ سسڑٹاک نے ازراہ عنایت ہمیں پنج کے لیے طرہ دکھایا ہے ۔ لاوار

لے گیری سے کہا۔

گیری نے ٹاک سے صاف فرمایا۔ اس نے بھی ٹاک کو ناپسندیدگی کی

نگاہوں سے دیکھا تھا۔

”یہ مکان اتنا بڑا اور شان دار ہے کہ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا

لارا کہتی رہی۔ ”کیا آپ یہاں بہت عرصے سے رہتا ہیں سسڑٹاک؟“

”یہ میری ملکیت نہیں ہے میں ڈیپنڈا! ٹاک نے کہا۔ ”سسڑٹاکس

کالینبرگ کی جگہ ہے۔“

لارہ نے جبر سے آنکھیں پھاڑیں۔

”آپ کا مطلب ہے وہ مشہور کڑوا پانی۔ وہی میکس کالینبرگ؟“

”جی ہاں وہی۔“ لارہ نے محسوس کیا ٹاک کی آنکھوں میں مسکرائی

جھلک تھی۔

”مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ تارک الدنیا ہیں۔ بہتر یہ کہ ہم چلے

جائیں۔ ہم انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ سسڑٹاک کالینبرگ تارک الدنیا نہیں ہیں۔ وہ آپ سے

مل کر بہت خوش ہوں گے۔“

”کہا اس گھر کی تصاویر لینا ممکن ہو سکے گا؟ میں ڈالٹ کے لیے

بھی فولڈ گرافری کرتی ہوں۔ یہاں کی تصاویر بہت پسند کی جائیں گی۔“

”اس لیے آپ کو سسڑٹاک کالینبرگ سے اجازت لینی پڑے گی۔ مگر ہم

یہاں دھوپ میں کیوں کھڑے ہیں؟ آئیے میں آپ کو اندرے چلوں گا۔“

وہ دونوں جیب کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹاک ٹاک ٹاک کے طور پر جالیٹھا ادا جیب مڑ کر زن دے پر دوڑنے لگی۔

تھوڑے دیر بعد وہ ایک بہت بڑے لاؤنچ میں لے جائے گئے جس کے طویل و عریض برآمدے میں بھولوں کی لہار یوں کے درمیان ایک سوئمنگ پول تھا۔ پورا لاؤنچ اعلیٰ درجے کے فریخیر سے مزین تھا۔ گیری نے اتنا ٹٹا اور شان دار ڈرائنگ روم آج تک نہیں دیکھا تھا۔ خود لانا جو کئی بڑی بڑی جگہوں پر جا چکی تھی اس جگہ سے بہت سربوب ہوئی۔

ایک زولو سفید درری پہنے نمودار ہوا
 "آپ لوگ یہاں بیٹھ کر ایک ڈرنک لے لیجئے۔ میں مسٹر کابیرنگ کو
 آپ کی آمد کی اطلاع کرتا ہوں۔ ٹاک نے کہا اور چلا گیا۔
 زولو شراب کے کاؤنٹر کے قریب آیا اور ان سے شراب کے لیے پوچھا۔
 گیری اور لارالے اپنے اپنے پسندیدہ مشروب کا آرڈر دیا اور ایک طرف جا کر
 بیٹھ گئے۔

"نہ جانے کیوں مجھے یہ شخص پسند نہیں آیا؟" گیری نے سرگوشی کے
 لہجے میں کہا۔

"ہاں" لارالے سر ہلا کر بولی "ایسا لگتا ہے جیسے کوئی چینی بھرتی
 لاش ہو۔"

"کیا تم نے یہ محسوس نہیں کیا کہ ہم بہت آسانی سے یہاں داخل ہو گئے ہیں؟
 "یہ تو میرے حسن کا کرشمہ ہے" لارالے مسکرا کر کہا "ویسے جو سلسلہ ہے
 مسٹر کابیرنگ ہمارے آنے کی خبر ملتے ہی ہمیں نکل جانے کا حکم دیں
 ٹاک اس کا سکرپٹری ہے گا۔"

زولونے شراب کے جام چاندی کی ٹوسے میں رکھ کر پیش کیے اور
خاموشی سے چلا گیا۔

گنتی عالی شان جگہ ہے • لارا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی میں
توجہ اس جگہ رہنا پسند کر دیں گی •

• مجھے اتنی شان و شوکت پسند نہیں • اس سے بہت زیادہ عیاشی ہوئی ہے
دونوں نے اپنے اپنے جام اٹھائے اور چکیاں لینے لگے •
تھوڑی دیر بعد ٹاک آیا •

• مسٹر کالینبرگ آپ کی آمد پر بہت خوش ہیں مس ڈیسمنڈ! • اس نے
کہا • مگر فی اکان وہ چند ضروری کاموں میں اچھے ہوئے ہیں • لہذا رات سے
پہلے نہیں مل سکیں گے • کیا آپ کے لیے تپ تک ٹھیکر ناممکن ہو گا؟ •
• آپ کا مطلب ہے ہم رات ہی یہیں بسر کریں • لاوانے اس کے منہ
چہرے کو غصہ سے دیکھتے ہوئے کہا •

• مسٹر کالینبرگ کی یہی خواہش ہے •

• مگر میرے پاس شب خوابی کا لباس نہیں ہے •

• کوئی مصافحہ نہیں • ہمارے پاس کئی عورتیں بطور سکریٹری کام کرتی

ہیں • ان میں سے کسی کا بھی لباس آپ کے لیے فراہم کیا جاسکتا ہے •

• کیا آپ نے مسٹر کالینبرگ سے تصاویر لینے کی اجازت لی •

• ہاں نے سہرا لایا • ہمارے ہاں اس قسم کی خواہش کا اظہار آپ کی طرف

سے ہو مس ڈیسمنڈ! •

• ہنس رہا ہے • آپ کی مہماں نوازی کا شکریہ • ہم لوگ رات ہی

یہیں بسر کریں گے •

• میں بے مد خوشی ہے : تاک نے کہا۔ پھر اپنی گھڑی دیکھ کر کہو
 • بچ ایک گھنٹے بعد سر د کہا جائے گا۔ کیا آپ تب تک لباس تبدیل کرنا
 پسند کریں گی :

لارا اد گیری اٹھ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں ماما آتی دکھائی دی۔
 • مس ماما ہیں • تاک نے تعارف کرایا • آپ کی ضروریات کا خیال
 رکھیں گی۔ اب مجھ اجازت دیجئے • وہ جھکا اور رخصت ہو گیا۔
 • براؤ کرم میرے ساتھ آجئے • ماما نے کہا۔
 وہ لوگ لالچ سے نکل کر ایک کار پڈر میں داخل ہوئے جو اتنا طویل
 تھا کہ اس کا در سراسر نظر آ آ تھا۔ دروازے کے قریب ہی ایک بجلی سے
 چلنے والی ٹرالی کھڑی تھی۔ ماما نے انہیں پیچھے کی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا
 اور خود اگلی سیٹ پر بیٹھ کر اسے چلائے لگی۔

• یہ کار پڈر اتنا طویل ہے کہ میں اپنی ازرجی بچانے کے لیے ٹرالی کا
 استعمال کرنا پڑتا ہے : ماما مسکراتی ہوئی بولی۔
 • میں خود جبراً ہی کہ اتنی طویل عمارت میں آپ لوگ کس طرح ایک جگہ سے
 دوسری جگہ آتے جاتے ہوں گے : لارا نے جواباً کہا۔

ماما نے ایک جگہ ٹرالی روکی اور اتنی ہوئی بولی : یہ جگہ سہانوں کے لیے مخصوص
 ہے۔ آجئے :

وہ لوگ ایک دروازے سے گزر کر ایک شاندار ڈرائنگ روم میں داخل
 ہوئے جس میں ایک چھوٹا سا سوٹنگ ہون جی تھا اور ایک بار۔
 • یہاں آپ کو ضرورت کی ہر چیز ملے گی۔ یہ آپ کی خواب گاہ پر مس بیٹھنا
 ماما نے ایک طرف اشارہ کیا۔ لارا ڈرائنگ روم سے گزر کر خواب گاہ میں داخل ہوئے

جو بہت شبابانہ اعزاز میں بھی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے ہوئے ٹاس کی آرائش دیکھنے لگی۔ اس اثنا میں گہری ڈرائنگ مدم میں کھڑا اس کی کمرہ اور دروازوں کا بھونکا معائنہ کرتا رہا۔

مایا آئی، وہ اسے اس کا کمرہ دکھایا جو لارائے کمرے کی طرح آرام دہ اور فیتی فریج سے آراستہ تھا۔

ایک زولو طور نے لارا کو ساری لا کر دی۔ لارا نے کہا وہ خود پہن لے گی۔ ایک زولو مرد نے گہری کورمانہ لباس پیش کیا۔

”مسٹر کالینبرگ تنکفات کے حادی نہیں ہیں یہ مایا بولی۔ رات کا کھانا بڑے برآمدے میں پیش کیا جائے گا۔ اگر آپ لوگ میرا چاہیں تو سوئمنگ پل حاضری ہے۔ اور کسی شے کی ضرورت ہو تو ٹیلی فون استعمال کیجئے گا۔ وہ چلی گئی لارا اور گہری نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر گہری کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک زولو اندر داخل ہوا۔ وہ ان کے سامان کے تھیلے لایا تھا۔ اس نے انہیں ایک طرف رکھا اور چپ چاپ رخصت ہو گیا

گہری نے آگے بڑھ کر اپنا تھیلا ٹھولا۔ ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

”کیا کسی کی نظر اس پر پڑی ہوگی؟“ اس نے پوچھا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ لارا لا پرواہی سے بولی۔ میں تو عبا کو

ہناتی ہوں۔ وہ اپنا تھیلا اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے پورے کپڑے اتارے اور بڑے

آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا جسم دیکھنے لگی۔ پھر باتھ روم میں گئی اور

وہ ٹبر بھرے تھے یہ پانی بانی کھول دیا۔ شب بھرے کے انتظار میں کھڑی

کڑی وہ پھر خود کو قد آدم آیتے میں طرح طرح کے زاویوں سے دیکھتی ہی
اور قیامت خیز انگڑیاں لیتی رہی۔

اسے علم نہ تھا کہ اس کے کمرے اور باتھ روم کے آیتے اس قسم کے
تھے کہ ان کی دوسری طرف شفاف سیٹے لگے تھے، جن میں سے آریار
دکھائی دیتا تھا۔ اس طرف ایک چھوٹا سا بندہ اور ایرکنڈلینڈ ٹکڑا تھا
جس میں اس وقت کالینبرگ اپنی کرسی پر سانس رو کے بیٹھا لارا کی فتنہ
صدا خیاں دیکھ رہا تھا۔

— ۱۲ —

افسوں نے ایک ایسی چٹان پر ڈیرہ جایا تھا جو چاروں طرف درختوں سے
گھری تھی اور جہاں سے کالینبرگ کا کان صاف نظر آتا تھا۔ فینل نے دور میں
سے ہیلی کا پتھر اترتے دیکھا۔ پھر ایک دن دونوں کو جپ میں بٹھا کر اندر لے
گیا۔ فینل نے ایک طویل سانس لی۔

”وہ لوگ اندر پہنچ گئے۔“

”جسے حیرت ہے،“ کین نے کہا: ”جہاں تک میں نے سنبھ کالینبرگ
وجہیوں کو اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتے دیتا۔ اور یہ لوگ اتنی آسانی سے
اندر چلے گئے۔“

”شائبہ کہتا تھا وہ خوب صورت لڑکیوں کا شائق ہے۔“

”وہ تو ہے۔“ بریجی میں نہیں سمجھتا تھا یہ اتنا آسان ہوگا۔“

فینل کچھ نہ بولا۔ اس نے سگریٹ سٹنگائی وہ پیر پھیلا کر لپٹا گیا۔ اس
کی تھکان ابھی تک نہیں اُتری تھی۔

”تم اپنے روپے کا کیا کر دو گے؟“ اس نے کچھ دیر بعد آنکھیں بند کی پتہ

کین سے پوچھا۔

”اپنے ایک دوست کی شراکت میں جو ہانسبرگ میں ٹراویل ایجنسی شروع کر دوں گا۔ کین نے جواب دیا۔

”وہ تو بہت دودھوپ کا کام ہے۔ مجھے بھاگ دوڑ پسند نہیں۔“

”پھر تم کیا کرو گے؟“

”خارج کر دوں گا۔ مجھے ندپہ جمع کر کے رکھنا پسند نہیں۔ جب یہودیہ ختم ہو جائے گا تو وہ سارا کام کر دوں گا۔ پھر ندپہ ملے گا۔“

”اتنے میں ٹرانسمیٹر پر اشارا موصول ہوا۔ کین سننے لگا۔

”بلو گیری.... ٹھیک ہے.... گڈ لک۔“ اس نے سیٹ بند کر دیا۔

فینل اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

”وہ لوگ رات کو وہیں ٹھہرنے والے ہیں؟“ کین نے بتایا۔ کالینک

ان کی آمد سے خوش دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ رات کو نو بجے کھانا کھائیں

گے اور گیری ہمیں گیارہ بجے مخاطب کرے گا۔“

فینل نے گھڑی دیکھی دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ اس نے منہ بنایا ”گرا

ہمیں اس جلتی چٹان پر بارہ گھنٹے اور کاٹنے ہیں۔“

”ظاہر ہے۔“

”کچھ کھانے کو ہو تو نکالو۔“ فینل نے کہا۔ پھر اچانک اسے خیال

آیا کہ لارا اور گیری وہاں مزے کر رہے ہوں گے۔ لارا کا خیال آتے ہی اسے

عصہ آگیا اور اس کی بھوک اڑ گئی۔



کاش اچھے لیٹن جو تاک رہیں کوئی ڈسٹرب نہ کرے گا۔ گیری نے

انگوٹھی کے ٹسکاں ۱۵۷
سکریٹ کا کش پتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں دوپہر کے کھانے سے خارج ہو کر
لاڈلچ میں بیٹھے تھے۔

”کیوں؟“
”میں تمہیں بدمذہب میں لے جاتا“
”لارا مسکرائی: ”نب تو میں بھی جاہلی ہوں کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔“
”بڑی مشکل ہوگی اگر عین وقت پر مسٹرناک تشریف لے آئیں۔ گی
نے بیٹھے ہوئے کہا۔

”لہذا اس کا خیال پھوڑ کر کام کی بات کرو۔ تم نے سوچا فینل کس
طرح اندر آئے گا؟“

”یہاں سے۔“ گیری نے ہاتھ ہٹا کر لاڈلچ کی طرف اشارہ کیا۔ ”ہم لوگ
یہیں موجود رہیں گے۔ لہذا اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“

”یہاں پھرے دار بھی دکھائی نہیں دیتے۔“
”خالبہا کا لینبرگ کو یقین ہوگا یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔ ذرا باہر پیچہ
کا جائزہ لیں۔“

”اس وقت بہت گرمی ہوگی۔“
”تم آرامِ نرد میں گھوم کر آنا ہوں۔“ گیری نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لارا اطمینان
کری پر نیم سار ہو کر اوجھنے لگی۔ بھر سو گئی۔
”تقریباً ایک گھنٹے بعد گیری نے واپس آکر اسے جگایا۔“
”کچھ ہوئی؟“

”ہاں۔ خیری۔“ لارا انگڑائی لیتی ہوئی بولی۔ ”کچھ معلوم ہوا؟“
”ہاں۔“ گیری نے شراب کے دو گلاس تیار کئے اور لارا کے قریب آکر بیٹھا۔

”دوسری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے۔ وہاں ایک خون اگ زودہر

دے رہا ہے۔ اس نے بڑی بدتمیزی سے مجھے وہاں سے بھاگ جانے کو کہا۔“

”ہو سکتا ہے اس طرف کالینبرگ کے کمرے رہے ہوں؟“

”شاید“ گبری نے سر ہلایا۔ ”دوسری چیز یہ کہ باغ کے اس طرف ایک

ٹما سا تالاب ہے جو بھوکے مگر بھجوں سے بھرا ہے۔ اور اس کے قریب ہی

درخت پر خوشوار گدھ بیٹھے ہیں۔ انھیں دیکھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔“

لارا ہنسے لگی۔ ”کیوں بھلا؟“

”لامنی مجھے خیال آیا کہ کسی کی لاش غائب کرنے کے لیے اس سے بہتر جگہ

ممکن نہیں ہے۔“

لارا نے غور سے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھا۔

”مگر کالینبرگ کیوں کسی کی لاش غائب کرنا چاہے گا؟“ اُس نے پوچھا۔

گبری نے اپنے گلاس میں سے ایک دیگھونٹ لیے اور گلاس پر نظریں جٹا

ہوا پولا۔ ”وہاں کے ماحول سے مجھے ایسا ہی لگا۔۔۔ اور پھر بوچھو تو

لارا! مجھے شبہ سا ہو رہا ہے۔ ہم لوگ بہت آسانی سے اس ٹھہریں

داخل ہوئے ہیں۔ مجھے ٹاک کی نگاہیں پسند نہیں آئیں اُس کے

انذارتے مسدوسا جھلک رہا تھا، خصوصاً اس دنت جب تم نے اس سے

پوچھا کہ یہ مکان اسی کا ہے؟“

”تو کیا ہم پر اتنی شک ہے؟“

”مکان ہے۔“

”کیا اُسے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم انگوٹھی کے پٹے آئے ہیں؟“

”کیا نہ! مگر مجھے یقین ہے کہ وہ جان گیا ہے کہ ہم ہلکے وہ نہیں جیسا کہ

یہاں آئے ہیں۔

”اب ہم کیا کریں؟“

گویا اس سوال ہی کے جواب میں سامنے سے ٹاک آنا دکھائی دیا۔
اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے دونوں کو نظر بھر کے دیکھا۔
”امید ہو آپ لوگوں نے دوپہر کا کھانا اچھی طرح کھایا ہوگا؟“

”جی ہاں۔ بہت لذیذ کھانا تھا۔ شکریہ۔“ لاوا اپنی دل فریب کراہٹ
کے ساتھ بولی۔ ”ویسے یہ جگہ بھی بہت پسند آئی ہو۔“

”ہے شک یہ جگہ بہت اچھی ہو۔“ ٹاک نے جواب دیا۔ پھر ذرا توقف
کے بعد بولا۔ ”مس ڈیسمنڈ کیا آپ مسٹر کالینبرگ کا میوزیم دیکھنا
پسند کرتی ہیں؟“

لاوا تقریباً اچھل پڑی۔ وہ اس سوال کے لیے تیار نہیں تھی۔ بڑی
مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا۔

”کیا مسٹر کالینبرگ کا میوزیم بھی ہے؟“
”مسٹر کالینبرگ نادرات جمع کرنے میں دنیا کے مشہور ترین لوگوں

میں سے ہیں۔“

”یہ تو میں جانتی ہوں۔ مگر مجھے علم نہ تھا ان کا اپنا عجائب خانہ بھی ہے۔“
”کیا آپ اسے دیکھنا پسند کریں گی؟“

”مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“

”اور آپ سٹرایڈ روڈ؟“ وہ گہری کی طرف مڑا۔

”جس اسے اپنی سڑت افزائی سمجھوں گا۔“ گہری نے سپاٹ جے میں

کہا۔ ویسے اسے بھی برلہ راست دعوت پر کچھ کم جرات نہیں ہوئی تھی۔

لارا اٹھ کھڑی ہوئی۔ "کیا وہ یہاں سے بہت دور ہے؟"
گیری نے ٹاک کی آنتھوں میں پھر تھمبیک کی جھلک محسوس کی، جو
فورا غائب ہو گئی۔

"آپ اس پر کھڑی ہیں؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"ادھو! تو کیا وہ ذمہ دوز ہے؟"

"جی ہاں؟"

"کیا میں اپنا کیمرو لے لوں مسٹر ٹاک؟"

ٹاک نے سر ہلایا۔ "مجھے انسوس ہے یہ ممکن نہ ہوگا؟"

وہ دروازے کی طرف بڑھے۔ باہر ایک بجلی سے چلنے والی ٹرالی کھڑی

تھی۔ وہ اس پر بیٹھ گئے اور ٹاک چلانے لگا۔ ٹرالی تیزی سے طویل

برآمدے میں دوڑنے لگی۔ ایک جگہ دیوار کے قریب اس نے ٹرالی روکی

اور نیچے اتر گیا۔ لارا اور گیری نے بھی اس کی تقلید کی۔ گیری نے دیکھا کہ

ٹاک نے سامنے والی کھڑکی کی جو کھٹ کو لم تھو لگایا اور بائیں طرف کی

دیوار ایک طرف کھسک گئی۔ سامنے دروازہ نظر آنے لگا۔ ٹاک دھڑکے

کے قریب گیا تو دونوں پٹ خود بخود کھل گئے۔

چونکہ مسٹر کالینرگ اپنا بیج ہیں اس لیے سارے دروازے الیکٹرونک

سسٹم سے چلتے ہیں۔ تاکہ انھیں کھولنے اور بند کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

یہ ایک لفٹ ہے جو تین نیچے لے جائے گی؟

وہ لوگ لفٹ میں داخل ہوئے۔ اس میں چار مختلف رنگوں کے

بٹن لگے ہوئے تھے۔ گیری نے دیکھا ٹاک نے پہلے ہیرا بٹن دھمایا، پھر

پہلے رنگ کا۔

• یہ اتنے سارے بٹن کا ہے کہ لیے ہیں؛ سڑٹاک! لارے نکلتے

سے پوچھا۔

• ہرے رنگ کا بٹن لعنت کو کنٹرول کرتا ہے۔ پہلا بٹن میوزیم کی

مددگیاں آن کرتا ہے۔ لال بٹن الارم بند کر دیتا ہے۔

• آپ کا انتظام بہت مکمل معلوم ہوتا ہے۔

لعنت رک گئی۔ خود کارندہ دوازہ کھلا اور وہ لوگ ایک بندھیمیر میں

داخل ہوئے جو لارے محسوس کیا، ایرکنڈیشنڈ تھا۔

• آپ لوگ ایک منٹ ٹھہریے کہہ کر ٹاک ایک کونے میں گیا جہاں

خالی رنگ کا دوازہ تھا۔ وہاں اس نے نہ جانے کیا کیا کہ گیری اور لارا

کچھ دیکھ نہ سکے۔ پھر وہ واپس آیا۔

میوزیم میں بہت سی قیمتی اور تباب اشیاء ہیں جو اس نے کنٹرول

کیا۔ لہذا جوری اور نقب زنی کے خلاف ہر طرح کی احتیاطی تدابیر

گئی ہیں۔ میوزیم کا دوازہ کسی طرح بھی نہیں توڑا جاسکتا۔ دیواریں

باغ فٹ موٹی ہیں لہذا ان میں نقب لگانا ناممکن ہے۔ دوازہ اس کے

جوتالا ہے وہ ایک ٹائم کلاک سے چلتا ہے۔ روزانہ سات گھنٹے

اسے بند کر کے دوسرے دن صبح دس بجے کا وقت لگا دیا جاتا ہے۔ اس سے

پہلے دنیا کی کوئی طاقت۔ اسے نہیں کھول سکتی۔

وہ میوزیم کے اندر داخل ہوئے۔ پہلے کمرے میں دنیا کے مشہور لوگوں

کی بنائی ہوئی تصاویر تھیں۔ لارا نے ان میں سے کئی تصاویر کو یورپ

کے مختلف عجائب خانوں میں دیکھا تھا۔

”سب غالباً نقلی تصاویر ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ ٹاک نے اس انڈاز سے کہا گویا اسے اس سوال سے صدمہ پہنچا ہو۔“ جیسا کہ میں نے عرض کیا مسٹر کالینبرگ کا عہدہ خانہ دنیا کے برائیوٹ عہدہ خانوں میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ سب تصاویر اصلی ہیں۔“

”دوسرے کمرے میں بارہ فٹ لمبا گوتم بدھ کا بت رکھا تھا۔ جو سولے کا تھا۔“

”یہ بنٹاک سے منگوا یا گیا ہے۔“ ٹاک نے بتایا۔ ”دوسری جنگ کے دوران چلبانیوں نے اس بت کی بہت تلاش کی تھی۔ مگر وہاں کے ہجاریوں نے اسے چٹا کر ایک پھولے سے مندر میں رکھ دیا تھا اور اس پر پھنٹ کا پلاسٹر بٹڑھا دیا تھا۔ اس طرح جا پاتی اسے نہ پا سکے تھے۔ کیا یہ سچ سچ سونے کا ہے۔“

”خالص اور ٹھوس سونے کا۔“

وہ ادھر ادھر گھوم کر نادرات دیکھتے رہے اور ٹاک انہیں ہر چیز کے بارے میں سمجھاتا رہا۔ گیری کو ان چیزوں سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ بھرتیوں وہ میوزیم کی شان و شوکت سے بہت مرعوب ہو گیا تھا اور پھر انہیں وہ دکھائی دیا جس کی تلاش میں وہ یہاں تک آئے تھے۔ شیش کے ایک خوبصورت ڈبے میں ہندو نعل کی بیج پر رکھا ہوا سمندر پور غیا رنگ بٹا!

”یہ کیا ہے؟“ لا ما کلہک کو اسے دیکھتی ہوئی دہلی۔

”سمندر پور غیا کی قاتل انگوٹھی۔“ ٹاک نے جواب دیا۔

انگوٹھی کے تھیکار

۱۶۳

• بودھیا کے ایما پر ایک ستار نے اُسے بنایا تھا۔ یہ انگوٹھی زہریلی ہے اور اس کا سب سے پہلا شکار خود وہ ستار تھا جسے بودھیا نے اس لیے مار ڈالا کہ وہ اس کا راز کسی سے نہ کر سکے۔ اس میں ایک ہارک سی سوئی ہے جو ہاتھ ملتے وقت چبھتی ہے اور اسی کے ذریعے زہر ہاتھ مارتے دے کے ہاتھ میں پھیل جاتا ہے •

• کیا ظالم لوگ تھے وہ بھی • لا را آنکیوں پھاڈ کر لولی • کیا یہ انگوٹھی اب بھی ویسی ہی قاتل ہے ؟

• نہیں مس ڈیسنڈ! اب اس میں زہر نہیں ہے • وہ بھر کون عانتا ہو کہ سوئی پہلے کی طرح تیز بھی ہے یا نہیں •

آدھے گھنٹے تک مختلف چیزیں دیکھنے کے بعد وہ لوگ باہر آئے • ٹاک نے ڈائل گھما کر دو داڑھ بند کیا۔ گیری اسے خود سے دیکھ رہا تھا۔ بھون لفظ کے ذریعے اوپر آئے۔ ٹاک نے انہیں ٹرالی پر بٹھا کر ان کے کمروں تک چھوڑ دیا • آپ لوگ ابک لڈنک لے پوئے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈنر ہوگا • یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

گیری نے د: گلاسوں میں شراب اٹھالی اور دونوں ٹھکے کر بیٹھے • اس دنت ساڑھے سات بجے تھے •

تم نے ٹیلی ویژن کے کیمرے دیکھے ؟ گیری نے پوچھا • لا را نے نفی میں سر ہلادیا • انہیں دکھائی دیے ؟

• ہاں فیمل نے کہا تھا وہاں چھ ٹیلی ویژن سٹ ہوں گے • میوزیم کے بھی چھ کمرے ہونا چاہیئے • ٹاک نے ہیں صرٹ دو کمرے دکھائے • لا را مجھے یہ کہہ رہا ہے ہم کسی جال میں پھنس گئے ہیں •

” مگر کیوں؟ اسے اگر ہم پر شبہ ہوتا تو ہمیں میوزیم کیوں دکھانا؟
 لارا حیرت سے بولی۔

” یہی تو پریشانی کا باعث ہے۔ وہاں ہم نے مشہور تاریخی مادیات
 دیکھے ہیں جو ٹاک کے گننے کے مطابق سب اصلی ہیں۔ لہذا ظاہر ہے وہ
 جو دی کے ہوں گے۔ اس نے ہمیں لفٹ کا میکنزم تک سمجھا دیا ہو۔ کیا
 اسے احساس ہوا ہوگا کہ ہم واپس جا کر اس میوزیم کی تشہیر کر سکتے ہیں؟
 نہ تشہیر کرنے کی ایک ہی صورت ہو..... وہ خاموش ہو گیا۔

” کیا صورت ہے؟“ لارا نے پوچھا جو اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔
 ” وہ یہ کہ ہم یہاں سے واپس جانے نہ دیے جائیں۔“
 ” بلکہ اس“ وہ مزہ بنا کر بولی۔ ” وہ ہمیں ہمیشہ کبے کیسے روک
 سکتے ہیں؟“

گھیری نے اپنے گلاس میں سے ایک گھونٹ لیا اور بولا ” میں کین سے
 بات کرتا ہوں۔“ وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

لارا کچھ رہی مئی کہ انھیں میوزیم دکھانے سے شاید کوئی خاص مقصد
 نہ ہو۔ وہ سکتا ہو کہ لینبرگ اپنے حفاظتی اندامات سے اتنا مطمئن ہو کہ
 انھیں کے اندر اگر میوزیم دیکھ لینے میں اسے کوئی مضائقہ نظر نہ آتا ہو۔
 مینٹ منٹ بعد گھیری واپس آیا۔

فینس کو بھی شبہ ہو کہ کہیں ہمارے لیے حال نہ بچھا با گیا ہو۔
 اس نے کہا ” لہذا فینس یہاں تنہا آئے گا اور کین ہمارے ساتھ گا۔ اگر ہم
 کسی مصیبت میں پھنس گئے تو وہ مدد کر سکے گا۔ فیصلہ کر جینل میں جھوٹ
 دیا گیا ہے۔“ ان کی مٹی سے ہم کین کو ہوائی اڈے پر بلا لیں گے اور

کہتے ہوئے سیدھے چلے جائیں گے :

• کیا تم سمجھتے ہو کالینبرگ کی طرف سے ایسے خطرہ ہو سکتا ہے ؟

• یہ میں اس سے ملنے کے بعد بتاؤں گا :

— — — — —

ٹھیک لڑیجے انھیں ایک زولوٹیریس پر لے گیا جہاں کالینبرگ
ان کا انتظار کر رہا تھا۔

انھوں نے اس سے ملنا کر دسی کلمات کے اور کرسیوں پر بیٹھ
گئے۔

• "نہیں آپ! دارسلہ پابندی سے دیکھتا ہوں بس ڈیسٹنڈ کالینبرگ
نے کہا: آپ کب سے اس کے لیے کام کر رہی ہیں ؟"

• زیادہ نہیں صرف چھ ماہ ہوئے : لارا نے جواب دیا : میں چاہتی
تھی مجھے اس خوب صورت مکان کی تصویریں لینے کا موقع ملتا :

• "مجھے افسوس ہے : ممکن نہ ہوگا۔ یہاں زولوگرانی منع ہے کالینبرگ
نے سر ہلا کر کہا۔ پھر موضوع بدل کر پوچھا : کیا آپ کو براہیم پسند آیا ؟
• بہت زیادہ۔ اتنا بہترین براہیم بنانے پر میں آپ کو مبارکباد

دیتی ہوں :

• تین زولو نمودار ہوئے اور سلیطے سے کھانا لگانا شروع کیا ہنگوٹھی
جو کھانا کھانے گیا تھا، اب سیر ہو کر اپنے مالک کے قریب آیا۔

• کتنا خوب صورت ہے ! : لارا تالی بجا کر بولی : کیا میں اسے ہاتھ

لا سکتی ہوں ؟

• میرا چیتا انٹیوں کو پسند نہیں کرتا : کالینبرگ چیتے کا کان ۱۲۰

ہوا بولا : "خواہ وہ خوب صورت لڑکیاں ہی کہوں نہ ہوں۔ آپ نے کھانے کے لیے۔"

وہ لوگ کھانے کی میز پر آئے۔

"سٹرائڈ وہ ڈا! کیا آپ بہت عرصے سے پائینٹ کا کام کر رہے ہیں؟"
"زیادہ تر عرصہ نہیں ہوا۔ پہلے میں امریکہ میں تھا۔ گڈ بن میں میں
ڈیسائنڈ میری پہلی موکلہ ہیں۔"

انکھوں نے کھانا شریخ کیا۔ کھانے کے دوران میں ادھر ادھر
کی باتیں ہوتی رہیں۔ جب بھی کالینرگ فوڈ گمانی کے متعلق کوئی بات
پھیلنے کی کوشش کرتا، لارا باگیری فوراً موضوع بدل دیتے۔ اس وقت
گہری زدلوں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"میرے پاس ایک سو زدلوں کا لینرگ نے جواب دیا کہ وہ
چاروں طرف پہرہ دیتے ہیں اور انجینئروں کو اس جگہ سے دور رکھتے ہیں۔"
"کیا بارخ میں بھی پہرہ رہتا ہے؟" گہری نے اس طرح پوچھا گویا
وہادی میں بات منہ سے نکلی ہو۔

کالینرگ نے جواب دینے میں اتنی دیر لگائی کہ گہری کو سر اٹھا کر
اس کی طرف دیکھنا پڑا۔ اس نے کالینرگ کی سرد آنکھوں میں عقارت
کی لہر دیکھی اور جلدی سے اپنی پلیٹ پر جھک پڑا۔

"جی نہیں۔ رات کے وقت بارخ میں پہرہ نہیں رہتا۔ کالینرگ
نے کہا : البتہ دن بھر چند زدلوں پرے دار گھومتے رہتے ہیں۔"

"بھلی بہت لفٹمنی ہے۔" لارا نے گہری کی پریشانی دیکھ کر
موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

• میری پسندیدہ ڈف سے : کالینبرگ نے ایک ہاتھ بڑھا کر ڈیڑھ لاکھ سمایا۔ پیٹنے کے لیے جب طرح کی آواز نکالی۔

• کیا ہے جانور آپ کے پاس بہت عرصے سے ہی؟ لا مانے لہجہ تھا۔
• تقریباً تین سال سے۔ ہم دونوں کبھی جفا نہیں ہوئے۔ یہ بڑا کافی
• بھی ہے۔ پچھلے دنوں میرا ایک ملازم بالکل چو گیا تھا۔ اُس نے کچھ پر حملہ
کرنا چاہا۔ مگر کچھ ہنگامہ پہنچنے سے پہلے ہی اس چپنے نے اسے بھاڑ کر
رکھ دیا۔

• خوب و

کھانا بہت لذیذ تھا۔ کالینبرگ مسلسل ان سے باتیں کیے جا رہا تھا۔
مگر دونوں نے محسوس کیا کہ اس کا ذہن کہیں اللہ ہو اور وہ ان کی طرف
پوری طرح متوجہ نہیں ہے۔ لا مانے محسوس کر رہی تھی کہ اس آدمی کے ساتھ
گفتگو جاری رکھنا ایک تھکا دینے والا کام ہے۔

آخر کھانا ختم ہوا۔ ان جب وہ لوگ کافی پارے تھے تو ٹاک دہاں
آیا اور کالینبرگ سے کہنے لگا،

• مسٹر ڈکسن کا فون ہے جناب !

• اسے ہاں میں بھول گیا تھا۔ ان سے کہہ میں پہلے منٹا ہوا نہیں

فون کروں گا۔

ٹاک چلا گیا۔

• امید ہے آپ لوگ مجھے معاف فرمائیں گے۔ کالینبرگ نے کہا اور
گہری کو مخاطب کرتے کہا "مجھے کچھ ضروری کام ہے۔ مجھے تو قلعہ آپ کا
وقت یہاں اچھا گزرا ہوگا۔ دعا ہے کہ سے پہلے ہم پھر ملیں گے۔"

دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی سماں نوازی کا شکریہ ادا کیا
پھر اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ ہینڈ نیبرگ اس کے پیچھے جا رہا تھا
ٹاک اس کے آفس میں اس کا منتظر تھا۔
تم نے اچھا کیا جو مجھے بلا لیا۔ کالینبرگ نے اس سے کہا۔ "وہ
مجھے یاد کرنے لگے تھے۔ صورت بے شک بہت خوب صورت تھی، مگر صحت
کھیل کی چیز... ان کی نگرانی ہو رہی ہے؟"

"جی ہاں جناب!"

"اور وہ تینوں؟"

"گاڈ مارا جا چکا ہے۔ باقی دونوں سامنے والی پٹان پر ہیں۔ انہوں
نے گیری سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا تھا۔ گیری کا خیال ہے میں ان
پر کسی قسم کا شبہ ہو گیا ہے۔ لہذا فیصل یہاں دیکھا آئے گا اور جونز
تاہر ہی ٹھہرے گا، تاکہ ان کی مدد کر سکے۔"

"بہت عقل مند معلوم ہوتا ہے،" کالینبرگ نے سر ہل کر کہا۔ "پتہ لگ
اب تم اپنے ہنگامے میں جاؤ۔ میں تھوڑی دیر کاغذات دیکھوں گا پھر سہاؤں
گا۔ باقی لوگ بھی اپنے معمول کے مطابق جا سکتے ہیں۔
ٹاک پکپکا یا پھر بولا۔ "کیا یہ دانش مندی سے بعید نہ ہو گا جناب؟"
"پہرے دار ہیں اور ہینڈ نیبرگ ہی،" کالینبرگ نے اسے پُر خیال
تھا ہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے یہ ٹھیک رہے گا۔ بہتر ہوگا
تم اس معاملے سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ شب بخیر۔"

شب بخیر جناب! ٹاک چلا گیا۔

اس کے جلسے کے بعد کالینبرگ کاغذات میں کھو گیا۔

ساڑھے دس بجے کے قریب دروازے پر دستک ہوئی اور کیموسا

اخذ آیا۔

”کیا ہے؟“ کالینبرگ نے تنک لہجے میں پوچھا۔

”زویلا مرگیا ماسٹر! وہ جو مالی تھا“

کالینبرگ نے داہنی ابرو اٹھائی۔

”مرگیا؟ کیسے؟ کوئی حادثہ؟“

”میں نہیں جانتا ماسٹر! وہ اپنے صدمہ میں درد کی شکایت کر رہا تھا۔

مگر چونکہ وہ ہمیشہ جتنا تھا۔ اس لیے کسی نے نو توجہ نہ دی۔ پھر اس نے

کہا اس کے ساق میں سخت جلن ہے۔ پھر وہ گر پڑا اور مر گیا“

”غیر معمولی بات ہی کیوں سا۔ خیر۔ اسے دفن کر دو۔ میرا خیال،“

اس کی بیوی کو بھی کوئی دکھ نہ ہوگا“

کیموسا نے غور سے اپنے آقا کو دیکھا۔ پھر بولا :

”میں اسے دفن کروں گا ماسٹر!“ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اسی آہٹ

سے دروازہ بند کر دیا۔

کالینبرگ اپنی کرسی کی پشت سے ٹھک کر بیٹھ گیا۔ اس کے

ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔

تو پورغیا انگوٹھی آج بھی قاتل ہے۔ خوب !!

رِخَایِ مَی کی شرطیں

— (۱) —

جب گیری اور لارا اپنے کمرے میں پہنچے تو ساری کھڑکیاں بند

انگوٹھی کے تشکار

۱۵۰

کر دی گئی تھیں۔ ادھر کنڈیشنز کھول دیا گیا تھا۔ گیری نے ایک کڑی کی کوئی چابی۔ مگر اسے بلا بھی نہ سکا پھر اس نے براہِ دے کے وہ خانے کو کھولنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بھی مقفل تھے۔

اب تھیں کیسے آئے گا؟

”نو پتہ ہی سوچنا چاہیے تھا۔ کھلا رات کے وقت دروازے ادھر کڑیاں کیسے کھلے نہ سکتے ہیں؟..... اب کیا کر دے گا؟“
”فیصل کو بتانا پڑے گا اگر وہ کوئی کام کر سکا تو آئے گا۔ وہ نہیں۔“
”اس نے گڑی دیگی۔ دس بجے تھے۔ فیصل سے رابطہ قائم کرنے میں لپک گئے ادھر باقی تھا۔“

”کالینبرگ کے متعلق تم نے کیا دانے قائم کی؟“ غوثی دیر بعد گیری نے پوچھا۔
”ابھاگ رہا تھا جیسے نہ کچھ سے بدھو رہا ہو ادھر جو شخص تھو سے ملتا ہے محسوس کرے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ تمہارا کیا خیال ہو؟“
”مجھے اس کی صحیح الدماغی پر شبہ ہو۔ وہ بہت خطرناک بھی معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ابھاگ رہا ہوں ہم کسی جیل میں پھنس گئے ہیں۔ مگر اب تک آنے کے بعد انگوٹھی لینے کی کوشش نہ کرنا بھی حیات ہوگی۔“
”تھیں اس کی صحیح الدماغی پر کیوں شبہ ہو؟“

”نہ جانے اس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ کچھ غیر فطری سی چیز.....“
”نہ تھا راز ہم بھی ہو سکتا ہو۔ اگر اسے ہم پر شبہ ہوتا تو تو بھی مرنے نہ دیتے رہتا۔ ہو سکتا ہو اپنے آپ کو ہونے کی وجہ سے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گیا۔“

”ہو سکتا ہو؟ گھری نے شانوں کو جنبش دی۔ مگر یہ پوچھا مصلحتی

”کہ عجیب سا لگ رہا ہے۔“

”کیا تم لفٹ چیک کرو گے؟“

”کرنا ہی پڑے گا۔ اگر وہ ہندوستانی تو میڈیم میں داخل ہونے کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد جا کر دیکھوں گا۔“ اس نے مددگاروں کو باہر بیسے کاریں درمیان نظر ڈالی۔ اس میں روشنی ہو رہی تھی۔ مگر وہ تک کسی ذی مدح کا تہ نہ تھا۔ گہری نے مددگارہ بند کر دیا اور اندھ آگیا۔ اگر وہاں تک جانے اور آنے کے درمیان کوئی مل گیا تو پھینے کی جگہ نہیں ملے گی۔

”تم کہہ سکتے ہو کہ تمہیں جند میں چلنے کی عادت ہے۔“

”گہری نے منہ بنایا۔“ تمہیں مذاق سو بھرا رہا ہے۔ شاید تمہیں احساس

نہیں کہ اگر ہم پکڑے گئے تو کتنی غراب ہڈیوں سے بھری ہوگی۔“

”جب ہوگا تب دیکھا جائے گا۔“ لارا لاہور واپس سے لہلا۔

گہری نے ایک سگریٹ شلکا یا اور آرام کر سی پر گر گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا:

”اگر ہم یہاں سے کامیاب نکل گئے تو تم اپنے حقے کے مدھیوں کا کیا کرنا؟“

”بھا کر رکھوں گی۔ میں مٹھا سا پیسہ پس انداز کرتی ہوں۔ ہر ایک دن

شالک کو چھوڑ دوں گی اور آنا دلاؤنگی بسر کروں گی۔ تم کیا کرو گے؟“

”پچھلے پتہ سے اعلیٰ تعلیم کی آرزو تھی۔ میں انٹرنیٹ پر آنیئرنگ کروں

کروں گا، پھر کوئی اپنی سی خدمت مل جائے گی۔“

”شادی نہیں کرو گے؟“

”کروں گا مگر تعلیم ختم کرنے کے بعد۔“

”کوئی شلک دیکھی ہے؟“

• ہاں ایک ہے تو ؟

• کون ہے ؟

• ہے ایک تم اسے نہیں جانتیں ؟

• میں کبھی تھی تم کو کے وہ میری ہوں •
وہ زود سے ہنسا۔

• تم انکار کر دیتیں۔ کہ جتن نا ؟

لارا، سکرائی • ہاں میں ایک الیکٹرونک انجینئر سے شادی کرنا پسند
نہیں کروں گی۔ مجھے ایسا مرد چاہئے جو بہت دولت مند ہو، اپنی باتیں کرتا
ہو اور بڑوں کی طرح دھتکتا ہو •

• میں جانتا ہوں اسی لیے میں نے تون کا انتخاب کیا ہی •

• اس کا نام تون ہے ؟

گری نے سر ہلایا۔

• مجھے یقین ہے تم اس کے ساتھ خوش رہو گے • لالائے کہا۔

• میں بھی امید کرتا ہوں تم خوش رہو گی۔ مگر دولت کو زیادہ اہمیت نہ

دو۔ دیکھو سب کچھ نہیں ہے •

• وہ بچے کے بیز زندگی ہے کیف ہوتی ہے • لارا بڑے خیال مالدار بنی ہوئی

• بے شک۔ اپنی ضروریات کے مطابق پیرے لے تو کافی ہے مگر یہ سب •

اس نے کمرے کی کھالوں اور آرائش کی طرف اشارہ کیا • یہ سب غیر ضروری ہے •

• یہی تو فرق ہے تم میں اور مجھ میں • وہ ہنستا ہوا لہلا • پھر اپنی گھڑی دیکھ

کر کہا • میرا خیال ہے میں جا کر لعنت دیکھوں •

لارا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں بھی چلتی ہوں۔ اگر ہیں کوئی مل گیا تو کہہ سکتے ہیں ہم باغ میں
ٹپکنے ہمارے تھے۔ برآمدے کے دروازے بند تھے تو بڑے دروازے کا زانہ
جا رہے تھے۔

”ٹھیک ہے۔ چلو۔ شاید کام بن جائے۔“

وہ کاریلو میں آئے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ وہ تیزی سے اس
دروازے کی طرف بڑھے جس کے پیچھے لفٹ پوسٹ تھی۔ دیوار کے قریب
پہنچ کر گہری نے لارا کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور کھڑکی کے پاس جا کر اس کی چوکت
ٹٹولی۔ اس کی انگلیاں ایک ٹن سے مس ہوئیں۔ ٹن دبا تھی دیوار اپنی
جگہ سے کھسک گئی۔ گہری لفٹ کی طرف بڑھا۔ لفٹ کے دروازے خود بخود
کھل گئے۔ گہری لفٹ میں داخل ہوا اور لال ٹن دھایا جو ٹاک کے گننے کے
مطابق آرام بند کر دیتا تھا۔ پھر ہر ٹن دباتے ہی لفٹ نیچے کھینچ لیتی تھی
وہ نیچے پہنچ کر رک گئی تو گہری نے پھر ٹن دھایا۔ لفٹ اسی گئی۔ گہری باہر آیا۔
دیوار کھسک کر اپنی جگہ پر آگئی۔

اس نے لاما کا ماتہ پکڑا اور دونوں بے آواز دوڑنے لگے کمرے میں

آگئے۔

”چلو یہ تو ہمارے گہری نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ اب
یہ دیکھنا ہے فینل اندر کیسے آتا ہے اور میوزیم کا دروازہ کھول سکتا ہے یا نہیں؟“
ہندوہ منٹ بعد اس نے ٹرانسمیٹر سنبھالا۔

فینل نے فوراً جواب دیا۔

گہری نے اسے بتایا کہ لفٹ چل رہی ہے اور دوسرے تمام دروازے

بند ہیں۔ فینل نے کہا عمارت کے صحن دیکھو میں روشنی نظر آ رہی ہے۔

” دوسری مددشنی کل ہو گی ۔ اُدھر سے فیملی نے کہا ۔ اب مرث

تمہارے کہنے کی بددشٹی دکھائی دے رہی ہے !

• کوئی لہر کا گنا تھا ان ادب یافتہوں میں پرہیز نہیں ہوتا۔ مگر مجھے اس
 بہان کی صداقت میں شک ہے لیو۔ لہذا تم آتے ہوئے ہر ممکن احتیاط کرنا۔
 • بہتر ہے۔ میں یہاں دیکھوں گا۔ اب میں دعا کرتا ہوں۔ تجھے وہی پہنچے
 اور مانگنے والے کا۔

ملا لگ : گھیری نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ پھر وہ راک کی طوت ڈر کر کما
وہ آر پی سی..... پوری علامت تارک پر سوائے شمارے کمرے کے؟ اس نے
اٹھا کر کمرے کی تنہاں بچھا دیں اور دمدم ہوشی کے جنب سجھادیے۔ پھر کڑکی کے
پاس جا کر انڈھیرے میں گھونٹنے لگا۔

- شاید ہم نہ گھنٹے کو دیکھ رہے ہوں بلکہ دکان کے چھوٹے چھوٹے کپڑے۔

”کہوں نہ میں لباس تبدیلی کر لوں۔ وہ اعلیٰ اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ مگر
نے یہی کپڑے تبدیل کئے اور دونوں میڈ کو فیمل کا انتظار کرنے لگے۔ ان کے
دل و طرک سے بے خبر اور ایک ایک کو مشکل سے گزر رہا تھا۔“

آخر قیل کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ پھر کھڑکی میں اس کی شکل دکھائی دی۔ جی
نے گھبرائے گئے وہ طازے کی طرف اتاروا کیا۔ قیل نے حیب سے میں فاسح نکلا
گزارہ طازے کے تفل کا جائزہ لیا، پھر اپنے پیٹے میں سے ایک لفظ نکال کر چہ
ہی خوشوں میں وہ طازہ مکھول لیا۔

اخذ آگہا سے نے چاہوں طرف گھوم کر کرے کی آواز سنیں لاکھ۔ اوروں پر طرب۔

تو گویا بڑے امام سے گنداری ہے۔ گنداری میرے اندکین کے حق سے میری مصیبتیں آتی ہیں۔

” فکر نہ کرو، گیری مسکراتا ہوا بولا: جلد ہی یہ دن بھی کٹ جائیگا۔
فینل نے اسے بنزفردوں سے دیکھا اور کہا: چلو لفت کماں پر؟ مجھے
اس کام میں چار گھنٹے بھی لگ سکتے ہیں۔ اس نے لارا کی طرف توجہ بھی نہ دی
گیری لارا کی طرف مڑا: تمہیں ٹھہرو تو بہتر ہے۔
لارے نے سر ہلادیا۔

” ٹیلی وژن کنٹرول کی کیا رہی؟ فینل نے پوچھا۔
” ہر کمرے میں ٹی۔ وی، کیمرا، سچو، دیو، مگر وائٹ کے وقت کوئی پہرے دار
نگراں کرتا ہے یا نہیں، میں نہیں کہہ سکتا۔
” تمہارا کام تھا یہ معلوم کرتے؟ فینل تلخ لہجے میں بولا: تم نے خرابی
کیا ہی کیا ہے؟“

گیری مساندے تک گیا اور وہ لڑکھوڑیوں کو اشارہ کیا۔ دیکھو وہاں
کارپڈر میں کوئی پیشکش کر رہے ہیں۔ ٹی۔ وی مانیٹر میں سے کسی میں بھی
بھڑکتا ہے۔ میں ہر کمرے میں گھس کر چیک نہیں کر سکتا۔ مگر میرا خیال ہے اگر
ماہر ہو نہیں ہے تو ٹیلی وژن پر دیکھتے رہنے کے لیے بھی کوئی پہرے دار نہ ہوگا
لیکن اگر بھلا تو ہم رنگے باغیوں پکڑے جائیں گے۔
” تم ہی بتاؤ کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے؟“

” بہت مشکل ہے۔ فینل نے سر ہلایا: نہ جانے ٹیلی وژن کا کون سا
کماں ہے۔ بھڑکتا ہے اس حالت کے پیچھے ملے کارپڈروں میں سے کسی
میں ہو۔ مگر ہم بہت بڑا ہتک لے رہے ہیں۔“

”یا تو ہم رسک لیں یا بیئر انگوٹھی کے واپس جائیں؟“
”کیا تم رسک لینے کو تیار ہو؟“ فیمل نے سر دلچسپی سے کہا۔

”ہے شک اگر تم تیار ہو؟“

”ٹھیک ہے۔ چلو۔“

دو لڑکے کمرے سے باہر نکلے اور تھوڑی دیر کے بعد میوزیم میں اترے۔
وہ جیسے جیسے وہ لفٹ کے باہر نکلے تو گہری سانس لے چیت میں اشارہ کر کے
کہا: ”وہاں ایک ٹی۔ سی کی اینس لگا ہوا ہے۔“
فیمل نے محتاط انداز میں اینس کا نواہ لیا اور لہلا۔ نہیں یکساں نہیں
کر رہا ہے۔

گیری نے اطمینان کی سانس لی اور میوزیم کے دروازے کی طرف
اشارہ کیا۔

فیمل نے دروازے پر گئے ہوئے قفل اور ٹائم لاک کا معائنہ کیا۔
پھر اپنا تھیلا کھول کر اوزار نکالے اور مشغول ہو گیا۔
گیری ایک کونے میں رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنا اضطراب
دور کرنے کے لیے سگریٹ سلگائی۔

فیمل اپنے کام میں مصروف رہا۔ کبھی کبھی وہ آہستہ سے سیٹی
بھانے لگتا۔ گہری کی بے چینی بڑھتی جلد ہی غمی۔ کبھی وہ اٹھ کر چلتے
لگتا کبھی بیٹھ جاتا۔

ایک گھنٹے کے بعد اس نے سنا ”کھاؤنگ پینے؟“
”میں نے ٹائم لاک کا قفل سے قوت دیا ہے۔ اب قفل توڑنا
ہے جو سب سے مشکل کام ہے۔“

گیری پھر بچہ سے لٹا ۵۔

ایک گھنٹہ اور گزرتا گیا۔

پھر اہانک فینل کے منہ سے خوشی کی چیخ نکلی۔

کھل گیا ۶۔

گیری جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا ۷۔ اتنی جلدی ۹۔

نست ۱۰۔ فینل نے کہا ۱۱۔ کبھی کبھی میں نے اپنی تالوں پر داغ لگتے ہیں مرنے کے
لی ۱۲۔ اس نے اپنے اظہار پہلے اور کھڑے ہو کر دروازہ کھولا ۱۳۔ تمہیں معلوم ہے انگوٹھی
کس کی ہے ۱۴۔

چلو میں بتاتا ہوں ۱۵۔

دونوں اندر داخل ہوئے۔ گیری تیزی سے اس طرف بڑھا جہاں انھوں نے انگوٹھی

دیکھی تھی۔ اچانک اس کے قدم رک گئے۔

استیلا پر سے انگوٹھی کا ڈبہ غائب تھا!

کیا ہوا؟ ۱۶۔ فینل نے تیز آواز میں سرگوشی کی۔

انگوٹھی اب وہاں نہیں ہے ۱۷۔ گیری نے اپنے ننگے پوٹوں پر فہان پھری

۱۸۔ ہم نے شام میں اسے یہیں دیکھا تھا۔ میں سمجھا۔ ۱۹۔ وہ ایک دم یک لپٹا

لے فینل کو چومنے دیکھا تھا۔ پھر اس کی نظریں اس طرف گئیں جہاں فینل دیکھتا تھا۔

اور وہ بھی اچھل پڑا۔

اس دروازے سے گزرتے آئے تھے اب وہاں چار قوی ہیکل زد لوگو کھڑے تھے

گھور رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہارڈے پھلوں والے پھیرے تھے۔

ان میں سے ایک نے کمر کھینچ کر آواز میں کہا

۲۰۔ ہمارے ساتھ چلو ۲۱۔

گیری لیٹ چکا ہٹ کے ان کی طرف بڑھ گیا۔ خنن نداد بے ہوش یا بھرے صبح
کر کر کن چار جیشوں سے ہنستا اس کے پس کا رنگ نہیں، وہ بھی اپنا تھیلا اٹھائے
گیری کے پیچھے چل پڑا

— ۲ —

اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی لارا بار بار گٹری کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انیس
گئے جوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے اصرار لارا کے صبر کا پیمانہ بھر رہا ہونے لگا تھا۔ وہ
صبح دہی تھی کاش وہ بھی ان کے ساتھ چلی جاتی۔ یہاں بیٹھ کر انتظار کرنا اس
کے لیے حد صبر آزمائے تھا۔

آج کل کے سڑکوں پر لگی سی دنگ ہوئی۔ لالائے، کھر کھر گیری ہو گا بھی ہے
کہ وہ مازہ کھو۔ بھرپور کر پیچے ہٹ گئی۔

سانے ایک لمبا ٹنگا دوڑ کر لارا سے گھر رہا تھا۔
• میرے ساتھ ساتھ آؤ! اس نے پورا ہاتھ سے کہے۔
• کہوں؟ • لارا خون سے لاپتہ ہوئی۔
• ماسٹر کانا ہو۔ چلو۔

• لارا کا دماغ پھر سے کام کرنے لگا، تو گیری ٹھیک کہہ رہا تھا، وہ لوگ پھر
جاں میں گھنٹس بکھتے تھے۔ اس نے خود کو سنبھالا اور بادشاہ انداز میں جیشی کے آگے چلنے
لگی۔ کارڈر کے آگے سرے مائل کرے گا وہ حالہ اس کے قریب پہنچے ہی خود بخود کھل
گیا اور وہ کانیزنگ بے آنس میں داخل ہوئی۔

کالیرگ اپنی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی انگلیوں میں سگریٹ تھی اور
ہوٹوں پر شیطان کی سگڑا ہٹ۔ اس کے قریب ہی زمین پر ہنڈ بئرگ بیٹھا ہوا تھا۔
• اے اس ڈیسنڈ، آئے۔ ایک بہت دلچسپ چیز آپ کو بتاؤں؟ اس نے

کسی کی طرف اشارہ کیا۔

لارا اس کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ کالینبرگ کے قریب ایک
چھوٹا سا ٹیل وٹھن سیٹ رکھا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی اور اسکرین
کی طرف دیکھنے لگی۔ فینل میگزین کے صفحہ ۷ پر چھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔
اور بالکل دور سے دھڑکنے لگا۔

۔ وہ اس خوب صورت فنل کو لے کر آیا دیکھے دے رہا ہو۔ کالینبرگ نے کہا
۔ حاکم اس کے بنانے والوں کا دھوکا دے رہا ہو کہ اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔
اچانک سیٹ میں سے فینل کی آواز آئی۔
۔ کھل گیا۔

پھر گہری بھی اسکرین پر دکھائی دیا۔
۔ تمہارا بہ دوست بہت با صلاحیت معلوم ہوتا ہو۔ کالینبرگ نے کہا۔
کہ اس کا لہجہ نرم تھا، مگر آنکھوں سے غصہ جھانک رہا تھا۔
۔ مجھے توقع نہیں تھی وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا۔ مگر اس نے
تالا توڑ ہی لیا۔
لارا کچھ نہ بولی۔

۔ عام طور پر ہم نات کے وقت لفٹ بند کر دیتے ہیں۔ کالینبرگ نے
پھر کہا۔ مگر مجھے دیکھنا تھا کیا واقعی یہ اکہرٹ میں فنل کو نکل سکتا ہو۔ اب
مجھے اس کے بنانے والوں سے گفتگو کرنی پڑے گی۔

اسکرین پر اب گہری آواز فینل اندر جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر
وہ خالی اسٹینڈ کے سامنے کھڑے نظر آئے۔ کالینبرگ نے ہاتھ پڑھا کر
کوئی ٹیٹن بند کر دیا۔

”وہ لوگ نذا دیر میں یہیں پہنچ جائیں گے۔ اس نے سگریٹ کیس

لارا کی طرف بڑھایا۔ ”سگریٹ!“

”شکریہ!“ لارا نے سگریٹ لی، کالینبرگ نے ماہیں دکھائی۔

”سٹر شاک کیسے ہیں؟“ اس نے دھواں اڑاتے ہوئے پوچھا۔

اگر وہ توقع کر رہا تھا کہ لارا شاک کا نام سن کر اچھل پڑے گی تو

اسے مایوسی ہوئی۔ لارا نے بغیر کسی جذباتی تغیر کے جواب دیا۔ ”پچھل بار جب میں ملی تھی تو وہ اچھے تھے۔“

”ان کی دلچسپ دوانیاں اب بھی جاری ہیں؟“

”میں یہ نہیں جانتی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں وہ ہمیشہ محروم

رہتے ہیں۔“

”اب وقت آگیا ہے کہ اس کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جائے۔“

اچانک کالینبرگ کا بوجھ غصہ ناک ہو گیا۔ اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر لارا

کو یاد آیا گہری کے خیال کے مطابق یہ شخص دماغی طور پر غیر متوازن تھا وہ

بہت تکلیف دہ ہوتا تھا ہاں ہی۔ کالینبرگ نے پھر کہا

”کیا سچ ہے؟“ لارا نے سر دھجے میں کہا۔ ”میں نہیں سمجھتی تم اس سے

مختلف ہو۔ دیکھا جائے تو تم دونوں ایک ہی تھیلی کے پتے بٹے ہو۔“

”وہ کس طرح مس ڈیسنڈ؟“

”سٹر شاک کا کتنا ہے کہ تمہارے میوزیم میں ہر چیز اصل ہے۔ میں نہیں سمجھتی

دنیا کے بڑے بڑے عجائب خانوں نے اپنے نادرات تمہارے ہاتھوں فروخت

کیے ہوں گے۔ وہ نایاب تصاویر گوتم بدھ کا وہ بت اور یہ تو میں جانتی ہی

ہوں کہ بورعیا انگوٹھی تمہاری پڑائی ہوئی ہے۔ لہذا تم دوسروں کے لیے اتنے ہی

تھک دہ ہو جتنے سٹر شاک تمہارے لیے ہیں ؟
کالینبرگ سکھایا۔

• ہے شک میرے میوزیم کی ہر چیز چھپی کی ہے۔ مگر اس کی وجہ ہے کہ
کچھ خوب صورت چیزوں سے پیاسی۔ میں انہیں دیکھنے کے لیے دنیا بھر کا
سفر نہیں کر سکتا۔ لہذا انہیں یہیں منگوا لیا ہے۔ تاکہ جب ماہرین دیکھ سکیں
میں شاک مرث پیسے کے لیے جہاں ہے۔ وہ پیسے کے لیے زندہ ہوا ہے میں آرٹ
کے لیے ؟

• غالباً سٹر شاک کو بیسوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے ہا تمہارے پاس
بے انتہا دولت ہے۔ لہذا تم دولت کے لیے نہیں چراتے۔ اگر تم بھی مفلس
ہو جاتے تو شاید وہی کرتے جو آج سٹر شاک کر رہے ہیں ؟
کالینبرگ نے اپنا سگریٹ پیروں سے کھل دیا۔ لارڈ نے دیکھا وہ غصہ
صہٹ کرنے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا۔
" شاید سٹر شاک کو بے جان کر بہت خوشی ہو کہ تم ان کی کالت اس
طرح کر سکتی ہو ؟

• میں ان کی کالت نہیں کر رہی ہوں۔ میں تو مرث بے پناہ چاہتی ہوں
کہ تم دونوں میں کوئی فرق نہیں ؟

دردنازہ کھلا، گہری اور لیٹل اندر داخل ہوئے۔ ان کے بچے چاروں
لوہو جو کئے کتوں کی طرح چل رہے تھے۔ کالینبرگ نے بات نہ بنا کر انہیں
جھانے کا اشارہ کیا۔ وہ باہر چلے گئے۔ اور دردنازہ پھر نہ ہو گیا۔
" کسے صاحبان ! " کالینبرگ نے کھدوں کی طرف اشارہ کیا " جیسا کہ
آپ دیکھ سکتے ہیں اس ڈیسک پر پہلے ہی سے یہاں موجود ہیں ؟

ہنگوٹھی کے قسطنطنیہ

۱۸۲

گیری آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مگر فینل وہیں کھڑا کالینبرگ کو
نیزنگاہوں سے گھورتا رہا۔

• بیٹھ جاؤ مسٹر فینل • کالینبرگ نے نرمی سے کہا : میں تمہیں مہربانباد
دیتا ہوں۔ میرا خیال تھا میرے مجوزیم کے دروازے کو کوئی نہیں کھول سکتا
مگر تم نے اسے کھول ڈالا۔ بہت خوب !

• اپنی تعریف اپنے پاس رہنے دو • فینل آنکھیں نکال کر بولا : ہم
انگوٹھی لینے آئے تھے وہ نہیں ملی۔ لہذا اب واپس جاؤں گے اور تم ہمیں نہیں
روک سکو گے :

• تم مزید جاؤ گے۔ مگر پہلے میں کچھ باتیں کرنی ہیں :

• مجھے کوئی بات نہیں کرنی ہو • فینل غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے
لہذا اور گیری کی طرف دیکھا : چلو۔ ہم جاؤں۔ وہ بھی نہیں روک سکتا :

وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اسے کھولنا چاہا۔ مگر وہ مقفل تھا۔ وہ پھر
کالینبرگ کی طرف مڑا : دروازہ کھلواؤ ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔
کالینبرگ نے منہ سے ہلکی سی آواز نکالی۔ جس کو سنتے ہی ہنگوٹھی پر اچھل کر
کھڑا ہو گیا اور دانت نکالے ہوئے فینل کی طرف بڑھنے لگا۔ فینل ڈر کے مارے
پہچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگا۔

• اگر میں دوسرا اشارہ کروں تو یہ جالوز تمہارا نرخرہ ادھیڑ کر رکھ دے گا :

کالینبرگ نے کہا : لہذا عندئہ کر دانا بیٹھ جاؤ :

فینل دھم سے گیری کا برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

• ٹھیک ہے • کالینبرگ نے کہا پھر تینوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا : میں

نہیں چاہتا کہ اس انگوٹھی کے سلسلے میں تمہاری اتنی محنت بیکار جائے :

مکھنیں انگوٹھی کا جائز مالک نہیں ہوں۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تم لوگوں کے
 حوالے کر دی جائے؟ اس نے میری دعا میں سے انگوٹھی کا ڈبہ نکال کر سگے ملنے
 رکھا۔ مگر میری کچھ شرائط ہیں؟

فیصل اُٹھے جھکا۔ شرائط؟ کیا مطلب؟

کالینزنگ نے ارا کی طرف دیکھتے بھٹے کہا، مس ڈیسمنڈ مجھے ہر طرح کا
 آرام پیش کریں۔ ساتھ ہی میں ہر وقت معروف رہتا ہوں۔ پھر بھی زندگی میں اکثر
 ایسے لمحات آتے ہیں جب میں اس زندگی سے اکتا جاتا ہوں۔ بچپن سے میری خواہش
 تھی میں شکاری بنوں اور جنگلوں میں گھوم گھوم کر شکار کروں۔ مگر ابا بچہ ہونے
 کی وجہ سے مجھے اس آرزو کا کلا گھونٹنا پڑا۔ مجھ جیسے دولت مند اور ذی ہاثر
 آدمی کو اپنی خواہش دہانی پڑے تو ذہن بڑی مایوسی اور دہریت کا شکار
 ہو جاتا ہے۔

یہ کیا بکو اس ہے؟ فیصل نے بے مہری سے کہا۔ تمہاری وہ شرائط

کیا ہیں؟

کالینزنگ نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔

یہ انگوٹھی میں تمہیں دیے دیتا ہوں۔ اس نے ڈرتے اٹھا کر لایا اور کہا

دیا؟ میں جانتا ہوں اسے شالک تک پہنچانے کے لیے تم میں سے ہر ایک کو لانا

ہزار ڈالر ملیں گے۔ وہ مسکرایا۔ مگر میری معلومات کتنی مکمل ہیں؟

کیا تم نہیں انگوٹھی دے رہے ہو؟ فیصل نے جبر سے پوچھا۔

میں نے مس ڈیسمنڈ کو دے تو دی ہے۔ اب تم اسے شالک کے پاس

پہنھا کر لانا ہزار ڈالر کا سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم اسے میری حدود سے باہر نہ جاسکو

یعنی تمہارے جیشی ہیں روکنے کی کوشش کریں گے؟

ہاں۔ میں نے ایک شکار کا پروگرام بنایا ہے۔ تم گینوں اور مسٹر جو تیرے
باہر تھاواں انتظار کر رہے ہیں، نشانہ بنو گے اور میرے زولو شکاری بن کر تھارا
پیچھا کر رہے۔ تمہیں اس دھڑ میں ٹھاننا آنا چاہیے۔ کہ انکم مجھے تو آئے گا۔ تمہیں
قزاق کا لہجہ سونے دینے کے لیے تم لوگ پہلے مدد کے جاؤ گے اور میں گھٹے لہجہ لہو
تھاواں نقاب شروع کر رہے۔ اگر تم تیز رفتاری کا مظاہرہ کر سکو تو شاید اس سے
بچ سکو۔

دیکھا تم سچوہ جو۔ گیری نے جواب تک خاموش تھا پوچھا۔
"اس کا اندازہ تمہیں اس وقت ہوگا جب تم لوگ پکڑے جاؤ گے۔"
"اس وقت کیا ہوگا؟"

کالینبرگ نے مخموم انداز میں سر ہلایا۔
"یہ زولو انتہائی غیر مذہب ہیں۔ ان کے ستر کے طریقے سینکڑوں سال
پرانے ہیں۔ جس میں قیدی کے ہیٹ کے نیچے جھٹے میں ایک تیراں نوکیلی ہارن لٹکا
دی جاتی ہے اور قیدی کو انتہائی تکلیف دہ موت کے لیے پھوٹا یا جاتا ہے۔ موت بہت
آہستہ آہستہ آتی ہے اور بے درد نکلیاں سے۔"

اگر ہم پکڑ لیے گئے تو ہمارے ساتھ میں بھی سلوک ہوگا؟
ہاں۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر گیری نے کہا۔ "تو بے ڈرامہ تم اس لیے اسٹج کر
رہے ہو کہ اپنے اذیت و سائب، مایوس اور ذہنی ذہنی کی تسکین کر سکو؟"
کالینبرگ کا رنگ بدل گیا۔ پھر سے مسکراہٹ اور نرمی کی نقاب اتری
اور اس کی جگہ سفاکی اور سنگ دلی نے لی۔

"میں تمہیں اپنی ملکیت میں چوری کرنے کی کوشش کا زور پکھاؤں گا۔"

وہ ذرا درگ کر اپنا عقد کٹرول کر کے کوشش کرتا رہا۔ پھر لگا۔ تم لوگوں
نے میرا میوزیم دیکھ لیا ہے۔ لہذا بہت مزوری ہو کہ تم میرے کوئی ذمہ نہ
واپس جاسکے۔

گیری کو یہ سوچ کر پسند آگیا کہ اس کا خیال صحیح نکلا۔ یہ شخص پہلے ہی
طہ پر غیر متوازن تھا۔ اس نے کہا:

• پہلے انگوٹھی کیوں دے رہے ہو؟ اپنے آدمیوں کو بلاتا رہیں وہ انگوٹھی
• انگوٹھی اس لیے دے رہا ہوں کہ اگر تم ان زولوں سے بچ کر نکل سکتے تو
اس کے سخت ہو گئے اور بخاری بھاگ دو کا مقرر میرے لیے بہت دیکھ بھاگ
اس نے منبر پر لگا ہوا ایک ٹن دیا اور دھار پر لگا ہوا ایک بڑا سا
نقشہ روشن ہو گیا۔ میں تم لوگوں کو بھاگنے کا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔
میں چاہتا ہوں کہ چوسے لودھی کی یہ دوڑ کئی دن تک جاری رہے۔ مجھے بہت
ملو سی ہوگی اگر تم لوگ چند گھنٹوں میں پکڑ لیے گئے۔ لہذا اس نقشے کو غصے
دیکھو۔ مشرق میں پہاڑ ہیں۔ میں اس راستے سے جانے کا مشہہ مندوں گا۔
کیونکہ یہ زولو اپنے اپنے اونچے پہاڑوں پر جلدوں کی طرح چڑھ جاتے ہیں۔
تم لوگ فوراً پکڑ لیے جاؤ گے۔ جنوبی راستہ بھی بند ہے۔ کیونکہ اس راستے پر
ایک دریا بہتا ہے جو خوشخوار مگر بھول اور مثال کے سب سے ڈھیریلے
سانپوں سے بھری ہے۔ علاوہ ازیں دریا کے دونوں طرف میلوں تک گری
دول بھری ہوئی ہے۔ شمالی راستہ البتہ آسان ہے۔ مگر بہت زولو ہوتے اس
علاقے میں موجود رہتے ہیں۔ تم اسی راستے سے آئے تھے سٹریٹنل! اور یہ
مجھے تھے تمہیں میرے آدمیوں نے نہ دیکھا ہوگا۔ مگر انھوں نے قدم قدم پر
تمہاری نگہبانی کی تھی۔ لہذا واپس پران کی نگاہوں سے نہ بچ سکو گے

لارائے بھی گیری کے پیچھے سے بھاگتا اور سہم کر ہٹ گئی۔ گیری نے صدمہ
خند کر دیا۔

”اب ہم کیا کریں گے گیری؟“
”ہم کین سے دل کر مشورہ کریں گے۔ پہلے میں شمال کی طرف جانا چاہتا تھا۔
کیوں کہ قیسماً وہیں ہمارا انتظار کرو رہا ہوگا۔ اس کے بغیر ہم راستہ نہیں پاسکیں
گے۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے فینل نے کہا: وہ ضرور ہیں باہر نکال دے گا کین
کہتا تھا اس کے دماغ میں کمپاس بنا ہوا ہے۔“
”کچھ پینا چاہیے، گیری نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لارائے انکار کر دیا۔ گیری
نے اپنے اور فینل کے لیے گلاس تیار کیے۔

”ہم کین کو لے کر سیدھے قیسمہ کے پاس جاؤں گے۔ فینل کینے لگا۔
”اس کے پاس کھانے کا کافی سامان اور پانی کی چھاگل ہے۔ رائفل بھی دیکھو۔
اگر ہمیں وہ گھنا جگل پار کرنا ہو تو ہر چیز کی ضرورت پڑے گی۔
لارائے نے میں رکھی ہوئی انگوٹھی کو غصہ سے دیکھ رہی تھی۔
”بستر چلاؤ تم اسے اپنی انگلی میں پھنسا لو، گیری نے اس کی طرف دیکھ کر
کہا: ڈبے میں وہ زیادہ محفوظ نہیں رہے گی۔“

”میں پہنوں گا۔“ فینل نے اٹھتے ہوئے کہا
”وہ پہنے گی۔“ گیری نے سخت لہجے میں کہا: ”میں اس پر بھروسہ کر سکتا ہوں
مگر تم پر ہرگز نہیں۔“

فینل نے اسے قرآن و تفسیر سے دیکھا۔ مگر گیری بھی اسے گھور رہا
تھا۔ لہذا وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا اب اس کینا کے

ساتھ اس سو کو بھی دیکھنا پڑے گا۔

لارا نے انگوٹھی کو الٹا پٹ کر دیکھا۔ پھر اپنی انگلی میں پھنسا چا۔ مگر وہ بہت ڈھیلی تھی۔ ارے میں تو بھول ہی گئی تھی کہ یہ مردوں کی انگلی کے لیے ہے۔ اس نے اپنے انگوٹھے میں ہن ل۔ اب نہیں گرے گی۔ اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

گیری نے گھری دیکھی۔ ”بچے تھے۔“

”بہتر ہو گا ہم لوگ تھوڑی دیر سولیں۔“ اس نے لارا سے کہا۔ پھر نہ جانے کب آرام ملے۔

لارا اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ گیری بھی فیمل سے کچھ کہے بغیر اپنے بیلڈوم کی طرف ٹڑ گیا۔

فیمل نے صوفے بڑا نیگیس پھیلا دیں۔ اسے تنید نہیں آرہی تھی۔ لارا کو دیکھنے ہی پرانی خواہش اور غصہ خود کرائے تھے۔ اس نے سوچا اب لارا سے پٹنے کے لیے شاید لندن تک جانا پڑے۔ کیوں کہ یہاں سے سڑاگی ہی اس انداز میں ہونے والی ہے کہ سارا راستہ جان لے کر بھاگنے میں گزرتا۔ پھر صبح کر اس کا دل دھڑکنے لگا کہ اسے ندو لوؤں کی دسترس سے بچنے کے لیے ادھر ادھر بھاگتے رہنا پڑے گا اور نہ جانے کب ان سڈلیوں سے چھٹکا راتے۔

جاو بچنے سے نسا دیر پہلے ڈھول پٹنے کی آواز سے لارا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ذرا دیر بیٹھی ڈھول کی مہیب آواز سُنتی رہی۔ اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ اود منہ خشک ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنا تھپا اٹھایا اور

دھر آئی۔

گیری اور فیل برآمدے کے دروازے پر کھڑے تھے۔
 ایک دیو قامت زولو برآمدے میں آیا اور انہیں اشارہ کیا۔
 ”چلو، گیری نے کہا اور دروازہ کھولا۔
 ڈھول کی آواز اور تیز ہو گئی۔ باہر لان پر کوئی تین تین نہ لایا ہوا تھا سب
 لے جتے کی کھالیں لپیٹ رکھی تھیں اور اپنے چہرے ہاتھوں میں لیے ڈھول
 کی آواز کے ساتھ آہستہ آہستہ تاج رہتے تھے۔
 دیو قامت زولو نے تینوں کی طرف دیکھ کر اپنا چہرہ ہلایا پھر وہ جگہ کی
 طرف اشارہ کیا۔
 دونوں مردوں نے اپنے پیچھے اپنے شائف سے ٹکائے اور لا را کہہ دیا
 میں پلٹے ہوئے باہر نکلے۔
 انہیں دیکھتے ہی جشیوں نے ایک زور کا نرہ لگایا۔ ڈھول کی آواز
 اب ان کے رقص کی رفتار اور تیز ہو گئی۔
 ان کی طرف دیکھے بغیر کانٹے قدموں سے تینوں آگے بڑھے اور
 باہر کا رخ کیا۔ ذرا دیر میں وہ لوگ محل سے باہر جگہ میں تھے۔
 ”کہیں کہاں ہے؟“ گیری نے پوچھا۔
 فیل نے چٹان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قریب جا کر زور سے چخا۔
 ”کیں! فوراً اپنے آؤ“ اور اپنی طلح سے اوپر بدھنی ڈالی۔ اوپر سے
 بھی ٹارچ چمکی اور کہیں کی آواز آئی۔ ”آ رہا ہوں“
 پھر منٹ بعد کہیں اُن سے آوا ”کیا انگوٹھی مل گئی۔ میں تو چیلنگٹر
 کی طرف جاتا پہلے تھا۔“
 ”جلی کا پشرا ب نہیں رہا۔ میں فوراً تمہارے پاس جا رہی ہوں۔“

راستے میں بتاؤں گا :- فیصل نے کہا ۔

دونوں ساتھ چلنے لگے ۔ گیری اور لارا ان کے پیچھے تھے ۔ فیصل نے کہیں کو

صورت حال سے آگاہی دی ۔

” ہمارے پاس رائلز کا ہونا بہت ضروری ہے ، جو تھیمبا کے پاس

بھڑدی گئی تھی ۔ رائلز سے ہم انہیں روک سکتے ہیں :- اس نے اضافہ کیا :-

گیری سوچ رہا تھا کون سا راستہ بہتر رہے گا ۔ اگر انہوں نے مغربی راستہ اختیار کیا ، جو کالینبرگ کے کہنے کے مطابق آسان تھا تو انہیں لوڈوں سے دوڑ لگانا پڑے گی اور زرد لو گھوڑے کی رفتار کا مقابلہ کرتے تھے تو ان کے ساتھ چیتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا ۔ مشرقی رخ بھی بے کار تھا کیونکہ ان میں سے کسی کو کوہ پیمائی کا تجربہ نہیں تھا ۔ شمالی راستہ بھی کالینبرگ کے کہنے کے مطابق زرد لو پہلے ہی سے موجود تھے اور گیری کو یقین تھا کالینبرگ اس سلسلے میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوگا ۔ لہذا اب صرف جنوبی راستہ رہ جاتا ہے ۔ دلدل ، پانی ، سانبوں اور مگر بھولوں سے بھرا ہوا ، جس کے متعلق شاید زرد لوڈوں کو خیال بھی نہ آئے کہ وہ یہ راستہ اختیار کریں گے ۔ شاید یہی راستہ نجات کا باعث

ہو ۔ !!!

چالیس منٹ کے بعد وہ لوگ اس جگہ پہنچے جہاں تھیمبا کو چھوڑا تھا ۔ تیز چلنے کی وجہ سے سب کی سانس بھول رہی تھی ۔

” شاید اس درخت کے پاس ہم نے اسے چھوڑا تھا :- کہیں نے اشارہ کیا ۔

” مگر وہ تو وہاں دکھائی نہیں دے رہا ہے :- فیصل نے حود سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

” تھیمبا ، کہیں نے آواز دی :- ” تھیمبا ۔

جواب میں ایسی خاموشی اور سناٹا طاری ہوا کہ سب کے سب ہرماں ایک
لنڈھی سی لہر دوڑ گئی۔ کہیں دھخت کی طرف دھٹا۔ سب نے اس کی تقلید
کی۔

دھخت کے نیچے پہنچ کر کہیں رک گیا۔ اس کو یقین تھا اسی دھخت کے
نیچے اس نے قیما کو پھٹا تھا۔ وہاں کڑاہی کا چھوٹا سا ڈھیر بھی دکھائی دیا
جو آگ جلانے کے لیے جمع کی گئیں تھیں۔ مگر ان کا سامان اور قیما کا کوئی پتہ
نہیں تھا۔

• مردود، ہمارا سامان لے کر فرار ہو گیا۔ فینل نے غرا کر کہا۔
• ہرگز نہیں۔ کہیں نے اس سے سر ہٹایا۔ • فرار اسے کچھ ہو گیا ہو؟
• وہ کیا ہے؟ • اچانک گہری نے اشارہ کیا۔

وہ سب قریب جا کر دیکھنے لگے۔
تازہ تازہ بنائی چوڑی تہمتی۔ کتے کے جلد پر قیما کا چھتے دار چھوٹا ایک
طرف لگا دیا گیا تھا تاکہ کسی کو اس کے دفون ہونے میں شبہ نہ رہے۔
• انہوں نے اسے مار ڈالا۔ کہیں بڑبڑایا۔ • اور کھالے کا سامان، ہلے اور
مانقل لے گئے۔

بہت دیر تک ایک تکلیف دہ خاموشی رہی۔ پھر گہری نے سکوت ٹٹا۔
• ٹھیک ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔ کہیں تمہیں فینل نے فرار کے ذریعے
کے متعلق بتایا ہو۔ میرا اعادہ ہو ہم جنہاں راستہ اختیار کریں۔ وہ لوگ ہمیں گئے
ہم مغرب کی طرف گئے ہیں۔ لہذا اس طرف آنے کا خیال نہ کریں گے۔ اس طرح ہم
ان کی دسترس سے دور رہ سکتے ہیں۔

• جانے دلیل کیسی ہو، اور مگر کچھ۔۔۔۔۔

پھر بھی وہی راستہ سب سے بہتر ہے۔ کیا تمہارے پاس کہاں ہے؟
 کہیں نے تھیلے سے قلعہ نکال کر اسے تمہا دیا۔

”میں نے راہ نمائی کی تو بہت لی ہو۔“ گہری بولا۔ ”تم چاہتے ہو میں آگے

چلوں یا تم چلو گے؟“

”تم ہی چلو۔“ کہیں نے گھنٹی سی سانس لی۔ ”میں نے تو ہمیشہ تمہارے ساتھ

سفر کیے ہیں۔“

”نہ ہم جنوب کی طرف چل رہے ہیں۔“ گہری نے قلعہ نکال کر نظر ڈال کر

ادھل پٹا۔ ”سب اس کے پیچھے تھے۔ سب خاموش تھے۔ تمہارے موت نے

انہیں بہت اس کو دبا تھا اور سر پر منڈلانے والا خطرہ اب بھی شدت سے

محسوس ہونے لگا تھا۔ اس وقت ہمارے چار کپاس منٹ ہوئے تھے۔ دو گھنٹے

بعد لوہا ان کے پیچھے چھوڑ دیے جا رہے تھے، سوچ کر وہ کی رقتار اور تیز ہو گئی۔

جس منٹ بعد گہری نے کہا اس دیکھ کر کہا: ”اب ہم جنگل میں داخل

ہونا پڑے گا۔“ اس نے خاردار جھاڑیوں اور گھنے درختوں کی طرف اشارہ کیا۔

”وہاں رقتار بہت کم ہو جائے گی۔“ فیمل نے کہا۔

”اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“

”اور خیال رہے،“ سانپوں کا مسکے ہوئے کہیں نے آہستہ سے کہا۔

گہری نے بار بار کاہلہ دہا کر مسکانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ”دنائیں

میں تمہارے ساتھ ہیں۔“

ادنیٰ لوہی گھاس اور گھنے درختوں کے درمیان انہوں نے آگے بڑھا شروع

کیا۔ ان کے سروں پر ننہدوں کے پھپھانے کا آواز آرہی تھیں۔

گہری بار بار کہا اس دیکھ دیا تھا۔ اس نے کالینبرگ کے کریمے میں فیکٹ لکھ دیا

ہنگوٹھو کے ٹیمپکار
 ۱۹۳۳
 تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ یہی اس کی نجات کا واحد راستہ ہے، کیونکہ
 وہ ایک ایسا پارک جھوٹا سا گاؤں تھا۔ اگر وہاں تک پہنچ سکے تو زونڈوں
 سے بچ سکیں گے۔

اس نے لارا کا ہاتھ دبایا اور آنکھوں آنکھوں میں خیریت پوچھی۔
 "میں ٹھیک ہوں۔" وہ بولی۔ "مگر کاش یہ معلوم ہوتا اس طرح کتنی
 دور چلنا پڑے گا۔"

"زیادہ نہیں صرف دس کلومیٹر ارد۔ میں نے نقشے میں دیکھا تھا یہی
 راستہ کالینبرگ کی حدود سے نکلنے کے لیے سب سے بھولہ ہے۔"
 فینل اپنے اہواز کے بوجھ سے لڑا کھڑا رہا تھا۔

"میں تھوڑی دیر لے جاؤں؟" کہیں نے ہم دزدی سے پوچھا۔
 "نہیں۔" فینل رک گیا۔ "اب میں اس بوجھ کو زیادہ دیر اٹھائے اٹھائے
 پھرنا نہیں چاہتا۔ یہ اذکار بہت قیمتی ہیں، ہوا کریں۔ اگر یہاں سے نکل گیا تو ایک
 نیا سیٹ خرید سکوں گا۔ اگر نہ لکھتا تو مجھے ان کی کیا حاجت۔ لہذا یہ جہنم میں جائیں
 یہ کہہ کر اس نے تھملا پوری قوت سے اٹھا کر دور پھینک دیا۔"

"میں اسے لے کر چل سکتا تھا۔" کہیں نے شکایت آئینہ میں کہا۔
 "میں سمجھتا ہوں۔ شکریہ۔" فینل اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "مگر اب
 میں اس سے بیزار ہو چکا تھا۔" اس نے اپنی رفتار تیز کر دی۔

تھوڑی دیر بعد دلدل شروع ہو گئی۔ پہلے پہلے صرف نرم زمین، پھر باقاعدہ کچھڑ
 میں مان کے پورے دھنسنے لگے اور ان کی رفتار کم ہوتی گئی۔

اب سوچ نکل آیا تھا اور گری شروع ہو گئی تھی۔ گیری کی پاس سے راہ
 کا یقین کر رہا تھا۔ کہیں کہیں انھیں نرم زمین سے بچ کر دوبارہ اپنی راہ پر آنے

کے لیے کافی چکر کاٹا بڑتا۔ وہ ٹھکنے لگے اور بتا رستے سے رست تر
ہوئی گئی۔

اچانک کین نے کہا "وہ دوا دے ہو گئے۔"

سب کی نظریں غر شوری طہ پر اپنی اپنی گھڑی پر پڑی اور غر شوری
طہ پر ان کے قدم تیز ہو گئے۔ مگر زیادہ دیر کے لیے نہیں، راستہ بے حد
دشوار گزار تھا۔

کین نے کہا بھے پانی نا بولو آرہی ہو۔ دوا قریب ہی ہونا چاہئے۔
دس منٹ بعد وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے جس کا پاٹ کوئی بین
میٹر چوڑا ہوگا۔ دولاں کناروں پر دور دور تک اونچی اونچی گھاس اگی
تھی اور کہیں کہیں درخت تھے۔
"اگر ہم پار ہو گئے تو محفوظ ہو جائیں گے۔ گہری نے کہا "مگر نہ جانے
کتنا گہرا ہو۔"

"میں دیکھتا ہوں کین اگے بڑھتا ہوا بولا "اے کتنا گہرا پانی ہے۔"
اس نے اپنے جوتے اور قمیص اتارے۔ پھر ایک بھلے ہوئے درخت کی شاخ
پکڑ کر پانی میں سیر رکھا۔ کافی گہرا معلوم ہوتا ہو۔ یہیں تیرنا پڑے گا؟
اس نے شاخ پھوڑ دی اور پانی میں تیرتے ہوئے اگے بڑھنے لگا۔
پھر نہ جانے کیسے تھا کہ کنارے پر کھڑے ہوئے غیوں کو اپنی آنکھوں
پر یقین نہ آیا۔ دوسرے کنارے اگی ہوئی گھاس جس ایک بھونچال
سا آیا اور ایک سبز رنگ کے درخت کا تنہ پانی میں کودا اور تیزی
سے کین کی طرف بھپٹا۔ ایک لمحے کے لیے کھلا ہوا دبانہ اور طوفان
دانت دکھائی دیے۔

کین نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور زور سے چپکا۔

پھر وہ اور مگرچہ پانی میں غائب ہو گئے۔ پانی میں تلاطم پیدا ہوا۔
راہر جھک مچ ہوا اور اس میں تیزی سے خون کی سرخی شامل ہو گئی۔

آخری تشکار

— — — — —

دوپہ کے قریب بارش ہوئی۔ درختوں سے آہستہ آہستہ بارش ہوجھ رہی تھی۔ انہوں نے سورج کو ڈھانک لیا تھا۔ جس میں اضافہ ہو گیا تھا۔
اچانک تیز بارش شروع ہو گئی۔ تینوں فحاشی دیو میں جھجک گئی۔ بارش کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

گری نے لاداکا کا ہاتھ پکڑا اور ایک گھنے درخت کے سایہ میں بھاگا۔ بغیر بھی ان سے آٹا۔ وہ درخت کے تہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور بارش کے پانی سے ٹپکتی ندی کو دیکھتے رہے۔

ان میں سے چار گھٹلے سے کسی نے ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔
کین کی اچانک اور عبرت ناک موت نے ان کے حواس گم کر دیے تھے۔ وہ سب کین کو اس تلیل عرصے میں پہنچ کر گئے تھے۔

لاداکا کی نگاہوں میں بار بار وہ منظر گھومنے لگتا تھا۔ کین کا خون نہ چھوڑا اس کی آخری پیچ جب مگرچہ نے اس کا ٹانگ پکڑ کر کھینچی تھی۔ اور مگرچہ کے گھٹلے ہوئے بھیانک دہانے کی ایک جھلک.....

اُس نے سوچا:

وہ کبھی نہ بھول سکے گی۔

گہری کو بھی شاک لگا تھا۔ مگر مافی طبع پر وہ لارا اور فینل سے زیادہ مضبوط تھا۔ اس نے کین کو مرتے دیکھا اور اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس کا فرض خود کو اور اپنے ساتھیوں کو بھانا تھا۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ زولووں کے ہاتھوں موت کا وہ بھیانک طریقہ جو کالینبرگ نے بتایا تھا..... اس نے سوچا یہ موت کین کی موت سے زیادہ تکلیف دہ ہوگی۔ لہذا اس نے لارا کا ہاتھ پکڑا اور اُسے کھینچتا ہوا چلنے لگا تھا۔ لارا لڑکھرائی ہوئی اور سسکیاں لیتی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ سب سے زیادہ اثر فینل پر ہوا تھا۔ وہ کین کو پسند کرنے لگا تھا۔ راستے میں جب ان کی گاڑی ہزاروں فٹ گہری وادی میں ٹھک رہی تھی، جس بھادی اچھ بھگری سے کین نے موت کا مقابلہ کیا تھا، اس نے فینل کے دل میں اس کی عزت بہت بڑھادی تھی وہ جانتا تھا وہ خود یہ سب کچھ نہ کر سکتا۔ اب کین کی موت نے اسے بدحواس کر دیا تھا۔ یہ کم بہت ایڈوڈ کیوں نہ اس کے بدلے مانا گیا، وہ بار بار سوچتا۔ اس نے گہری کی طرف دیکھا جو لارا کی کمر کے گرد لہو ڈالے بیٹھا تھا۔ اس کا پارا اور چڑھ گیا۔

گہری لارا سے کہہ رہا تھا۔

۔ بارش سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہمارے قدموں کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ اب وہ آسانی سے ہمیں ڈھونڈ سکیں گے۔

لارا نے اس نے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے۔ وہ ابھی تک کچھ کہنے کے قابل نہیں ہو سکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بارش کم ہونے لگی۔

۔ کس چلنے رہنا چاہیے۔ گہری نے اٹھتے ہوئے کہا۔ کیا ہم کسی طرح

ایک کشتی بنا سکتے ہیں : اس نے فینیل کو مخاطب کیا۔
 "میں نے اپنے انذار پھینک دیے ہیں : فینیل تلخ لہجے میں ہلایا
 "کشتی کا سہ سے بنے گی؟"

گیری نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر دوسری طرف دیکھا۔ کیا وہاں
 اور مگر کچھ بھی بیٹھے تھے ؟ کین کا انجام دیکھ کر اس نے سوچا یہ بہت
 بڑا رسک ہو گا اگر ترنہ کی کوشش کی جائے۔ بہتر ہو گا ہم دریا کے کنارے
 چلتے رہیں کہیں نہ کہیں ایسا خطہ ہو گا جہاں گھاس وغیرہ نہ اگی ہو اور
 مگر بچوں کے پھینکے لے جگ نہ ہو۔

اس نے کین کے ڈبے میں سے خشک گوشت کا ڈبہ نکالا اور لاوا
 کی طرف بڑھایا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے" وہ کھوکھلی آواز میں بولی۔

"نہیں کھانا پڑے گا" گیری نے احوال کیا۔

"نہیں مجھ سے ہند نہ کرے"

گیری نے اسے حذر سے دیکھا۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا اسٹیکس
 دھنس گئی تھیں۔ وہ گھبرا گیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" اس نے تشویش کن لہجے میں

کہا۔

"میرا سر درد کر رہا ہے۔ کھانے کے خیال سے تسلی ہوتی رہی؟"

کیا یہ شک کا اثر تھا یا وہ بیمار ہو رہی تھی۔ ایسے میں بیمار ہونا تابوت
 میں اٹھری کیل جوتی۔

گیری اور فینیل نے کھانا کھایا۔ پھر گیری لاوا کے قریب آ گیا اور اس کے شانہ

ہایا۔ اُس نے آنکھیں کھولیں۔ گہری اس کی دیران آنکھوں کو دیکھ کر چونک پڑا۔

۔ تمہیں کیا سہو ہوا؟ مجھے تشویش ہو رہی ہے ؟
 ۔ چلو ۔ فیصل نے پیچھے سے آواز دی ۔ اگر تمہیں نہیں جانا
 ہی تو میں آگے بڑھتا ہوں ؟
 گہری نے لارا کو سہارا دے کر اٹھایا ۔ وہ لڑکھاتی ہوئی چلنے
 لگی۔

۔ میری فکر نہ کرو ۔ وہ لہلہاتی صوفیہ سرور دیکھ اسے
 ڈال رہا ہے ۔

۔ خدا کے لیے تیرا چلو فیصل بے صبری سے لہلا ۔ کیا تمہیں
 جمل قوی کرنے نکلے ہو ؟

لارائے بہت کر کے رفتار تیزی کی ۔ مگر ایک اُدھ فراہم چلنے
 کے بعد پھر اس کی رفتار سست پڑ گئی ۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ
 غم میں پل رہی ہو ۔ گہری کی تشویش اُدھ بڑھ گئی۔

۔ تمہاری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے ؟

۔ میرا سر ۔۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے پھٹ جائے گا ؟

۔ خدا دیر آرام کر لیں ؟

۔ نہیں چلنے رہو ؟

زید فتن کو بیٹھ چلنے کے بعد وہ ایسی ہلکے جی کی گہری کو تلاش
 تھی۔ جہاں وہ باکے دونوں کناروں پر وہ وہ تک پہنچا تھا کہ کوئی
 ایسی جگہ نہ تھی جہاں گہریوں کے ہاتھ نہ ملنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔

انگوٹھی کے شکاں
۱۹۹
”ہم یہاں دیر پا کر رہیں گے۔ اس نے کہا۔ کیا تم نیرنگوگی؟“
”ہاں اگر تم ساتھ رہو۔“

فینل نے کنارے کھڑے ہو کر ادا حراد دیکھا۔ بھرگہری کھڑوت
مکرا۔

”کیا پہلے تم جاؤ گے؟“
”گھبراؤ نہیں۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں۔“ گہری نے تلخ لہجے میں کہا
اس نے لارا کو ایک درخت کے سمارے بٹھایا اور بولا: ”تم یہاں
بیٹھو۔ میں کوئی لکڑی تلاش کرتا ہوں، جس پر باندھ کر پہلا سامان
رے جایا جاسکے۔“

وہ جنگل میں چلا گیا۔
فینل لارا کے قریب آیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے
سوچا اس کی ساری دل کٹی ختم ہو چکی ہو۔
”کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ اس نے تھدی آواز میں پوچھا۔ کیا
تم بیمار ہو؟“

لارے نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھامتے ہوئے کہا: ”میرا سر
مجھ سے بات نہ کرو۔“

انگوٹھی کے ہیرے سوج کی روشنی میں چمکے۔
”بہتر ہو گا تم انگوٹھی مجھے دے دو۔ کہیں کھود جائے۔“
”نہیں۔“

گہری ایک بڑی سی شاخ گھسیٹتا ہوا آیا۔ فینل لارا کے پاس سے
بھاٹ گیا۔ پھر اس نے سامان شاخ سے باندھنے میں گہری کی مدد کی۔

لارا اور گیری پانی میں اترے۔ فینل کنارے پر کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ اسے توقع تھی کسی بھی لمحے کوئی مگرچہ منہ پھاڑے آئے گا اور انہیں نکل لے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ بخیریت دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ اس نے دیکھا کہ لارا دوسرے کنارے پر پہنچنے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

وہ بھی پانی میں اُترا اور پار ہو گیا۔

”کیا ہوا؟“ اس نے گیری کو پوچھا ”جو لارا پر ٹھکا ہوا تھا۔“

”بے ہوش ہو گئی ہے؟“ گیری نے اسے اٹھایا اور ایک درخت کے سارے میں لٹا دیا۔ جوتے اور تھیلے لاؤ“ اس نے فینل سے کہا۔ فینل نے تھیل کی میرا خیال ہے اسے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹا ہو؟“ فینل نے کہا۔

”بہتر ہوگا اٹلہ درڈ ہم لوگ چلتے رہیں۔ وہ کالے نہ جانے کب آئیں؟“

”کیس سے دو لکڑیاں اٹھا کر لاؤ۔ ہم اسے اٹھا کر لے چلیں گے؟“

”تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں اتنی گرمی میں اسے اٹھا کر

لے چلوں؟ تم ہی لے جاؤ اگر تمہیں اس سے اتنی محنت ہے؟“

”تو کیا اسے یہیں چھوڑ جاؤں؟“ گیری نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیوں نہیں۔ آخر یہ کتیا ہماری کون لگتی ہے؟ کہ ہم اس کے لیے اپنا

دنت ضائع کریں؟“

”تم دفع ہو جاؤ؟“ گیری کھڑا ہو گیا۔ ”میں یہیں ٹھیر دوں گا۔“

فینل نے اسے غصے سے دیکھا اور آہستہ سے لپٹا۔ ”جے انگوٹھی اور

کیا سن رہا ہے؟“

”کچھ نہیں ملے گا۔ چلے جاؤ یہاں سے سو

فینل اپنی جہالت کے برخلاف تیزی سے حرکت کر سکتا تھا۔ وہ

گیری پر چھپٹا۔ مگر گیری کو اسی کی توقع تھی وہ تیار تھا۔ اس نے فینیل کا دار خالی دے کر اس کے منہ پر ایک زوردار گھونسہ رسید کیا۔ فینیل چاروں شانے چت گرا۔

• نکل جاؤ • گیری پٹایا۔

فینیل کا دار بنا ہوا تھا ایک بڑے سے پتھر پر بٹھا تھا۔ اس نے پٹے ہی لیے اسے اٹھا کر گیری کی طرف اُچھال دیا۔ پتھر گیری کے سر میں لگا اور وہ لیزر آواز نکالے گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

اپنے دکتے ہوئے جوتے کو سلاتا ہوا فینیل اٹھا۔ پہلے اس نے اطمینان کر لیا کہ گیری بچ بچ بے ہوش ہے۔ پھر اس کی جیب سے کمپاس نکالا اور لٹھا کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ سے انگوٹھی گھنٹی۔ لارے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھ کر بائیں ہاتھ سے پتھر مارا۔ مگر وہ اتنا کمزور تھا کہ فینیل نے محسوس تک نہ کیا۔ وہ خوشنودار انداز میں سکھار رہا تھا۔

• الوداع ہے ہاں! مجھے یقین ہے تم دونوں یہاں بیٹھتے پھر دو گے اور کبھی نکل نہ سکو گے • وہ اُسپر چھپکتا ہوا بولا: • اگر تم مجھ سے اتنا سادہ کر رہیں تو میں بھی تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا.... میں انگوٹھی اور کمپاس لیے جا رہا ہوں۔ اگر تمہیں زور نہیں پکڑتے تو گورہ بھاڑ کھاؤں گے • اس نے کھانے کا تھیلا اور پانی کی چھانگل اٹھائی اور کمپاس دیکھتا ہوا تیزی سے جگہ میں گم ہو گیا۔

— (۲۱) —

گیری کے چہرے پر سے ایک سایہ گزرا، پھر دوسرا۔ اس نے لمبی آنکھیں کھولیں اور ادراہ دیکھا۔ وہ فتن کی سب سے اونچی خانہ پر

مگھوٹھ کے ٹھیکار

۲۰۲

دو گدہ بیٹھے تھے۔ شاخ ان کے بوجھ سے بھکی جا رہی تھی۔ ان کی گئی گردنیں، لمبی لمبی چونچیں ادا ٹھکے ہوئے شانے دیکھ کر گیری کے جسم میں سرد سی لرزہ لگئی۔ اس نے کروٹ لی اور اس کا زہن آہستہ آہستہ صاف ہونے لگا۔ اس نے اپنی جیب مٹولی اور کہاں کو غائب پایا۔ وہ اٹھ کر لاما کے قریب آیا۔ وہ باتو پے عیوش تھی یا سودھی تھی۔ اس کا چہرہ تھمارا تھا اور پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔ اس کے ہاتھ سے انگوٹھی غائب تھی۔ گیری نے سوچنا شروع کیا۔ ابھی تقریباً پندرہ کلومیٹر اور جنگل تھا جس کے بعد وہ کالینرگ کی حدود سے باہر ہوتا۔ اس نے دیکھا کہ سامان میں سے کھانے کا تھیلا اور پانی بھی غائب تھے۔ لہجہ کھانے اور پانی کے وہ زیادہ دیر نہیں چل سکیں گے۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ لڑکوں لوگشوں سے ان کی تلاش میں تھے۔ اگر بارش نے ان کے قدموں کے نشانات نہیں مٹائے ہوں گے تو زولو کسی دنت بھی آسکتے تھے۔

اگر وہ تنہا ہوتا تو اسی وقت فیصل کی تلاش میں جا سکتا تھا۔ مگر لاما کو نہ لے جا یا جا سکتا تھا۔ نہ وہ چھوٹا جاتا تھا۔

وہ رانے آنکھیں کھولیں۔ اسے بہت تیز بیمار تھا۔ گیری نے سوچا شاید فیصل کا خیال صحیح تھا۔ اسے ضرور کسی زہریلے جانور نے کھایا ہوگا۔
 ”وہ انگوٹھی لے گیا لاما آہستہ سے بولی۔

”بھلا نہ کہہ“ گیری نے اس کا ہتھ بڑا ہاتھ تھامے ہوئے کہا۔

ادھر انگوٹھیوں میں کڑا کڑا ہتھ بڑا ہتھ۔ ایک گدہ ادھر سے نکلی شاخ پر آگیا تھا۔ گدہ نے ہر پھیلائے، گردن بھی کہے ان کا طنز دیکھ رہا تھا گیری۔
 ”خدا کی قسم“ سے مارا۔ وہ ہر پھیلائے ہوا لگا۔

دنگو شیو کے شکار

۲۰۳

”وہ جاسٹس میں مری ہوں“ لارا کزد آٹھ ذریعہ بول: گیری مجھے
بہت ڈنگ رہا ہو۔

”گہرا ڈنیں“ گیری پیار سے بولا: ”یہ کسی پھرہا کتھی کے کاٹنے کا اثر ہے۔
نہ ایک آدھ دن میں ٹھیک ہو جاؤ گی۔“

”نہیں گیری، کون چیز مجھے آہستہ آہستہ مارے ڈال رہا ہے۔ میرے
پٹھنڈے ہو رہے ہیں اور بقیہ جسم جل رہا ہے۔“
گیری نے اس کے پر پھوٹے۔ ”ہج ہج برن کی طرح ٹھنڈے تھے۔“
”تم بچے جاؤ۔ اگر انہوں نے نہیں پکڑ لیا۔۔۔۔۔ اس نے آنکھیں بند
کر لیں۔“

”وہ ہج ہج مری ہے، گیری نے سوچا اور یہ سوچ کر نہ ہو سکا
ہو گیا۔ اگر وہ ساتھ چلی تو گیری جیل ہار کرنے کی تہمت کو سکتا تھا۔ مگر
اس کے بیز ایکلا سفر شاید اس سے نہ ہو۔“

”کیا تم خواہنا مان رکھتے ہو؟“ تھوڑی دیر بعد لارا نے پوچھا۔
”کہیں کہیں۔“

”ہج ہج پھر لہو مارے لیے صبح وقت بھی پورا بیان لانے کا۔“

”شاید۔۔۔۔۔ مگر تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ فکر نہ کرو۔“

ادھر پھر آٹھ بھڑی۔ دونوں گروہ دوبارہ آکر بیٹھ گئے۔

”کیا تم ہج ہج میرے ساتھ رہو گے؟“ لارا نے اس کا ہاتھ تھامتے
ہوئے کہا۔

”ہاں ڈنگ! میں یہیں ٹھہروں گا۔“

”خیر، گیری نے دیکھی بہت دیر سے تھی۔“

انگوٹھوں کے منکس

۲۶۷

نہیں روکوں گی۔ اس نے اوپر دیکھا جہاں گودہ بیٹھے تھے۔ ایک
دودھ کرو گے؟

کیا؟

تم مجھے دھن نہ کر سکو گے۔ مجھے وہ بائیں ڈال دینا۔ مگر مجھے بہتر
دیں گے، ان سے و اس نے بھر اوپر دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔
اب تم آرام کرو کل تک بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی؟
دودھ کر دے گی؟

اچھا دودھ۔ مگر.... گیری نے کہنا چاہا۔ مگر لانا نے اس کی بات
کاٹ دی۔

تم ٹھیک کہتے تھے۔ روپیہ ہی سب کچھ نہیں۔ اگر میں دولت کی
دلیوان نہ ہوتی تو یہ حسرت ناک موت نہ مرتی۔ گیری ہاتھ مارے پاس ایک
کاغذ لے قلم ہولا۔ میں وصیت کرنا چاہتی ہوں و
کیوں اتنی مالوسی کی باتیں کر رہی ہو؟

وہ راک کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ گیری پلیئر! تم نہیں جانتے مجھے
بات کرنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے وصیت کرنے دو؟
گیری نے اپنے تپیلے میں سے ایک نوٹ بک اور قلم نکالا۔

مجھے اپنے ہاتھ سے کھنڈ پڑے گا۔ سوئس بینک کا بنجر میری طرز قرار
ہو گا۔ مجھے اٹھا کر بیٹھاؤ گیری؟

گھسی نے اسے اٹھایا۔ وہ دودھ سے کراہی۔ پھر آہستہ آہستہ لکھنے لگی بہت
دیر تک تھکتی رہی۔

میں نے اسے دیکھا کہ کبھی وہ تمھارا ہی گیری۔ سوئس بینک میں میرا ایک

کہ ڈالر سے زیادہ مچا ہو۔ وہاں کے ڈاکٹر کٹر سے جا کر ملنا۔ اور یہ خط دینا۔ تمہیں پوری رقم مل جائے گی۔ اسے بتا دینا مجھے کیا ہوا تھا اور کالیبرگ کے مذہب کے متعلق بھی بتا دینا۔ وہ انٹرپول سے رابطہ قائم کرگیا۔ "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب تم آرام کرو" گیری نے اسے لٹاتے ہوئے کہا۔ بین گھنٹے کے بعد جب صبح ڈوب رہا تھا، لاوا خاموشی سے موت کی نیند سو گئی۔ اسے اسٹرنک اچانک نہ ہوا کہ اس کی جان بڑھیا انگلی لیل تھی۔ جیسے پہلے وقت اس کی خراشیں ہیں اسے محسوس نہ ہوئی تھی۔

— (۱۳) —

فینل دو گھنٹے سے چل رہا تھا۔ بار بار اسے دھلے سے بچنے کے لیے لہا چکر کاٹنا پڑنا تھا۔ ایک جگہ وہ گھٹنوں تک کچڑ میں دھس گیا تھا اور بڑی شکل سے نکل سکا تھا۔ جھٹل کا ہیبت ناک ماحول اسے بے قرار تھا۔ مگر، صبح صبح کر خود کو نسلی دے رہا تھا کہ اسے زیادہ دور نہیں چلنا

۶۔

وہ صبح رہا تھا کس طرح انگوٹھی لے جا کر شاک کو دے گا۔ مگر صحت لاہور ڈاکٹر کے عوص نہیں! وہ اس سے چاروں کا حصہ دھل کرے گا۔ چھتیس ہزار ڈالر! اس روپے سے پہلے وہ دم جائے گا۔ پھر اٹلی۔ اس تھا کہ اپنے مالے سفر کے بعد اسے آرام کی سخت ضرورت ہوگی

بھرات اپنے ساتھیوں کا خیال آیا۔ اگر کہیں ہوتا تو یہ سفر کافی آسان ہو جاتا اور وہ کہتا: وہ تو اسی کی سخت تھی۔

مات ہونے لگی تو اس نے سوچا کہیں آرام کرنا چاہیے۔ ایک جگہ

کے بچے اس نے زمین صاف کی اور لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کی۔ پھر
دھت کے تنے سے ٹک کر کھانے کا سامان نکالا۔ خشک گوشت اور اسٹیک
کے چور ڈبے تھے جو اس کے موجودہ سفر کے لیے کافی تھے۔ اس نے مٹلٹن بلنڈ
میں سر بلایا اور کھانے لگا۔

کھانے کے بعد لیٹ کر سگریٹ بجائی۔ اب خاصا اندھیرا ہو چکا تھا۔
جنگل جانوروں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ اس نے آگ میں مزید لکڑیاں
ڈالیں اور پھر لیٹ گیا۔ اس شہر میں نیند شاید ہی آئے اس نے سوچا۔
اچانک جانوروں کا شور ادا تیز ہو گیا۔ فیل گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور چاروں
طرف اندھیرے میں گھومنے لگا۔

کہاں زولوف نے آگ دیکھ کر اس کا ہتھ تو نہیں لگایا۔
"ہیٹ کے نچلے حصے میں ایک تیز اور توکیلی سلاح گھونپ لگا جاتی
ہے۔۔۔۔۔" کالینبرگ نے کہا تھا۔

وہ پسینے پسینے ہو گیا۔

اس نے آگ بجلا کر غلطی کی تھی۔ یہ تو بہت دور سے اس کا ہتھ بتا
گی۔ اس نے فوراً ایک لکڑی اٹھائی اور آگ کو منتشر کر کے بجھانے لگا۔
چروں سے سل سل کر باریک باریک جھٹکاراں نکلیا دیں۔ مگر
اب ایسا گرا اندھیرا سمجھا گیا کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ ٹوٹا ہوا دھت
سے ٹک کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بھاڑ بھاڑ کر دیکھنے لگا۔ مگر کب دکھائی
نہیں دے رہا تھا۔ اسے لگا کہ اندھا ہو گیا ہے۔ اس کا خون ادا بڑھ گیا۔
نقرہ ہا ایک گھنٹے تک اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعد خود گی طاری ہونے
اور وہ سو گیا۔

انگوٹھی کے نشکے

۲۰۷
 نہ جانے کتنی دیر سویا ہوگا کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کی
 چٹھی جس پر خطرے کو سونگھنے کے لیے بہت تیز تھی، کمر ہی تھی کہ وہ تنہا نہیں
 رہی۔ اس نے ٹٹل کر وہ لکڑی اٹھائی جس سے آگ بجھائی تھی اور اسے دھک
 دینے لگا۔

اس سے کوئی پانچ میٹر کے فاصلے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی۔ گو پا کوئی دے
 پاؤں چل رہا ہو۔ فیل نے تیز روشنی والی ٹارچ اٹھائی اور آواز کی طرف
 رعب کرنے اس کا بھی دبا یا۔ تیز روشنی اس جانور پر پڑی جو سامنے بیٹھا تھا۔
 روشنی دیکھتے ہی وہ اچھلا اور درختوں کے پیچے گم ہو گیا۔ مگر ایک ہی جھلک
 میں فیل نے دیکھ لیا کہ وہ ایک بڑا سا تیندوا تھا۔
 وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پہلے ہی اس سے کیا کہا

تھا:

"میں تمام جانوروں میں صرف تیندوے سے ڈرتا ہوں۔ وہ بہت
 خوفناک ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس کے دانت تمام جانوروں
 میں سب سے زیادہ تیز اور مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دانتوں سے
 ایک میل کی پٹی اس طرح پھاڑتا ہے جیسے ہم نرم پھل کھاتے ہیں۔ وہ
 خطرناک ہونے کے ساتھ بزدل بھی ہوتا ہے۔ ہمیشہ رات کو نکلتا ہے۔ میلوں
 دور اپنے شکار کی بوسونگھ کر چلا جاتا ہے۔ اپنے شکار پر بے خبری میں مار کرنے
 کے لیے وہ بے انتہا صبر سے انتظار کر سکتا ہے؟

فیل نے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ ایک
 لمحے کے لیے تیندوے کی جھلک دکھائی دی پھر وہ خائب ہو گیا۔
 "اپنے شکار پر بے خبری میں مار کرنے کے لیے وہ بے انتہا صبر سے

انتظار کر سکتا ہے.....“

فینل نے سوچا اب سونا نامکن ہی۔ اس نے وقت دیکھا۔ تین بجے تھے۔ ایک گھنٹے بعد صبح کے آثار نظر آئیں گے تو وہ اپنا سفر شروع کر دے گا اس نے ٹارچ بجھا دی اور درخت سے ٹک کر بیٹھ گیا۔

کبیں دور سے ایک غزالی ہوئی، ہسٹریائی ہنسی کی آواز آئی۔ فینل کا خون سمجھ ہونے لگا... وہ خون ناک آواز پھر آئی۔ بھوکے تیندوے کی چیخ ا! ا!

فینل نے سوچا کاش کین اس وقت ہوتا۔ کاش گیری ہی ہوتا۔... وہ اسی اندھیرے میں آہٹ پر کان لگائے بیٹھا رہا۔ کبیں وحشی جانور نہ کھولے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ نہ رہا ہو۔

وہ بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم درد کرنے لگا اور دماغ خوف سے سن ہو گیا۔ جب بھی وہ ذرا اونگھتا تیندوے کی غزالی بھی کھڑے اسے جگادیتی اور وہ اچھل پڑتا۔ کاش اس کے پاس رائفل ہوتی۔ بابیک چاہتو ہی ہوتا۔ مگر صرف ایک لکڑی تھی جو اس کے پیادے کے لیے ناکافی تھی اگر تیندو حملہ کرنا۔

آخر صبح ہونے لگی اور اس نے اطمینان کی سانس لی۔ مگر وہ تھک کر چہرہ ہو چکا تھا۔ اس کے اعضاء نل ہو گئے تھے۔ اور آرام کرنے کی نیت سے خواہش ہو رہی تھی۔... بڑی مشکل سے وہ اٹھا اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ تیندو اس پاس نہیں ہی، تھیلہ اٹھا کر چل پڑا۔ مگر اس کی رفتار سست تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا اور کتنا فاصلہ طے کرنا ہی۔ جنگل آج بھی اتنا ہی گھنا اور لا طائل نظر آ رہا تھا جتنا کل۔ وہ دو گھنٹے تک

چلتا رہا۔ ہر ایک ہلکے بچہ کو کچھ کھایا، ہالہ پیا اور ایک سگریٹ بجائی۔ اس کا بھی پتہ
 رہا تھا وہی لیٹ جئے۔ مگر اسے احساس تھا کہ دت ضائع ہو رہا تھا لہذا بہت
 کر کے اٹھا اور پھر چلنے لگا۔ کوئی ہانچ کو میسر چلنے کے بعد اس نے کہا اس دیکھا اور یہ
 معلوم کر کے جھٹکا گیا کہ پچائے خوب میں جانے کے وہ جنوب مغرب کی طرف جا رہا تھا۔
 اسے اس سڑک کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔

خود کو منت مانت کرتے ہوئے اس نے روش پھوڑ دی اور بھاڑیوں اور
 گھاس میں چلنے لگا۔ اسے خیال آیا سانپ بھی جو کتے ہیں۔ لہذا وہ ہر قدم پر کڑی
 سے گھاس بٹا بٹا کر آگے بڑھنے لگا۔

اب سوچ سر پہاڑ رہا تھا اور تپش بڑھنے لگی تھی۔ اس کے جسم سے پسینہ
 ٹپک رہا تھا اور رت تار بے حد سست ہو گئی تھی۔ وہ لمبدا آواز میں گالیاں دیکتا
 جو اچل رہا تھا۔ اچانک اسے سامنے چٹیل میدان دکھائی دیا۔ اس نے
 اطمینان کی سانس لی اور تیزی سے دوڑا۔ مگر پہلے ہی قدم پر اس کے پیر کچھڑی
 پھنس گئے۔ جیسے وہ صاف میدان سمجھا تھا وہ گہری دلدل تھی۔ اسے واپس ہٹا دیا
 میں آنا پڑا اور دلدل کے کنارے کنارے لمبا چکر کاٹنا پڑا۔

تھکان سے حمد ہو کر اب اسے محسوس ہونے لگا تھا گویا وہ کبھی اس جگہ سے
 نہیں نکل سکے گا۔ اسے آرام کی شدت سے ضرورت تھی۔ اگر وہ چند گھنٹے سوکا
 تو تھکائی پھر سے عود کر آئے گی۔ مگر سونے میں خطرہ تھا۔ اس نے سوچا یہ جگہ
 تو لینا ہی پڑے گا اگر فوت برقرار رکھنی ہی۔ یوں ہی نیمبدا صرف سات کے وقت
 حلا کرتا رہی۔ ہو سکتا ہی اب وہ سیلوں و دور رہ گیا ہو۔

فیل نے ایک لوٹے ہوئے درخت کا تنہ تلاش کیا۔ اس پہا پنا تھا اس لیے
 کٹھا اور لیٹ گیا۔ فدا ہی اسے نیند آ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ خوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے زمین کو بھی دھ

اللہ سے اس جگہ کا پتہ لگا یا جہاں فیمل سوتا تھا۔ وہ وہاں سے بھولا تھا
اور اب بھوک سے پاگل ہو رہا تھا۔ پھر بھی اس کی لٹری بزدلی اجازت نہ دیتی
تھی کہ بہتر طریقہ پر ہوئے فیمل پر حملہ کرے۔ اس نے کچھ دور بیٹھ کر اپنے اگلے
پیر پھیلائے اور اللہ پر تھوٹتی رکھ کر چمکی آنکھوں سے سوئے ہوئے آدمی کو گھونٹ لگا
فیمل اتنا تھا ہوا تھا کہ مردوں کی طرح بے حس و حرکت سوتا تھا۔

اُسے گھنٹے تک دیکھتے رہنے کے بعد بندھے کو اٹھانے لگا کہ فیمل
گہری نیند میں ہے وہ آہستہ سے اٹھا اور اچھل کر حملہ کیا۔

فیمل کو ایسے شدید درد نے بجایا کہ آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی وہ چیخ رہا تھا۔
اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر وہ اسے بارے پھر گر پڑا۔ اپنے سر پر وہ ہتھڑا رہا
وہ زور سے چلانے لگا۔ درد کی لہری اس کے پیر سے نکل کر پورے جسم کو ترپا رہی تھی
اس نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا۔ جس جگہ اس کی راہیں بنٹی تھی وہاں اب خون
کی دھاریں بہ رہی تھیں اللہ پکا ہوا گوشت اور لٹ لٹا ہوا لہجہ ٹک رہے تھے۔
کوئی دس میٹر کی دوری پر بیٹھا ہوا تینٹا بے صبری سے گوشت پر نہ ہلا رہا تھا۔
فیمل نے سوچا اگر جلد ہی خون بند نہ کیا گیا تو وہ مر جائے گا۔ اس نے اپنی
رہی کسی قوت جمع کی اور زور سے چنچا۔ "اللہ"

اس کی آواز جمل میں گونج کر رہ گئی۔ اس نے پھر چلانے کی کوشش کی مگر منہ
سے آواز نہ نکل سکی۔ خون خالی ہونے سے اس پر خشی طاری ہونے لگی تھی۔ وہ
جھپ جھپ پڑا رہا۔ اس کے منہ سے آہستہ آہستہ کراہنے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔
پھر اس نے دیکھا اور پرگودہ منڈا رہے تھے۔ ایک ایک کر کے وہ قریب کے درخت
پر پہنچے اللہ سے تھمتس لگا ہوں سے دیکھنے لگے۔

اس نے تین دوے کو نہیں دیکھا جو پیراس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے صرف جاننے کے چھپنے کا احساس ہوا اور وہ کی آخری لہر اس وقت پیدا ہوئی جب وہ گڑے نے اپنے تیزدانتوں سے اس کا پیٹ بھاڑ کر آنتیں کھینچ لیں۔

— (۴۳) —

تنگھا، ایک مفلوجہ زوالہ تھا جو کسی زمانے میں کالینبرگ کی اسٹیٹ میں ملازم تھا۔ مگر وہیں سے بدسلوکی کرنے کے الزام میں نکال دیا گیا تھا۔ اب وہ اپنی زندگی کے لیے مگرچہ مارکران کی کھالیں سینڈنارمن کے ہاتھ بیجا کرتا تھا۔ کالینبرگ کے دوسرے ملازم اس کے دست لگے۔ اس لیے وہ اسے کالینبرگ کی حدود میں شکار کرنے سے نہیں روکتے تھے۔

اس وقت بھی وہ دنیا کی طرف جا رہا تھا کہ اس نے فیصل کی حد کے لیے پکار مانی۔ وہ تھوڑی دیر چھاڑیوں میں چھپا آہٹ لیتا رہا پھر آہستہ سے آواز کی طرف بڑھا۔ آخر کار فیصل کی بجگہ لاش اسے دکھائی دی۔

— (۴۵) —

گہری دنیا کے کنارے چل رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لنگر کہاں کے جنگل میں گھنٹا موت کو دعوت دینا ہے۔ اس نے نقشے میں دیکھا تھا کہ جہاں کالینبرگ کی حد ختم ہوتی تھی اس سے بیس کلومیٹر بعد دنیا کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ گو دنیا کے کنارے چلنے سے اسے دگنا فاصلہ طے کرنا پڑتا۔ مگر جنگل میں بھٹکتے رہنے سے یہ ہنر تھا۔ حالانکہ اس میں مگرچہوں کا شکار ہونے کا اندیشہ تھا اور وہ زدنوں کی نگاہوں میں بھی آنے کا خطرہ تھا۔

پھر بھی اس نے ہی بستر سمجھا۔

وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اب ذہنی حالت بھی متاثر ہونے لگی تھی۔ اس نے

انگوٹھی کی شے کار

۲۱۳

لدا کی لاشیں ہانی میں لال دی تھی۔ اور اسے اندھیرے میں گم ہوتا دیکھتا رہا تھا۔
پھر رات بھر وہ راتوں میں آتی رہی اور وہ گلاہ سے دھوسکا تھا۔ اب وہ چار
گھنٹوں سے چل رہا تھا۔ بھوکا اور پیاسا۔ بار بار وہ دریا کے پانی سے ہلکے
ہونٹ نہ مارتا، گھاس سے پینے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ نہ جانے اس میں کیسے کیسے
ہوا ختم ہوں۔

اسے فضل کا خیال آیا۔ نہ جانے وہ کہاں تک پہنچا ہوگا۔ اب تک میں دھاتو
پہنچ ہی گیا ہوں گا۔ وہاں سے وہ سیدھا بھولہ برگ جائے گا اور وہاں سے لندن
شالک کو انگوٹھی دے کر اپنا حصہ لے گا اور غائب ہو جائے گا۔ گہری لے سوچا
ایک بار شالک کو انگوٹھی مل جائے تو شاید وہ گہری کو اس کا حصہ نہ دے۔ گہری
اب پردہ نہیں تھی۔ اس کے پاس لاکھوں روپے تھے۔ اس روپے سے وہ انگوٹھی
انجینئر بن سکتا تھا۔

مگر پہلے لندن پہنچنا ضروری تھا۔

دوپہر میں اس نے ایک گھنٹہ آرام کیا اور پھر چل پڑا۔ اس نے اب تک
پچیس کلومیٹر طے کیے تھے اور تقریباً تیس کلومیٹر اور چلنا تھا۔ بھوک اور پیاس
نے بہت بے تاب کر رکھا تھا اور اس سے بھی شبہہ ہونے لگا تھا کہ شاید وہ
متزل معصود تک نہ پہنچ پائے۔

رات کے وقت وہ دریا سے ہٹ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے
سویا۔ رات بھر وہ خوں گزری۔ صبح اٹھا کر اس نے دریا کا گدلا پانی اپنے
چہرے پر گھرا، ہونٹ تر کئے اور سفر شروع کر دیا۔

اچانک اسے دریا کے ایک موڑ پر کوئی چیز دکھائی دی۔ وہ ایک
کھنڈ کا کسی درخت کا ٹوٹا ہوا تنہ۔ اپنی بھوک پیاس بھول کر وہ دھڑکنے

لگا۔ تڑپک آنے پر معلوم ہوا کہ پچ پچ ایک جھوٹی سی کشتی تھی۔۔۔۔۔
مگر قریب پہنچ کر اس کے قدم لگ گئے۔

کشتی میں ایک ندو مردہ پڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں دو پھل تھے۔
جو کہیں اور فینل کھتے تھے۔ اور پانی کی جھاگل۔۔۔۔۔

اند مردہ ندو کی ایک انگلی میں ایک انگوٹھی کے میرے جکڑے
تھے ۱۱

—X—X—X—

جیسے وہ لندن کے ہوائی اڈے سے باہر آیا۔ گیری نے ایک بوتل سے
ٹوٹی کے نمبر لٹا لیں کیے۔ اس وقت صبح کے ساڑھے دس بجے تھے اور اے معلوم
تھا کہ سبھی تھکی۔

ہفت دیر تک کشتی پہنچنے کے بعد ٹوٹی کی بھرائی ہوئی آٹا لٹائی۔ بس
دباؤٹ باہر گئی ہوئی ہیں؟

گیری سمجھ گیا اب وہ دیکھو کہ دے گی۔ لہذا وہ نعد سے پتہ لیا: ٹوٹی
ہے میں ہوں؟

دوسری طرف سے ہجرت کا کمرہ سنائی دیا۔ بھر ٹوٹی کی سرت بھری
تھی: گیری! کیا پچ تم ہو؟

• ہاں ڈارلنگ! میں جو ہلنسبرگ سے واپس آ گیا ہوں؟
• اور تم مجھے فون کر رہے ہو۔ گویا وہ لڑکا اتنی دور مار ثابت نہیں ہوئی؟

• اس کی بات ذکر۔ گیری کی آواز جیسی پڑ گئی: دیکھو ٹوٹی! میں کل
سولہ لاکھ مار پا ہوں احقرم بھی میرے ساتھ چلو گی؟

• چلوں گی اور ضرور چلوں گی۔ اگر تم چاہتے ہو۔ مگر کتنے دنوں کے لیے؟

ہنگوٹھ کے شیشے

۲۱۴

• ایک یادوں کے لیے۔ بہرہ دہنیں جاتیں گے، مدد ختموں کے لیے؟
• مدد ختمے؟ نہیں ڈارنگ۔ تین چاروں کے لیے چل سکتی ہیں۔ مگر مدد
ختمے کے لیے نہیں۔ بے کام کرتا ہوں؟

• یہ ہیں کام نہیں کرتے؟ گہری نے کہا۔
• دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ گہری نے نصیحت کیا کہ اپنے مختصر زین
لباس میں اپنے بستر پر مدد ختمیں، ہانپ رہی ہوگی۔ وہ مسکرایا۔

• کیا کہا تم نے؟ یہ ہیں کام نہیں کرتے؟

• شوہر ہی کتا ہے؟

• مگر میری شادی نہیں ہوئی گہری؟

• بہت جلد ہو جائے گی۔ میں درگٹھے میں آ رہا ہوں؟ گہری نے مسئلہ

حکلی کر دیا۔

اس نے ٹیکسی کی ادھ مائل ٹانہ ہوٹل پہنچا۔ اپنا سامان نیچے پھوڑ کر
اس نے لپٹے ٹوٹے کا شاگ سے مائل قائم کر دے۔ فواد نے لپٹا دیا۔ جانے
کے لیے کہا گیا۔

گہری نے دستک دی ادھ اندر داخل ہوا۔ باہر کے کمرے میں ایک
ٹکی ٹیچن ٹاپ کر رہی تھی۔ گہری نے اپنی دھن میں، بھی محسوس نہ کیا کہ یہ
ٹکی ٹیچن ناہرے کے پیچھے گئی اور تھی۔

گہری کو دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی۔

• سٹریٹوڈ؟

• جی ہاں۔

سٹریٹوڈ آپ کے مختصر ہیں۔ انڈیا ٹریڈ نے جانچا؟ اس نے نصیحت

کھلا اور لگ ہٹ گیا۔

شاگ اپنی کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ اس کے دونوں موٹے موٹے ہاتھ جالاب پر رکھے تھے۔

”گڈ مرننگ سٹرائپر! کیا تم انگلی لے کر آئے ہو؟“
 ”ہاں۔ میری نے بیٹھے ہوئے کہا اور منہ سے شاگ کا منہ ٹکے گا۔
 ”بہت خوب۔ میری طرف سے مبارکباد۔ تمہارے تینوں ساتھی بھی آتے
 ہوں گے؟“

”نہیں۔ وہ نہیں آئیں گے۔“

”کیوں۔ کیا انہیں اپنی فیس نہیں چاہیے؟“

”نہیں۔“

”کیوں سٹرائپر دروڑ؟“

”کیوں کہ وہ مر چکے ہیں؟“

شاگ چونک پڑا۔ کیا کہا۔ کیا مس ڈیسنڈ مر چکی ہیں؟

”ہاں۔ اور باقی دونوں بھی؟“

شاگ نے بے صبری سے ہاتھ ہلایا۔ اسے باقی دونوں سے کوئی کچھ نہیں

سنی۔

”مس ڈیسنڈ کو کیا ہوا تھا؟“

”خالتا کسی جاننے والے کاٹ کا یا تھا۔ ان بھلوں میں بے انتہا لہریے

کھڑے کھڑے ہیں؟“

شاگ اٹھا اور کڑکی کے پاس جا کر کڑا ہوجا گیا۔ اسے لانا کی سوت کا سخت

صدر ہوا تھا۔ اور وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے تاثرات معلوم کر لے۔

تھوڑی دیر بعد مٹا اور وہاں سے بچے یقین کر لیا کہ تم بچہ ملو گے

وہ۔ اتنی دولاں کیسے مرے؟

ہاں کین کو مگر پھنے کھا لیا۔ فیل کا بچے علم نہیں۔ شاید اسے کھو دو
نے مار ڈالا۔ فیل نے بچے سے انگوٹھی اور کپاس چھینے تھے اور بھاگ نکلتا تھا۔ مگر

وہ بچہ نہ سکا۔ بچے انگوٹھی اور کپاس ایک مردہ زردلو کے پاس ملے تھے؟

کیا مس ڈسینڈ بچہ مر گئیں؟ شاگ نے پھر پوچھا۔

میں نے اپنے ہاتھ سے اس کی لاش دیا میں ڈالی تھی۔

شاگ نے ہرے سے لہیز پوچھا۔ اس کے پاس ایک ادھ کام آیا تھا۔

میں میں دس لاکھ ڈالر ملنے والے تھے۔ اس کے لیے لارا کی ضرورت تھی۔ بعد

وہ کہا کرے گا؟ اسے لارا کی جگہ کرنے کے لیے کوئی اور صورت تلاش کرنا پڑے

گی۔ وہ تب تک وہ دس لاکھ ڈالر ملے معاملہ ہلکا لکل جاسکا۔

انگوٹھی کہاں رہی؟

گری نے جیب سے ماہوں کی لہیا نکالی اور اس میں سے انگوٹھی نکال کر

شاگ کی طرف کھسکادی۔ شاگ نے انگوٹھی کو غصہ سے دیکھا۔ کم از کم

میں نام نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اپنی پٹنگ سے اپنے لاکھ ڈالر کالے تھے۔

وہ ایک دم خوش ہو گیا۔

اس نے انگوٹھی کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر ہنرور کہہ دیا۔

بچے یقین ہے؟ سم بہت خنک رہی ہوگی سٹرا لہڈا انتھار کا لہڈا

یہ بچے خوشی ہے۔ لہذا میں تمہاری فیس ڈبل کیے دیتا ہوں۔ میں نے تمہیں

لہذا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی بجائے تمہیں لہڈا ہزار ملیں گے۔ کیا تم

خوش ہو؟

گہری لے سر ۱۶۔

• صحت لہزار کاں ہیں؟ اس نے سر دھجے میں کہا: جتنا زیادہ دھیر تم

سے لڑو گا اتنا ہی میرا ضمیر مجھے طاقت کرے گا۔

شاکل کی آنکھوں میں ہفتے کی لہر آئی۔ مگر اس نے خود پر قابو پا لیا۔

پھر میز کی دواڑ کھول کر ایک موٹا سا لفافہ نکال کر گہری کی طرف بڑھایا۔

گہری نے اسے دیکھے لیخرا اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ادا لیخرا کہہ کر اٹھ کھڑا
کی طرف بڑھا۔

• سٹر لہند ڈا! شاکل نے آواز دی۔

گہری نے ڈر کر دیکھا کیا ہو؟

• میں دانتا ہوں تم سم کی تفصیلات لکھو ادا۔ سہری کے بیٹی تھیں

ایک ٹیپ ریکارڈر کے کی.....

• کاہے کے لیے؟ کیا پولیس کو دینے کے لیے؟ گہری نے سچ لہجے میں

کہا: تمہیں انکویشی مل گئی بس کافی ہو۔ اس سے زیادہ کچھ سے ادا کچھ

نہیں ملے گا۔ یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ اسے لڑی کے پاس

پہنچنے کی جلدی تھی۔

شاکل نے شالوں کو جنبش دی۔ شاید یہ ٹھیک ہی رہے گا۔ اگر اسے

تفصیلات معلوم ہوں۔ اسے لایا کا بہت صدمہ تھا۔ وہ اس کی زندگی میں

آئی۔ بہت سے مفید کام انجام دیے ادا ملے گئے۔ اس کی موت بہت تکلیف

دہی۔ مگر خیر۔ کوئی صحت ایسی نہیں جس کی جگہ پر نہ کی جاسکے۔

اس نے انکویشی ادا سے ترقیاتی تلووں سے دیکھنے لگ۔ ہیرے

بڑے خوب صورت ہیں اس نے ان پر انگلیاں پھرتے ہوئے سوجھا۔ اچانک

اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کی انگلی میں سوئی سی جیسی تھی۔ اس نے انگوٹھی
میں پڑا دی اور انگلی پر ابھرے ہوئے خون کے قطرے کو زبان سے لگایا۔
بعد فیا انگوٹھی اب بھی چمکتی ہوئی اس نے سوچا۔ مگر اس کا ذہن تو خشک
ہو گیا ہوگا۔ چار سو سال پرانی جو ٹھہری۔ مگر بہت زور سے بچتی رہی۔

اس نے انگلی پھر دانتوں میں دبائی۔

پھر فون پر اپنے موکل کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف گھنٹی بجنے
کی آواز پر سوچنے لگا۔ انگوٹھی مایوس ہانے کی فحش سن کر کتنا خوش ہوگا،
(ختم شد)

چند لخت جاسوسی اور ادنیٰ چرس ناول

باب	مصنف جیسے بیڈل چیز	زعم آخر حسین	21-
مکمل کتاب	.	.	61-
انسان جرم	کون سا بیڈل چیز	کھوتا قات	زیر قلم
جسکی ترمیم	ماہیچہ بیڈل	ایم جے عالم	450
ماہی بیڈل	.	.	51-
روستہ بیڈل	.	.	6/50
نندہ بیڈل	.	.	6/50
سُرخ بیڈل	دل ڈیگر	.	5/50
سنگہ بیڈل	بھگت بیڈل	.	51-
روستہ کا بیڈل	بھگت بیڈل	.	51-
پراسرار دنیا	ادگر دانہ بیڈل	.	5/50
خوشنوا دنیا	.	.	51-
خوشنوا دنیا	.	.	4/50
مکمل دنیا	.	.	41-
مکمل جانا	.	.	51-
مکمل دنیا	.	.	61-
مکمل دنیا	.	.	41-
مکمل دنیا	.	.	4/50

مکمل فہرست کتب سیم بیڈل پو لکھنؤ سے طلب فرمائیں

منظر الحق علوی

کے اڈو پنجر، بیدت، ناک حیرتناک ناول

۴۰-	۷/۵۰	نڈے، روح، بیگرڈ	دس میک آفس	آدم خور
۵۱-	۱۶-	نیل کی ساحل، جس میں بیٹے چیز	گالی انہ	بھیریا
۶-	۲۶-	آواز کے جگل بکے افسر	اکثر ہمدرد	نخ زدن
۷-	۳-	مقدس پھول، مائڈر	رائیڈر بیگرڈ	خوابوں کے فتناری
۸-	۸۱-	• • •	دکڑ کھنگ	دلہا مستبداد
۹-	۱۶-	• • •	مائیدر بیگرڈ	بخرشب
۱۰-	۱۶-	پاسراں، چریں، چپا جس دینر	بروم، اسٹوکر	ایکویلا
۱۱-	۶/۵۰	رائیڈر بیگرڈ	انگس پال	تھر ذرا کیو
۱۲-	۱۶-	• • •	ڈیس ویشی	سایہ شیطان
۱۳-	۱۰/۱۰	سورن، لاپرو، دلبراکتھ	• • •	سونا سمندر
۱۴-	۱۶-	شہبوس صحرا، جس میں بیٹے چیز	رائیڈر بیگرڈ	شہر غمناں
۱۵-	۱۶-	جرم و سزا کا، ایجنڈہ، دستور کی	انگو خور دوا	ظلم بجا
۱۶-	۵/۵۰	خانقاہ، ایمر جی ایس	• • •	حکام گم گشتہ
۱۷-	۵/۵۰	نزل، منزل، موت کے سائے، جس میں گلاہم	• • •	کوڑی میں کے لارنٹ
۱۸-	۱۲۱-	بخارا، دالین، مائیدر بیگرڈ	• • •	گرد بار
۱۹-	۵/۱۰	• • •	جیس بیٹے چر	علاء آدم

صلنے کا پتہ

نستیمک ڈپو - لاٹوش روڈ، لکھنؤ